درعدالتِ عظمیٰ پاکستان

(حقیقی اختیارِ سماعت)

کوئٹہ انکوائری کمیشن

رپورٹ

ازخود مقدمہ نمبر 2016/16

(کوئٹہ میں 8 اگست 2016 کو ہونے والے دہشت گرد حملوں سے متعلق)

جسٹس قاضی فائز عیسیٰ

فہرست

نمبرشمار	عنوانات	صفحات
1۔	**تعارف**	11
1.1	حکمنامہ عدالتِ عظمیٰ برائے تشکیل کمیشن	11
1.2	حکمنامے کے خلاف درخواستِ نظرِ ثانی	11
1.3	پبلک نوٹس/ عوامی اعلامیہ	11
1.4	حکومتِ بلوچستان کو جاری کردہ پیشگی نوٹس	12
1.5	کمیشن کی جانب سے جاری کردہ خطوط	15
1.6	کارِ کمیشن کا اجراء	16
1.7	کام/ حکمت عملی کا دائرہ کار	16
1.8	ایڈووکیٹ جنرل کے اعتراضات	17
1.9	مقدمے کی سماعت سے احتراز کا عذر (Recusal)	19
1.10	کمیشن کا دائرہ کار	19
1.11	مدت میں اضافہ	19
2۔	**جناب بلال کاسی صاحب کی شہادت/ قتل**	19
2.1	جناب بلال انور کاسی	19
2.2	اُن کا قتل	20
2.3	جناب بلال کاسی کی ہسپتال منتقلی	20
2.4	ہسپتال کا شعبۂ حادثات	20
2.5	پہلی جائے وقوعہ	20
2.6	جناب بلال کاسی کے قاتل	20
3۔	**ہدف کا چناؤ**	21

4۔	**جناب بلال کاسی کے قتل کی جائے وقوعہ اور ابتدائی اطلاعی رپورٹ (FIR)**	21
4.1	ابتدائی اطلاعی رپورٹ	21
4.2	پہلی جائے وقوعہ کا تحفظ	21
4.3	پہلی جائے وقوعہ میں جن معاملات کو نظر انداز کیا گیا	21
4.4	کمیشن کی مداخلت کے بعد فارنسک تجزیہ	22
5 ۔	**وکلاء، مردہ خانہ، ایکسرے کا کمرہ اور دھماکہ**	22
5.1	وکلاء کا اجتماع	22
5.2	مردہ خانہ اور ایکسرے کا کمرہ	23
5.3	جائے دھماکہ	23
5.4	دھماکے کی قسم	23
6۔	**خودکش بمبار اور اُس کی شناخت**	23
6.1	خودکش حملہ آور	23
6.2	دھماکہ	24
6.3	خودکش بمبار کا سر	24
6.4	جوتوں اور جرابوں کی خریداری اور خودکش بمبار کی شناخت	24
6.5	مشکوک افراد کی شناخت	24
6.6	خودکش بمبار کون تھا؟	25
6.7	دوسری جائے وقوعہ اور اس کا فرانزک تجزیہ	25
6.8	کمیشن کی مداخلت کے بعد کیا گیا فرانزک تجزیہ	25
6.9	فرانزک تجزیے کی اہمیت	26
7۔	**دہشت گرد**	26
7.1	علاقے کی نگرانی	26

26	وکلاء کو پھندے کی جانب لانا یا راغب کرنا	7.2
27	ہسپتال کے نقشے سے آگاہ ہونا	7.3
27	غیر مُلکی عناصر کا ملوث ہونا	7.4
27	**بم تیار کرنے کی جگہ ۔ تیسری جائے وقوعہ**	**8۔**
27	ایک دُور اُفتادہ مکان	8.1
28	دھماکہ خیز مواد، بم بنانے کے آلات اور ہتھیار	8.2
28	کیمیائی تجزیہ (Forensic examination)	8.3
28	دیگر حملوں سے تعلق	8.4
28	**دہشت گردوں کی پناہ گاہ/چوتھا موقع وارداتِ جرم**	**9۔**
28	ہرمزئی، ضلع پشین	9.1
29	ہرمزئی میں مکان ۔ چوتھی جائے وقوعہ	9.2
29	دہشت گرد	9.3
29	**پاکستان اور بلوچستان میں ہونے والے دہشت گرد حملے**	**10۔**
29	پاکستان اور بلوچستان میں ہونے والے دہشت گردانہ حملوں کی تعداد	10.1
29	دہشت گرد تنظیموں پر پابندی	10.2
29	دہشت گرد تنظیموں کے خلاف اقدامات	10.3
30	جماعت الاحرار اور لشکرِ جھنگوی العالمی پر پابندی	10.4
30	پابندی وفاقی حکومت عائد کرے یا نیکٹا	10.5
32	جماعت الاحرار کی روش	10.6
33	برطانیہ کی جانب سے جماعت الاحرار پر عائد پابندی	10.7
33	عوام کو انتباہ/خبردار کرنا کہ کس تنظیم پر پابندی عائد کی گئی ہے	10.8
34	جنداللہ اور اس پر پابندی	10.9

10.10	سپاہِ صحابہ پاکستان، ملت اسلامیہ پاکستان اور اہل سنت والجماعت کا باہمی تعلق اور ان کے نئے نام	34
10.11	مولانا محمد احمد لدھیانوی سے وزیر کی ملاقات	34
10.12	کالعدم تنظیموں کے اجتماعات	35
10.13	اہلِ سنت والجماعت کے عوامی اجتماعات	35
11۔	**دہشت گردی کے مقدمے میں عدالتی فیصلہ**	35
11.1	عدالتِ عالیہ کا فیصلہ	35
11.2	دہشت گردی کے مقدمے میں عدالتی فیصلے کا اجراء	37
12۔	**قومی اتھارٹی برائے انسدادِ دہشت گردی کا قانون (NACTA)**	38
12.1	دیباچہ/ابتدائیہ	38
12.2	نیکٹا بورڈ اور ایگزیکٹو کمیٹی	38
12.3	نیکٹا NACTA	39
12.4	مکمل ناکامی	40
13۔	**منصوبہ برائے قومی لائحہ عمل (نیشنل ایکشن پلان) پالیسی برائے اندرونی قومی سلامتی اور مشیر برائے قومی سلامتی**	40
13.1	منصوبہ برائے قومی لائحہ عمل (NAP)	40
13.2	قومی پالیسی برائے اندرونی سلامتی	41
13.3	مشیر برائے قومی سلامتی	42
14۔	**دہشت گردی کے نظریے کا انسدادی بیانیہ**	43
14.1	دہشت گردی اور اس کے اثرات	43
14.2	میڈیا	44
14.3	کمیشن کی ذمہ داری	44
14.4	قرآن پاک سے وابستگی	44

14.5	قتل وغارت کے خلاف اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکامات	45
14.6	خودکش بمبار	45
14.7	عیسائیوں اور دیگر مذاہب کے پیروکاروں کا قتل	46
14.8	برداشت	46
14.9	فرقہ واریت	47
14.10	اختلافِ رائے اور فتنہ	48
14.11	پیار محبت باہمی بھائی چارے اور اتفاق میں نجات / بھلائی	48
14.12	اثرات / نتائج	48
15۔	**ریاست کی ذمہ داری**	49
15.1	ایک اسلامی ریاست	49
15.2	پڑھنے لکھنے کا ہنر حاصل کرنا اور علم کا حصول	49
15.3	تعلیمی ادارے	49
15.4	وفاق المدارس (مدارس کے تعلیمی بورڈ)	50
15.5	وزارت برائے مذہبی امور	51
15.6	غیر مسلموں سے سلوک اور وزارتِ مذہبی امور	52
15.7	غیر مسلموں سے برتاؤ سے متعلق ایک اسلامی ریاست کی ذمہ داری	53
16۔	**دھماکے کے فوری بعد قانون نافذ کرنے والے اداروں کا ردِعمل**	53
16.1	مزید افراتفری پھیلانا	53
16.2	ہوائی فائرنگ	53
16.3	ہوائی فائرنگ کے خطرات	53
16.4	ہوائی فائرنگ کرنے والوں کے خلاف کوئی کارروائی عمل میں نہیں لائی جاتی	54
17۔	**دھماکے کے بعد ہسپتال کے حالات**	54

17.1	زخمیوں کو بے یارو مددگار چھوڑ دینا	54
17.2	انسانی زندگی سے صرفِ نظر کرنا	54
17.3	اسٹریچرز اور فوری طبی امداد کا فقدان	54
17.4	آگ بجھانے والے آلات کی قلت / غیر موجودگی	55
18۔	**ہسپتال میں دائمی عدم حاضری**	55
18.1	ہسپتال کے عملے کی غیر موجودگی	55
18.2	حاضری کے بائیو میٹرک نظام کو جان بوجھ کر خراب کرنا	55
18.3	حکومت نے مجرمانہ طرزِ عمل کو نظر انداز کر دیا	56
18.4	کمیشن اور بائیو میٹرک نظام	56
19۔	**ہسپتال کے مقدمے کا فیصلہ**	56
19.1	ہسپتال کے مقدمے میں دیئے گئے فیصلے پر عملدرآمد میں ناکامی	56
19.2	عدم حاضری اور ہسپتال کے مقدمے کا فیصلہ	57
20۔	**حملے سے قبل ہسپتال کے حوالے سے حفاظتی اقدامات**	57
20.1	سیکیورٹی پر مامور اہلکاران	57
20.2	تربیت	58
20.3	سی سی ٹی وی کیمرے	58
21۔	**ملاقات کے اوقاتِ کار**	58
21.1	ملاقات کے اوقات کا مختص نہ ہونا	58
21.2	میڈیا اور وی آئی پیز کی موجودگی تباہ کن ثابت ہوئی	58
21.3	ملاقات کے اوقاتِ کار اور ہسپتال کے مقدمے کا فیصلہ	59
22۔	**ہسپتال کی صفائی**	59
22.1	صفائی کا مکمل فقدان	59

22.2	صفائی اور ہسپتال کے مقدمے کا فیصلہ	60
23۔	**ایمبولینس**	61
23.1	ہسپتال کی ایمبولینس	61
23.2	ایمبولینسز کھڑی کرنے کا احاطہ	61
23.3	رجسٹریشن نمبرز	61
23.4	کمیشن کی مداخلت	61
23.5	ایمبولینس کی رسائی محدود ہونا	62
24۔	**ہسپتال کے میڈیکل سُپر اِن ٹینڈنٹ**	62
24.1	ایک بے اختیار آفیسر	62
24.2	ہسپتال کا نیا ایم ایس	62
24.3	محکمۂ صحت میں انتظامی رتبہ	62
25۔	**کمبائنڈ ملٹری ہسپتال (CMH)**	62
25.1	زخمیوں کا سی ایم ایچ منتقل کیا جانا	62
25.2	سی ایم ایچ میں علاج	63
26۔	**دہشت گردی پر آنے والے مالیاتی اخراجات**	63
26.1	پاکستان میں دہشت گردی پر آنے والے اخراجات	63
26.2	اِن دو حملوں پر آنے والے اخراجات	64
26.3	کفایت شعاری اور کوتاہ نظری(Trifty and shortsighted)	64
27۔	**حکومتِ بلوچستان کی بے اعتباری**	64
27.1	وزیر داخلہ کا اعلان	64
27.2	وزیرِ اعلیٰ کا اعلانیہ	65
27.3	ترجمان کی وضاحت	65

27.4	وقت کا ضیاع اور ساکھ کی تباہی	65
27.5	سچ جو پہلا شکار ہوا	65
27.6	کالعدم تنظیموں کے نظریات کی اشاعت	66
27.7	لشکرِ جھنگوی العالمی کا دعویٰ	66
27.8	کالعدم تنظیموں کے نظریات کی اشاعت / پھیلاؤ	66
27.9	غیر معیاری صحافت	67
28۔	**غیر قانونی تقرریاں**	67
28.1	سیکرٹری صحت کی تقرری ۔۔ اقرباء پروری کی ایک مثال	67
28.2	نان کیڈر افراد کی بطور سیکرٹریز تقرری	67
29۔	**بلوچستان کے سول سروس کے ڈھانچے کو نقصان پہنچانا**	68
29.1	مستحسن طرزِ حکمرانی کی تباہی	68
29.2	منفرد اور ممتاز مثالیں	69
30۔	**مختلف قانون نافذ کرنے والے ادارے**	69
30.1	پولیس، لیویز اور فرنٹیئر کور	69
30.2	باہمی رابطے اور شفافیت کا فقدان	70
31۔	**بین الاقوامی سرحدیں**	70
31.1	سرحد پار کرنے والوں کی عدم نگرانی	70
31.2	دہشت گردی کی سہولت کاری	71
32۔	**حکومتِ پاکستان کی دفتری خط وکتابت**	72
32.1	سرکاری / دفتری اوراق اور روابط	72
32.2	انٹر سروسز انٹیلی جنس (ISI)	72
33۔	**حاصلِ بحث / نتائج**	73

34۔	سفارشات	77
35۔	اختتامی کلمات	82
36۔	نقشہ جات	85-87
37۔	تصاویر	88-102
38۔	حوالہ جات	103-105
39۔	فہرستِ کتب	106

1 تعارف:

1.1 **عدالتِ عظمیٰ کا حکمنامہ برائے تشکیل کمیشن**: عدالتِ عظمیٰ نے بروئے حکمنامہ مورخہ 16 اکتوبر 2016ء (حکمنامے) جو ازخود مقدمہ نمبری 16/2016 میں جاری کیا گیا ایک انکوائری کمیشن تشکیل دیا۔ مذکورہ حکمنامے کا متعلقہ حصہ یہاں درج کیا جارہا ہے:

> "6۔ جناب حامد خان فاضل وکیل منجانب بلوچستان ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن وغیرہ نے پرزور طور پر ایسے انکوائری کمیشن کے قیام کا مطالبہ کیا ہے جس کی سربراہی عدالتِ عظمیٰ پاکستان کے معزز جج کے ذمہ ہو تاکہ وہ معاملے کی انکوائری کریں اور مورخہ 8 اگست 2016 کو رُو پذیر ہونے والے دو واقعات کے متعلق اپنی رپورٹ پیش کریں تاکہ اِس کثیر الجہتی سانحہ کے تمام متعلقہ پہلوؤں کا جائزہ لیا جاسکے۔
>
> 7۔ فاضل ایڈووکیٹ جنرل بلوچستان نے مذکورہ درخواست کی مخالفت کی تاہم بار کے اراکین جوان دو سانحات میں بری طرح نشانہ بنے ہیں کے مطالبے کو مدِنظر رکھتے ہوئے جسٹس قاضی فائز عیسیٰ کو یک رکنی کمیشن نامزد کیا گیا ہے تاہم وہ اس غرض سے انکوائری کریں اور تیس یوم کی مدت جو مورخہ 17.10.2016 سے شروع ہوگی میں اپنی رپورٹ پیش کریں۔ مذکورہ رپورٹ کے موصول ہونے کے اس ازخود مقدمے کی کارروائی کو آگے بڑھایا جائے گا۔ یہاں یہ واضح کیا جاتا ہے کہ اس یک رکنی کمیشن کے قیام سے قانون نافذ کرنے والے اداروں کے روبرو زیرِ سماعت کارروائی یا تحقیقات متاثر نہ ہوں گی اور ادارے اپنی کارروائیاں اپنی حد تک جاری رکھ سکتے ہیں۔ مذکورہ کمیشن اپنی کارروائی 17.10.2016 کو کوئٹہ میں اور بعد ازاں کسی اور موزوں مقام پر وقتاً فوقتاً شروع کرسکتا ہے۔"

1.2 **حکمنامے کے خلاف درخواستِ نظرثانی**: حکومتِ بلوچستان نے نظرثانی کی درخواست نمبری 402/2016 دائر کرتے ہوئے اس حکمنامے پر نظرثانی کی استدعا کی تاہم بعدازاں مذکورہ درخواست کو واپس لینے کا فیصلہ کیا۔ نتیجتاً، نظرثانی کی درخواست کو خارج کردیا گیا۔ اخراجِ مقدمہ کے اس فیصلے مورخہ 19.10.2016 کا متعلقہ جُز برائے ملاحظہ درج ہے:

> "جناب امان اللہ خان کنرانی، فاضل ایڈووکیٹ جنرل بلوچستان اور خواجہ حارث احمد سینئر وکیل عدالتِ عظمیٰ برائے درخواست گزار (درمتفرق درخواست نمبری 6840/2016) نے فاضل کمیشن پر اپنے مکمل اعتماد کا اظہار کیا ہے اور نظرثانی کی درخواست کو واپس لینے کا فیصلہ کیا ہے لہٰذا نظرثانی کی درخواست کو خارج کیا جاتا ہے۔"

1.3 **عوامی اعلامیہ**: کمیشن نے بروئے مراسلہ نمبر 001 بتاریخ 08.10.2016 چیف سیکرٹری حکومتِ بلوچستان کو ہدایت دی کہ وہ ملحق اعلامیہ کو تین انگریزی اور تین اردو کے وسیع الاشاعت اخبارات میں شائع کرے1۔ یہ عوامی اعلامیے 9 اور

10اکتوبر 2016 کوشائع ہوئے اوران کے ذریعےعوام کوکمیشن کے قیام سے آگاہ کیا گیااورانھیں مطلع کیا گیا کہ کمیشن اپنے کام کا آغاز کوئٹہ میں بلوچستان ہائی کورٹ کے احاطے میں مورخہ 17.10.2016 سےشروع کر دے گا۔ یہ بھی اعلان کیا گیا کہ:

"جس کسی کے پاس بھی مذکورہ دو واقعات سے متعلق کوئی معلومات ہوں وہ کارروائی کے دوران حاضر ہو۔ یہ معلومات خفیہ طور پر بھی کمیشن کو درج ذیل رابطہ نمبروں پر مہیا کی جاسکتی ہیں۔"

ٹیلی فون نمبر، موبائل نمبر (0317-8058884)، ای میل ایڈریس quettainquirycommission.scp@gmail.com اورڈاک کا پتہ بھی فراہم کیا گیا۔ عوامی اعلامیے مورخہ 22 اکتوبر اور 5 نومبر 2016 کو بھی شائع کئے گئے۔ کچھ شائع شدہ اعلامیے رپورٹ ہذا کے ہمراہ "عوامی اعلامیہ" کے عنوان سے لف ہیں۔ مراسلہ نمبری 001 میں حکومتِ بلوچستان سے یہ بھی مطالبہ کیا گیا تھا کہ وہ کمیشن کی معاونت کیلئے ایک باصلاحیت ترجمان کا تقرر عمل میں لائے جس پر عمل کیا گیا۔

1.4 **حکومتِ بلوچستان کو جاری کردہ پیشگی نوٹس:** حکومتِ بلوچستان کو متعلقہ معلومات جمع کرنے اور مکمل تیاری کے لئے وقت دینے کی غرض سے چیف سیکرٹری بلوچستان 2 کو مراسلہ نمبر 002 مورخہ 10.10.2016 بھیجا گیا جس میں درج ذیل سوالات کے جوابات، معلومات اور نقطۂ نظر کے بارے میں پوچھا گیا:

"جناب بلال انور کاسی پر حملہ:

1۔ جناب بلال انور کاسی پر قاتلانہ حملے کا وقت اور مقام بمع نقشہ موقع واردات جس میں نواحی سڑکوں کو دِکھایا گیا ہو۔

2۔ اُن افراد کی تعداد جنھوں نے مرحوم بلال انور کاسی پر حملہ کیا اوران کا طریقہ کار اور بچ نکلنے کا انداز بھی نقشے پر دکھایا جائے۔

3۔ جائے وقوعہ کی قریب ترین پولیس، بلوچستان کانسٹبلری اور فرنٹیئر فورس کی چیک پوسٹ یا چوکی بمعہ ایسے نقشے کے جس میں فاصلوں کی نشاندہی کی گئی ہو اور یہ بھی بتایا جائے کہ اُن چوکیوں پر موجود افراد نے گولیاں چلنے کی آوازیں سنی تھیں اور/یا ان کو واقعہ کی اطلاع ہوگئی تھی اور پھر انھوں نے کیا قدم اٹھایا (اگر کوئی قدم اٹھایا گیا تو)۔

4۔ وہ وقت جب جناب بلال کاسی کے جسدِ خاکی کو ہسپتال پہنچایا گیا۔

5۔ جناب بلال کاسی کو لگنے والے زخموں کی تفصیل اور پوسٹ مارٹم رپورٹ۔

6۔ کیا ان کے جسم/ گاڑی/ علاقے سے گولی/ گولیوں کے خول ملے تھے اور کیا یہ خول فارنسک تجزیے کے لئے بھجوائے گئے تھے اگر بھیجے گئے تھے ان کی رپورٹ۔

سینڈیمن صوبائی ہسپتال ("ہسپتال") میں دھماکہ:

7۔ نقشۂ موقع پر دکھایا گیا دھماکے کا صحیح وقت اور مقام۔

8۔ کیا ہسپتال میں سیکورٹی کیمرے نصب تھے اور اگر تھے تو اِن کیمروں کی جگہ اور مورخہ 8 اگست 2016 کو دھماکے سے کم از کم دو گھنٹے پہلے، دھماکے کے وقت اور اُس کے بعد ریکارڈ کے لئے کئے گئے مندرجات۔

9۔ ہسپتال میں دھماکے کے لئے استعمال ہونے والے آلے کی معلومات بشمول:

(1) آیا اُسے کسی ریموٹ کنٹرول سے پھاڑا گیا یا کسی خودکش بمبار نے اُڑایا۔

(2) اگر خودکش بمبار نے اپنے آپ کو دھماکے سے اُڑایا تو کیا اُس کے جسم کے اعضاء وغیرہ جائے وقوعہ سے برآمد کئے گئے اور اگر کئے گئے تو کیا اُنھیں فارنسک تجزیے کے لئے بھیجا گیا اور اگر بھیجا گیا اس کی رپورٹ وغیرہ۔

(3) دھماکہ خیز مواد کی مقدار اور اُس کی حرکی قوت۔

(4) آیا کوئی ٹائمر/بم پھاڑنے کا سوئچ/خودکش جیکٹ/دھماکہ خیز مواد اور کوئی متعلقہ چیز جائے وقوعہ سے ملی، اور اگر ملی تو آیا اس کو فارنسک تجزیے کے لئے بھیجا گیا؟ اور اس ضمن میں متعلقہ رپورٹ۔

حملوں کی تحقیقات:

10۔ ادارے جو دونوں واقعات کی تحقیقات کر رہے ہیں اور متعلقہ ٹیموں کے سربراہان کے کوائف بمعہ موبائل نمبران اور بعدازاں اگر کسی اور فرد کو تفتیشی ٹیم کا سربراہ بنایا گیا ہے تو اس کے کوائف اور وہ تواریخ جب انھوں نے تفتیش کی ذمہ داری سنبھالی۔

11۔ اگر کسی فارنسک اتھارٹی سے معاونت کے لئے رابطہ کیا گیا ہے تو وہ کونسی ہے اور اس نے کیا معاونت مہیا کی۔

12۔ آیا دونوں جائے وقوعہ (یعنی جناب بلال انور کاسی صاحب کے قتل کی جگہ اور ہسپتال میں دھماکے کی جگہ) کا فارنسک ماہرین نے جائزہ لیا اور اگر لیا تو ان کی متعلقہ رپورٹیں۔

13۔ آیا ہسپتال میں دھماکے کے لئے استعمال ہونے والا دھماکہ خیز مواد فارنسک تجزیے کے لئے بھیجا گیا جس سے اس کی نوعیت اور ساخت وغیرہ کا تعین کیا جائے اور اگر تعین کیا گیا ہے تو اس کا نتیجہ کیا نکلا؟

14۔ آیا قومی اتھارٹی برائے انسدادِ دہشت گردی (نیکٹا)، وزارتِ داخلہ، وزارتِ دفاع اور/یا انٹر سروسز انٹیلی جنس (ISI) کی معاونت مانگی یا مہیا کی گئی اور اگر مانگی گئی تو اس کی تفصیلات بشمول ان کی جانب سے کی گئی تفتیش کے نتائج۔

15۔ آیا حملہ آوروں کی شناخت سے متعلق کوئی معلومات میسر آئی ہیں اور اگر آئی ہیں تو ان کے کوائف بمعہ اطلاع دہندگان کے نام اور رابطے کی تفصیلات۔

حملے سے قبل کی معلومات:

16۔ آیا حکومتِ بلوچستان کے پاس اِس قسم کی کوئی معلومات تھیں کہ ایسا کوئی واقعہ پیش آ سکتا ہے یا نیکٹا، وزارتِ داخلہ، وزارتِ دفاع اور/یا خفیہ ایجنسیوں نے ایسی کوئی معلومات فراہم کی تھیں؟

حملے کے بعد کے حالات:

17۔ آیا کسی شخص یا تنظیم نے جناب بلال انور کاسی کے قتل اور بعد ازاں ہسپتال میں دھماکے کی ذمہ داری قبول کی اور اگر کی تو پیغام جو جاری یا حاصل کیا گیا آیا مذکورہ پیغام ٹیلی فون کے ذریعے موصول ہوا یا سوشل میڈیا یا کسی اور ذریعے سے اور کیا اس پیغام یا ٹیلی فون کے اصل ماخذ کا سراغ لگایا گیا اور اگر لگایا گیا تو اس کی تفصیلات فراہم کی جائیں۔

18۔ آیا وہ اشخاص اور تنظیمیں جنھوں نے حملوں کی ذمہ داری قبول کی انسدادِ دہشت گردی کے قانون مجریہ 1997 کے تحت کالعدم قرار دیئے گئے ہیں اور اگر ایسا ہے، تو اس کے حوالے سے جاری کردہ اعلامیہ /نوٹیفکیشن مہیا کیا جائے۔

باہمی ارتباط:

19- آیا مذکورہ دو حملے جو 8 اگست 2016 کو کئے گئے کسی اور حملے یا حملوں سے مماثلت رکھتے تھے اور اگر رکھتے تھے تو ان کے مابین مشترکہ عوامل اور مواد اور طریقہ کار کے مابین ربط کی وضاحت۔

شہید اور ضرر رسیدہ افراد علاج اور معاوضہ / زرِتلافی:

20۔ ان افراد کی فہرست جو حملوں میں جان سے گئے اور معاوضے / زرِتلافی کی رقم جو ادا کی گئی (اگر ادائیگی کی گئی تو)۔

21۔ ان افراد کی فہرست جو زخمی ہوئے اور جنہوں نے ان کے علاج پر اٹھنے والے اخراجات برداشت کئے اور معاوضے / زرِتلافی کی رقم کی تفصیلات اگر کوئی رقم زخمیوں کو ادا کی گئی ہو۔

ہسپتال کے حالات جب وہاں حملہ ہوا:

22۔ اُن ڈاکٹروں کی مکمل فہرست مہیا کی جائے جنھوں نے حملے کے روز ڈیوٹی پر موجود ہونا تھا اور ان ڈاکٹروں کی نشاندہی کی جائے جو وقوعہ کے روز غیر حاضر تھے۔

23۔ ان افراد کی مکمل فہرست جو 8 اگست 2016 کو جب دھماکہ ہوا ایمرجنسی اور ہسپتال کے انچارج تھے بمعہ ڈیوٹی روسٹر اور حاضری رجسٹر کے پیش کیا جائے۔

24۔ وجوہات جن کی بناء پر زخمیوں کو دوسرے ہسپتال بھیجنے کی ضرورت پیش آئی۔

25۔ ان افراد کی تفصیلات جنھیں علاج کے لئے دوسرے ہسپتالوں میں بھیجا گیا۔

ٹراما/ایمرجنسی مراکز اور حکمتِ عملی کے معیاری اصول (SOPs):

26۔ آیا بلوچستان یا کوئٹہ میں ٹراما/ایمرجنسی مراکز موجود ہیں جو بڑی تعداد میں حادثات اور دہشت گردی سے متاثر افراد کا علاج کر سکتے ہوں؟

27۔ آیا ایسے کوئی حکمتِ عملی کے معیاری اصول (SOPs) وضع کئے گئے ہیں جن کی رُو سے یہ فیصلہ کیا جائے کہ ایسے واقعات کے رونما ہونے پر کیا حکمتِ عملی اپنائی جائے۔

دہشت گردی اور دہشت گردوں سے نمٹنے کے لئے خصوصی ماہرین کا سیل:

28۔ آیا صوبہ بلوچستان یا وفاق میں بشمول نیکٹا اور انٹر سروسز انٹیلی جنس (ISI) میں کوئی ایسا خصوصی سیل / محکمہ یا شعبہ قائم کیا گیا ہے جو اس قسم کے دہشت گردی کے واقعات سے نمٹنے کی صلاحیت رکھتا ہو اور اگر قائم کیا گیا ہے تو اس کی تفصیلات فراہم کی جائیں۔

فرانزک تجزیہ گاہ:

29۔ آیا صوبہ بلوچستان میں کوئی فارنسک تجزیہ گاہ موجود ہے، اور اگر موجود ہے تو کیا وہ (1) دھماکہ خیز مواد کی نوعیت اور ساخت کا تعین کر سکتی ہے (2) اور کیا وہ ڈی۔این۔اے (DNA) کے نمونے لے کر ان کا تجزیہ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

سابقہ حملے:

30۔ صوبہ بلوچستان میں اس مراسلے کی تاریخ سے دس سال قبل تک ہونے والے دیگر دہشت گرد حملوں جن میں دھماکہ خیز مواد استعمال ہوا، وہ حملے چاہے خودکش ہوں، دھماکہ خیز مواد یا آلات کے ذریعے کئے گئے ہوں یا کسی دوسرے طریقے سے، کی مختصر تفصیل۔ ان معلومات میں (1) حملوں کی تاریخ (2) ہلاک شدگان کی تعداد (3) دھماکے کی نوعیت (4) واقعے کی ذمہ داری کس نے قبول کی، سے متعلق تفصیلات شامل کی جائیں۔

کوئی دیگر معلومات:

31۔ کوئی ایسی معلومات جو آپ کے خیال میں متعلقہ ہوں یا جو کمیشن کی کارروائی میں مدد و معاون ہو سکتی ہوں بھی مہیا کی جائیں۔

خودشناسی اور عکاسی:

32۔ آپ کی رائے میں کیا حملوں کے بعد پہلے یا دوران کسی حکومتی ادارے یا ایجنسی کی ناکامی سامنے آئی ہے اور اگر آئی ہے تو وہ ناکامی کیا تھی اور کونسا محکمہ یا ایجنسی اس کی ذمہ دار ہے اور کیا آپ اس ناکامی کے ذمہ دار افراد کی نشاندہی کر سکتے ہیں؟

33۔ گذشتہ حالات کی روشنی میں کیا آپ سمجھتے ہیں کہ حملوں کو روکا جا سکتا تھا یا پھر ان کے نقصانات کو محدود کیا جا سکتا تھا اور اگر ایسا تھا اس کے لئے کیا اقدامات اٹھائے چاہئیں۔

1.5 **کمیشن کی جانب سے لکھے گئے خطوط:** کمیشن نے اپنی جانب سے لکھے گئے خطوط کو بتدریج 001 سے شروع کیا (جن میں عمومی نوعیت کے خطوط شامل نہیں) اور کُل 59 خطوط لکھے جن کی نقول "**خطوط**" کے عنوان سے لَف ہیں۔ ان میں سے متعدد خطوط مختلف اداروں سے معلومات کے لئے اور حسبِ ضرورت ان کے خیالات جاننے کے لئے بھی لکھے گئے۔ جیسا کہ حکمنامے میں ''کمیشن کو اس کثیر الجہت سانحے کے ہر متعلقہ پہلو کا جائزہ لینے'' کی ذمہ داری سونپی گئی تھی اور کمیشن نے اس ذمہ داری کو نبھانے کی حتی الامکان کوشش کی۔

1.6 **کارِ کمیشن کی ابتدا:** کمیشن نے اپنی کارروائی کا آغاز مورخہ 17.10.2016 کو بلوچستان ہائی کورٹ کوئٹہ کے کمرۂ عدالت میں کیا جو گراونڈ فلور پر واقع ہے۔ وکلاء کی بڑی تعداد، چیف سیکرٹری، حکومتِ بلوچستان، متعلقہ سیکرٹری، انسپکٹر جنرل پولیس اور دیگر سینئر پولیس افسران، طبی عملہ، مرنے والوں کے لواحقین، زخمیوں، میڈیا کے نمائندوں اور عوامی اراکین کی ایک بڑی تعداد وہاں موجود تھی۔ ڈپٹی اٹارنی جنرل ("DAG") اور ایڈوکیٹ جنرل ("AG") جنھوں نے بالترتیب حکومتِ پاکستان اور بلوچستان کی حکومت کی پیروی کی تھی بھی موجود تھے۔ یہ بھی اعلان کیا گیا تھا کہ جو کوئی بھی کسی قسم کی شہادت دینا چاہے اور کوئی متعلقہ معلومات کمیشن کو دینا چاہے کھلے عام دے سکتا ہے تاوقتیکہ صیغہ راز میں رکھنے کے لئے ان کیمرہ کارروائی کی ضرورت پڑے۔

1.7 **کام/حکمت عملی کا دائرہ کار:** کمیشن کو 8 اگست 2016 کے دوسانحات یعنی جناب بلال انور کاسی کے قتل اور اسی روز سینڈیمن ہسپتال کے احاطے میں کیئے گئے خودکش حملے، جس کے نتیجے میں بہت سے لوگ اپنی جان سے گئے اور زخمی ہوئے جن میں زیادہ تعداد وکلاء کی تھی، سے متعلق ایک رپورٹ پیش کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی تھی۔ نتیجتاً ان واقعات کے متعلق مختلف سوالات اٹھائے گئے اور پھر ان کے جوابات کا گہرائی سے جائزہ لیا گیا جن میں درج ذیل سوالات شامل تھے:

- پولیس اور دیگر قانون نافذ کرنے والے اداروں نے حملوں پر کیا ردِعمل دکھایا؟
- کیا جائے وقوعہ کو فارنسک تجزیے کے لئے محفوظ کر کے اس کا تجزیہ کیا گیا؟
- آیا جائے وقوعہ سے حاصل کیئے گئے مواد کا فارنسک تجزیہ کیا گیا؟
- آیا زخمیوں کو فوری طبی امداد مہیا کی گئی؟
- آیا زخمیوں کو طبی امداد مہیا کرنے میں کوئی غفلت برتی گئی؟
- آیا کسی امر یا شخص نے تفتیش پر اثر انداز ہونے کی کوشش کی؟
- آیا تفتیش کاروں نے جرائم کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لیا؟
- آیا جرائم کی تفتیش مئوثر انداز میں کی گئی؟
- آیا ایسے جرائم اور ہنگامی صورتحال سے نمٹنے کے لئے کوئی پروٹوکول یا حکمتِ عملی کے معیاری اصول وضع کیئے گئے ہیں؟
- ان حملوں پر اٹھنے والے ریاستی اخراجات کیا تھے؟
- زخمیوں اور مرنے والے افراد کے لواحقین کو ادا کیئے جانے والے معاوضہ/زرِتلافی کی حیثیت کیا ہے؟
- دہشت گران حملوں کو کامیاب بنانے میں کیسے کامیاب ہوئے؟
- دہشت گرد کون تھے اور کس نقطۂ نظر کی حمایت کرتے تھے؟
- کیا پاکستان میں موجود کوئی تنظیم اس متماثل نظریے کی حمایت کرتی ہے؟
- کیا ایسی تنظیموں جو مذکورہ نظریات کی حمایت کرتی ہیں کے تدارک کے لئے کوئی قدم اٹھایا گیا؟
- کیا حملوں کی ذمہ داری قبول کرنے والی دہشت گرد تنظیم اور حملے بھی کر چکی ہے اور اگر کر چکی ہے، تو کیا اس کو قانون کے تحت کالعدم قرار دیا گیا اور اگر نہیں، تو کیوں؟
- کیا وفاقی حکومت اور وفاقی ایجنسیوں نے تحقیقات میں معاونت فراہم کرنی تھی اور کیا یہ معاونت مہیا کی گئی؟

مزید براں، چونکہ کمیشن کو "ان کثیر الجہت سانحوں کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لینا تھا" لہٰذا دونوں حملوں کی باہم مماثلت اور ربط کا جائزہ درج ذیل معاملات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے لیا گیا:

- پاکستان میں ہونے والے دہشت گرد حملوں اور اُن کے متاثرین کی تعداد؛
- دہشت گردی پر اٹھنے والے اخراجات جو حکومتِ پاکستان نے برداشت کئے؛
- شدت پسندی کی وجوہات؛
- نفرت انگیز مواد اور تقاریر کی تشہیر یا اشاعت؛
- شدت پسندوں کے یہ نظریات، نفرت انگیز تقاریر اور مواد کس حد تک دہشت گردی کو فروغ دے رہے ہیں؛
- تنظیموں اور افراد کو انسدادِ دہشت گردی کے قانون مجریہ 1997 کے تحت کالعدم قرار دیئے جانے کا طریقہ کار اور کیا یہ عمل فوری طور پر کیا جاتا ہے؛
- کالعدم قرار دیئے جانے کے مروّجہ قانونی اثرات یا نتائج اور کیا یہ نافذ العمل ہیں؛
- دہشت گردی کے واقعات میں تحقیق و تفتیش کا طریقہ ہائے کار اور کیا یہ طریقہ کار مئوثر ہے؛
- آیا دہشت گردی کے مقدمات کی مکمل اور جامع معلومات محفوظ کی جاتی ہیں اور اگر نہیں تو کیا ان معلومات اور ڈیٹا کو محفوظ رکھنے کے لئے کوئی مرکزی ذخیرہ گاہ قائم کی جانی چاہیئے؛
- دہشت گردی کے انسداد اور تدارک کے لئے مختلف حکومتوں کا کردار؛
- متعلقہ وزارتوں اور محکموں کا کردار؛
- قومی اتھارٹی برائے انسدادِ دہشت گردی کے قانون مجریہ 2013 کی رُو سے قائم کردہ مختلف اداروں/باڈیز کا کردار اور اثر پذیری؛
- قومی اتھارٹی برائے انسدادِ دہشت گردی (نیکٹا) کا کردار اور افادیت؛
- آیا ملک میں دہشت گردی کے ناسور سے نمٹنے کے لئے وفاقی اور صوبائی حکومتیں ایک صفحہ پر ہیں؛
- کسی ذمہ داری کو نبھانے کے لئے بہترین اور اہل اشخاص کے چناؤ کا طریقہ کار اپنایا جاتا ہے جس میں ہسپتال میں میڈیکل سپرنٹنڈنٹ کی تقرری بھی شامل ہے۔

1.8 **ایڈووکیٹ جنرل کے اعتراضات:** ابتداء میں فاضل ایڈوکیٹ جنرل نے زور دیا کہ حکومتِ بلوچستان نے 6 اکتوبر 2016 کے حکمنامے (متذکرہ بالا) کے دو نکات پر نظر ثانی کے لئے درخواست دائر کر رکھی ہے: اولاً یہ کہ کمیشن کا قیام عمل میں نہیں لایا جانا چاہیئے اور دوئم انھوں نے اس کی سربراہی مجھے (قاضی فائز عیسیٰ) کو سونپنے پر اعتراض اٹھایا ہے کیونکہ میں نے شہدا کے ورثا اور زخمیوں کے نام اظہارِ ہمدردی کی غرض سے ایک مراسلہ بھیجا تھا لہٰذا مجھے سماعت سے احتراز کر لینا چاہیئے۔ چونکہ میں حکمنامے پر نظر ثانی کا اختیار نہ رکھتا تھا لہٰذا ایڈوکیٹ جنرل کو کہا گیا کہ بلوچستان حکومت کی جانب سے عدالت عظمیٰ میں دائر کردہ نظر ثانی کی درخواست کی پیروی کرے۔ تاہم کارروائی سے احتراز کے عذر کے ضمن میں مَیں نے فاضل ایڈوکیٹ جنرل سے استفسار کیا کہ مجھے سماعت سے کیوں احتراز کرنا چاہیے۔ انھوں نے بار بار یہ کہہ کر جواب دیا کہ وہ میرے مراسلے میں درج اظہارِ غم کے احساسات سے مکمل طور پر اتفاق کرتے ہیں لیکن پھر بھی مجھے سماعت سے احتراز کرنا چاہیے۔ مراسلہ جو مَیں نے دہشت گرد حملوں کے فوراً بعد اردو زبان میں بھیجا تھا برائے ملاحظہ درج ذیل ہے:

''شہدا کے ورثا اور غازیوں کے نام

اگر میری آنکھیں آبشار ہوتیں تب بھی ان میں آنسو کم پڑ جاتے۔ میرے شہید دوست مجھ سے بچھڑ گئے ہیں بہت سارے شدید زخمی ہیں۔ میں یقیناً آپ ہی کی طرح پہلے تو شدید رنج وغم سے نڈھال ہو گیا پھر بے پناہ غصہ اور پھر مایوسی کا عالم۔ مگر پھر میں نے کلام الٰہی کی طرف رجوع کیا اور بہت سے احکامات و کلمات روزِ اجل کی طرح دل کی گہرائیوں میں سما گئے۔ شہید مرتے نہیں وہ زندہ ہیں (سورۃ البقرہ، آیت ۱۵۴)۔ شہیدوں کا خون ضائع نہیں ہوتا۔ جس نے ایک انسان کا قتل کیا گویا اس نے تمام انسانیت کو قتل کیا (سورۃ المائدہ، آیت ۳۲)۔ اور اللہ تعالیٰ ہمیں نصیحت کرتے ہیں کہ مایوس نہ ہوں اور صبر کا دامن نہ چھوڑیں (سورۃ ھود، آیت ۱۱۵)۔

قاتلوں نے بے دردی سے قتل کیے۔ قاتلوں کی مقتولین سے کوئی دشمنی نہیں۔ قاتلوں نے اپنے منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے جائے شفاء کا انتخاب کیا۔ قاتلوں نے کوئی تفریق نہ کی۔ ان کی زد میں بوڑھے اور بچے، ان کی زد میں ہر دین و مذہب، ان کی زد میں مرد اور عورت، ان کی زد میں قانون اور آئین کے محافظ، ان کی زد میں انسانیت۔

قاتلوں کو اگر جانوروں سے تشبیہ دیں تو جانوروں کی تضحیک ہو گی۔ قاتلوں کے دل سنگ نہیں کیونکہ پتھروں سے بھی کبھی چشمے پھوٹتے ہیں۔ قاتلوں کے دل نفرتوں اور مایوسیوں کا مجموعہ ہیں۔ انسان، انسانیت سے نفرت، جائے شفاء سے نفرت، قانون کے پاسداروں سے نفرت، قوم اور ملک سے نفرت، اللہ کی مخلوق سے نفرت، دینِ الٰہی سے نفرت۔

قاتلوں کی مایوسی کہ وہ ہمیشہ کے لئے دوزخ میں مقیم ہوں گے۔ مایوسی کہ وہ شرم سے اپنے چہرے چھپاتے ہیں۔ مایوسی کے بغیر جبر، بغیر بندوق، بغیر بم ان کے پیغام نفرت کی آواز ہی نہیں۔ مایوسی اس بات کہ جن ماؤں نے انہیں جنم دیا ان کے ہونٹوں سے اگر کوئی دُعا نکلتی ہے وہ یہ کہ ان کو صراطِ مستقیم پر لے آئیں۔ مایوسی اس بات کی کہ جب ان کی کھالیں از حکمِ اللہ تعالیٰ جلیں گی (سورۃ الملک، آیت 11) تو شہید جنت کی چھاؤں میں بہتے پانی کے ساتھ ہمیشہ اور ہمیشہ آرام پذیر رہیں گے (سورۃ الغاشیہ، آیت 10 اور 12)

اب سوال اٹھتا ہے کہ اس آزمائش کے دورانیے میں ہم کیا کریں؟ کیا ہم اپنے رنج وغم کو غصہ اور نفرت میں تبدیل کر دیں؟ کیا ہم شہیدوں کے خون کو ماتمی چھاپ تک ہی محدود کر دیں؟

شہداء اور زخمی پاسبانِ آئین و قانون تھے اور ہیں۔ مفلسوں کے ترجمان تھے اور ہیں۔ انصاف کی فراہمی میں مدد کرتے تھے اور کرتے ہیں۔ جی شہداء بھی کیونکہ وہ آج بھی زندہ ہیں، کل بھی زندہ رہیں گے۔ ان کی نشست ہمارے ساتھ ہے۔ ان کا خون ہمارے قلموں میں اُتر آیا ہے۔ انہوں نے اپنے خون کے عطیے سے بھائی چارے، انسان دوستی اور قانون پر عمل کرنے کی مثال قائم کی اور اب اس مشکل وقت میں ان کی نظریں ہم پر ہیں کہ ہم بھی بھائی چارے، انسان دوست رویہ اور قانون کی پاسداری کر سکیں گے؟ کیا ہم انصاف کو زیادہ احسن طریقے سے مہیا کر سکیں گے۔

میرے شہید دوست آپ نے مجھے، ہم سب کو، بہت ہی مشکل امتحان میں ڈال دیا ہے۔ میں
پروردگار سے دُعا گو ہوں کہ مجھے اور شہداء کے ورثاء اور زخمیوں کو صبر عطا فرمائے اور آپ کے قانون و علم سے
محبت کے جذبے کو مستحکم کرے اور آپ کے فراہمیِ انصاف کے اہداف کو ہماری مشعلِ راہ بنائے۔ آمین۔
آپ سب کا مخلص
جسٹس قاضی فائز عیسیٰ"

1.9 **مقدمے کی سماعت سے احتراز کا عذر (Recusal):** فاضل ایڈوکیٹ جنرل کوئی خاطر خواہ وجہ نہ بتا سکے کہ مجھے سماعت سے کیوں احتراز کرنا چاہیے۔ متذکرہ بالا مراسلے میں اظہار کردہ میرے احساسات وہی تھے جو کسی بھی جج، وکیل یا شہری کے ہو سکتے ہیں اور جس سے فاضل ایڈوکیٹ جنرل بھی مکمل طور پر اتفاق کرتے ہیں، لہٰذا ان احساسات پر اعتراض کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ کم از کم پاکستان میں کوئی بھی جج اس کمیشن کی سربراہی کے قابل نہ ہوگا۔ چونکہ مقدمے کی سماعت سے احتراز اور مجھے سونپی گئی اس اہم ذمہ داری سے انکار کے لیے کوئی خاطر خواہ وجہ موجود نہیں تھی لہٰذا میرے پاس انکوائری جاری رکھنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں رہا۔ یہاں میں یہ اضافہ کرنا چاہوں گا کہ کمیشن بنانے یا اس کی سربراہی کرنے کا فیصلہ میرا نہ تھا اور یہ ذمہ داری مجھ سے پیشگی مشورہ کے بغیر مجھے سونپی گئی تھی۔ بعد ازاں حکومتِ بلوچستان نے خود ہی نظر ثانی کی درخواست کو واپس لینے کا فیصلہ کر لیا یعنی ان کو دونوں اعتراضات انکوائری کمیشن کے قیام اور میری جانب سے سماعت کرنے پر مزید کوئی اعتراض نہ رہا۔

1.10 **کمیشن کا دائرہ کار:** کمیشن نے کُل 45 افراد کی شہادت کو پرکھا، 40 کو کوئٹہ میں اور 5 کو اسلام آباد میں؛ جس میں ایک زخمی وکیل بھی تھا جس کی شہادت کوئٹہ میں ریکارڈ کی گئی اور مزید ہوائی فائرنگ کے متعلق شہادت اسلام آباد میں[3]۔
کمیشن کو پولیس اور خفیہ ایجنسیوں کی جانب سے کوئٹہ میں اِن کیمرہ بریفنگ بھی دی گئی۔ کمیشن نے ہسپتال کا دورہ بھی کیا۔ کمیشن نے بروز سوموار 17 اکتوبر 2016 سے کوئٹہ میں کام کا آغاز کیا اور 12 نومبر 2016 بروز ہفتہ تک کام جاری رکھا۔ وقت کی کمی کا خیال کرتے ہوئے تحقیقات، شہادت اکٹھی کرنے اور سب کی رضامندی سے اُن پر رائے لینے کا سلسلہ راتوں تک جاری رہا یہاں تک کہ ہفتہ وار تعطیلات کے دوران بھی کام جاری رہا۔

1.11 **مدت میں اضافہ:** 45 افراد کے شہادتی بیانات پڑھے جانے تھے اور شہادتی دستاویزات دیگر خطوط اور دستاویزات کا جائزہ، تجزیہ اور ہم آہنگی دیکھی جانی تھی جو کہ رپورٹ پیش کرنے کے لئے دیئے گئے وقت میں مکمل کیا جانا ممکن نہ تھا لہٰذا رپورٹ پیش کرنے کے لئے دیئے گئے وقت میں اضافے کے لئے مزید تین ہفتوں اور پھر ایک مزید ہفتے کے لئے استدعا کی گئی اور عدالتِ عظمیٰ نے استدعا منظور کرتے ہوئے رپورٹ پیش کرنے کا وقت 14 دسمبر 2016 تک بڑھا دیا۔

2 <u>جناب بلال کاسی اور ان کا قتل</u>

2.1 **جناب بلال انور کاسی:** جناب بلال انور کاسی مرحوم ("**جناب بلال کاسی**") ایک وکیل تھے اور بلوچستان بار ایسوسی ایشن کے صدر بھی تھے؛ بلوچستان بار ایسوسی ایشن اور اس کے عہدیداران بمع صدر اپنی مدت مکمل کر چکے تھے اور بلوچستان بار ایسوسی ایشن کے مختلف عہدوں کے لئے انتخابات بروز ہفتہ 13 اگست 2016 کو طے شدہ تھے۔

2.2 **اُن کا قتل:** بروز پیر 8 اگست 2016 کو جناب بلال کاسی اپنے گھر جو مانو جان روڈ، ہدا، کوئٹہ میں واقع تھا سے عدالت جانے کے لئے نکلے[4]۔ مانو جان روڈ سے مینگل روڈ کی جانب مڑتے ہوئے انھوں نے اپنی گاڑی کی رفتار کم کی تا کہ سڑک پر بنے اسپیڈ بریکر پر سے گاڑی آسانی سے گزاری جا سکے[5]۔ جب وہ دو اسپیڈ بریکروں سے گزر چکے تھے تو اُن پر تقریباً آٹھ بج کر پینتالیس منٹ پر انتہائی قریب سے یکے بعد دیگرے گولیاں ماری گئیں۔ جناب بلال کاسی کے چھوٹے بھائی جناب شعیب کاسی جو ایک ہی احاطے میں علیحدہ گھر میں رہتے ہیں نے گولیوں کی آوازیں سنیں اُن کو پڑوسی نے بتایا کہ اُن کے بھائی پر حملہ ہوا ہے اور وہ فوراً جائے وقوعہ پر پہنچے[6]۔ بعد میں انھوں نے اپنے گھر سے جائے وقوعہ کا فاصلہ ناپا جو تقریباً 160 قدم کا ہے[7]۔

2.3 **جناب بلال کاسی کی ہسپتال منتقلی:** جب جناب شعیب کاسی اپنے بھائی کی گاڑی تک پہنچے تو انھوں نے دیکھا کہ اُن کے بھائی پر یکے بعد دیگرے گولیاں چلائی گئی ہیں۔ اُن کے چچا اور دیگر افراد نے مدد کر کے جناب بلال کاسی کو شعیب کاسی صاحب کی کار میں منتقل کیا جو فوراً اپنے بھائی کو ہسپتال کی ایمرجنسی میں لے گئے جو "شعبۂ حادثات (Casualty)" کے نام سے جانا جاتا ہے[8]۔ شعبۂ حادثات کا داخلی دروازہ جناح روڈ کی طرف ہسپتال کے داخلی دروازے کی جانب تھا۔ جناب طارق کاسی جو جناب بلال کاسی کے بڑے بھائی بھی ہیں دوسری کار میں ہسپتال پہنچے[9]۔

2.4 **ہسپتال کا شعبۂ حادثات:** جناب شعیب کاسی نے بتایا کہ جب وہ ہسپتال کے شعبۂ حادثات پہنچے تو اُنھیں مسلسل چلّانا پڑا تا وقتیکہ طبی عملہ ایک اسٹریچر لے کر آیا۔ وہاں موجود لوگوں کی مدد سے جناب بلال کاسی کی لاش کو اسٹریچر پر منتقل کیا گیا اور شعبۂ حادثات کے اندر پہنچایا گیا۔ جناب شعیب کاسی نے بتایا کہ وہ تقریباً بیس منٹ تک شعبۂ حادثات میں ٹھہرے اور پھر گھر گئے اور ان بیس منٹوں میں پولیس کا کوئی بھی افسر واقعہ کے متعلق معلومات لینے نہیں آیا تھا[10]۔

2.5 **پہلی جائے وقوعہ:** جب جناب شعیب کاسی گھر واپس جا رہے تھے تو وہ مینگل روڈ سے گزرے۔ یہ وہی روڈ ہے جس پر اُن کے بھائی کا قتل ہوا تھا اور وہ اپنے بھائی کی چھوڑی گاڑی کے پاس سے گزرے انھوں نے دیکھا کہ اسے ابھی تک پولیس نے گھیرے میں نہیں لیا تھا اور نہ ہی جائے وقوعہ پر کوئی پولیس والا موجود تھا[11]۔ ایک چشم دید گواہ نے بتایا کہ اُس نے تین حملہ آوروں کو ایک ہی موٹر سائیکل پر جائے وقوعہ جہاں جناب بلال کاسی کا قتل کیا گیا ("**پہلی جائے وقوعہ**") سے فرار ہوتے دیکھا، جن میں سے دو نے جو پیچھے بیٹھے تھے بندوقیں پکڑی ہوئی تھیں[12]۔ اِن حملہ آوروں نے فرار کے لئے مانو جان روڈ سے گزرنے کا راستہ لیا اور بالکل جناب بلال کاسی اور اُن کے بھائیوں جن میں ایک ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج ہیں اور ان کے پاس گن مین بھی ہے کے گھروں کے سامنے سے گزرے[13]۔ وہ علاقہ جہاں جناب بلال کاسی کا گھر واقع ہے اور دونوں سڑکیں، مانو جان روڈ اور مینگل روڈ جن پر اُنھوں نے سفر کیا، دراصل صرف علاقے کے رہنے والوں کے استعمال کے لئے ہیں اور شاہراہِ عام نہ ہیں۔

2.6 **جناب بلال کاسی کے قاتل:** جناب بلال کاسی کے قاتلوں نے اُن کے اپنے علاقے کو اُن کے قتل کے لئے چُنا اور بہت احتیاط سے ایسی جگہ کا انتخاب کیا جہاں وہ دِن کی روشنی میں دفتری ایام میں جب اُس جگہ پر عام طور پر کافی لوگ ہوتے ہیں اپنا کام کر سکیں۔ انھیں یہ بھی عِلم تھا کہ جناب بلال کاسی کس سڑک سے گزریں گے۔ قاتلوں کو علاقے کی مکمل معلومات تھیں اُنھیں پکڑے جانے کا کوئی خوف اور خطرہ نہ تھا، بے باک تھے، قتل کرنے میں مہارت رکھتے تھے اور بے جگری سے نپے تُلے انداز میں اپنا کام کر کے فرار ہوئے۔

3 ہدف کا چُناؤ

دہشت گردوں نے بظاہر جناب بلال کاسی کو قتل کیلئے اِس لئے چُنا کہ وہ بلوچستان بار ایسوسی ایشن کے صدر کی حیثیت سے وکلاء برادری میں نمایاں مقام رکھتے تھے اور قاتلوں نے بلاشبہ یہ اندازہ لگایا تھا کہ اُن پر حملہ کرنے سے وکلاء برادری سیخ پا ہو گی۔ اِس سے قبل 8 جون 2016 کو کچھ نامعلوم حملہ آوروں نے اسی قسم کے انداز میں بیرسٹر امان اللہ اچکزئی جو بلوچستان یونیورسٹی کے لاء کالج کے پرنسپل تھے کو قتل کیا تھا لیکن وہ اس کے بعد خودکش حملہ نہ کر سکے۔ اِس امکان کو رَد نہیں کیا جا سکتا کہ ایک ہی گروہ نے یہ دونوں قتل کروائے ہیں بطور خاص جب فارنسک ماہرین نے دونوں حملوں میں مماثلت کی تصدیق کی ہے[14]۔ بیرسٹر امان اللہ اچکزئی کے قاتل بھی شائد توقع رکھتے تھے کہ اُن کے قتل سے وکلاء برادری مشتعل ہوگی کیونکہ وہ لاء کالج کے پرنسپل تھے تاہم بیرسٹر امان اللہ اچکزئی کے قتل کے نتیجے میں وکلاء کی بڑی تعداد ایک مخصوص جگہ پر جمع نہ ہوئی کیونکہ اِس ضمن میں کچھ بے یقینی تھی کہ اُن کے جسدِ خاکی کو کہاں لے جایا گیا ہے۔

4 جناب بلال کاسی کے قتل کی جائے وقوعہ اور ابتدائی اطلاعی رپورٹ (FIR)

4.1 **ابتدائی اطلاعی رپورٹ (FIR):** جناب بلال کاسی کے قتل کی ابتدائی اطلاعی رپورٹ (FIR) نمبر 65/2016 مورخہ 8 اگست 2016 کو اُن کے بھائی جناب شعیب کاسی نے تھانہ صدر کوئٹہ میں درج کروائی[15]۔

4.2 **پہلی جائے وقوعہ کا تحفظ:** جناب شعیب کاسی نے بیان کیا کہ پہلی جائے وقوعہ جہاں جناب بلال کاسی کو قتل کیا گیا کو اُس وقت تک گھیرے میں نہیں لیا گیا تھا جب وہ اپنے بھائی کے جسدِ خاکی کو ہسپتال چھوڑ کر واپس جا رہے تھے۔ اس وقت حملے کو تقریباً 40 منٹ گزر چکے تھے[16]۔ پہلی جائے وقوعہ کو نہ تو بعد میں جائزے کے لئے فلمایا گیا تھا اور نہ ہی اس کی تصاویر لی گئی تھیں۔

4.3 **پہلی جائے وقوعہ میں جن معاملات کو نظر انداز کیا گیا:** درج ذیل معاملات کو پہلی جائے وقوعہ پر نظر انداز کیا گیا تھا:

(1) آٹھ گولیوں کے خالی خول (جن کو محاورتاً "empties" کہا جاتا ہے) ملے تھے لیکن ان کو انگلیوں کے نشانات حاصل کرنے کے لئے محفوظ نہ بنایا گیا؛

(2) آٹھ گولیوں کے خولوں کو صرف اسلحے کی نوعیت اور یہ جاننے کے لئے کہ وہ دیگر جرائم میں استعمال ہونے والی گولیوں کے خول سے مماثلت رکھتے ہیں کہ نہیں فارنسک تجزیے کے لئے بھیجا گیا تھا تاہم ان پر انگلیوں کے نشانات کو جانچنے کے لئے کوئی درخواست نہیں کی گئی تھی؛

(3) جناب بلال کاسی کو ماری گئی گولیوں کو تلاش کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی جبکہ یہ انتہائی آسان تھا کیونکہ اُن کو ان کی گاڑی میں ہی گولی ماری گئی تھی اور گولیاں تلاش کرنے کے لئے اُن کی گاڑی کی تلاشی لی جا سکتی تھی؛

(4) پولیس نے جناب بلال کاسی کی کار جس میں اُنھیں قتل کیا گیا کو تقریباً ایک ماہ تک اپنے قبضے میں رکھا لیکن اس پورے عرصے میں انھوں نے چلائی گئی گولیوں کو تلاش نہیں کیا؛

(5) چلائی گئی گولیوں کی تلاش کے لئے گرد و نواح کا جائزہ بھی نہیں لیا گیا؛

(6) جس گاڑی میں جناب بلال کاسی کو گولیاں ماری گئیں اس کا فارنسک تجزیہ نہیں کیا گیا؛

(7) جائے وقوعہ کا فارنسک تجزیہ نہیں کیا گیا اور نہ ہی اسے بعد میں تجزیے کے لئے محفوظ بنایا گیا؛

(8) کسی بھی فارنسک تجزیہ گاہ سے جائے وقوعہ کے تجزیے کے لئے فارنسک معاونت نہیں مانگی گئی؛

(9) جائے وقوع کو نہ تو جامع طور پر فلمایا گیا اور نہ ہی اُس کی تصاویر لی گئیں تا کہ اُن کا بعد میں جائزہ لیا جا سکے؛ اور

(10) ایک چشم دید گواہ نے پولیس کو مطلع کیا کہ تین حملہ آور ایک موٹر سائیکل پر فرار ہوئے حتیٰ کہ اُس نے اُن کے فرار کی درست سمت بھی بتا دی لیکن اُن کے فرار کے راستے کا تعین کرنے یا پہیوں کے نشانات دیکھنے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی جو کہ کیچڑ میں آسانی سے مل سکتے تھے اور نہ ہی دیگر چشم دید گواہان کے بیانات کا جائزہ لیا گیا۔

4.4 **کمیشن کی مداخلت کے بعد فرانزک تجزیہ:** کمیشن نے کارروائی کے دوران یہ سوال اُٹھایا کہ جائے وقوعہ کا جائزہ کیوں نہیں لیا گیا۔ کمیشن نے اِس ضمن میں مورخہ 18 اگست 2016 کو مراسلہ نمبر 004 [17] پنجاب فرانزک سائنس ایجنسی ("**PFSA**") کو لکھا:

> "17.10.2016 کو کوئٹہ میں انکوائری کمیشن کی سماعت کے دوران معلوم ہوا ہے کہ دونوں جائے وقوعہ جہاں یہ دونوں واقعات یعنی جناب بلال انور کاسی، سابق صدر بلوچستان بار ایسوی ایشن اور اس کے بعد سینڈیمن ہسپتال میں ہونے والے دھماکے کے واقعات ہوئے، کا فرانزک تجزیہ تا حال نہ کرایا جا سکا ہے۔ مزید برآں کئی دیگر ایسے معاملات بھی ہیں جن میں کمیشن کو آپ کی معاونت درکار ہو گی جن میں خودکش بمبار کی شناخت، استعمال کردہ دھماکہ خیز مواد کی نوعیت اور اس کے ذرائع وغیرہ شامل ہیں"۔

PFSA کے ڈائریکٹر جنرل اپنے ماہر کے ہمراہ کوئٹہ تشریف لائے اور مختلف جائے وقوعات پر گئے: جیسے جناب بلال کاسی، بیرسٹر امان اللہ اچکزئی اور پولیس کے ایک سب انسپکٹر کی جائے قتل اور ہسپتال میں دھماکے کی جگہ۔ جناب بلال کاسی کے قتل کی جائے وقوعہ کو دوبارہ تشکیل دیا گیا[18]؛ اُن کی گاڑی لائی گئی اور اُس زاویے سے کھڑی کی گئی جس پر اس کو جناب شعیب کاسی نے کھڑے پایا تھا، ڈینٹر جس نے گاڑی ٹھیک کی تھی کو بلایا گیا دروازوں کے پلڑے ہٹائے گئے، چلائی گئی گولیوں کے زاویوں کا تخمینہ لگایا گیا، سرہانے کے غلاف سے ایک 9mm کی گولی بھی برآمد ہوئی[19]۔ PFSA نے جب گولیوں کے خول کا تجزیہ کیا تو پتہ چلا کہ یہ گولیاں دو مختلف 9mm پستولوں سے چلائی گئی تھیں[20]۔ گولیوں کے خول کے موازنے سے پتہ چلا کہ یہ دیگر جرائم سے مماثلت رکھتے ہیں اور اُن کی مماثلت جن دیگر جرائم سے ثابت ہوئی وہ درج ذیل ہیں:

- پولیس کے سب انسپکٹر مشتاق کا 4 جولائی 2016 کو ہونے والا قتل؛
- دو ہزارہ خواتین کا 4 اکتوبر 2016 کو ہونے والا قتل؛ اور
- فرنٹیئر کور کے دو سپاہیوں کا 14 اکتوبر 2016 کو ہونے والا قتل[21]۔

5 وکلاء، مردہ خانہ، ایکسرے کا کمرہ اور دھماکہ

5.1 **وکلاء کا اجتماع:** سوموار 8 اگست 2016 کو وکلاء اپنے روزمّرہ کے امور کی سرانجام دہی کے لئے عدالتوں (کچہری، سیشن کورٹ اور عدالت عالیہ) میں گئے جہاں انھوں نے جناب بلال کاسی پر حملے اور ان کے قتل کے بارے میں سنا۔ کچھ کو پتہ

چل گیا کہ وہ قتل کئے جا چکے ہیں جبکہ کچھ کو گمان ہوا کہ وہ بری طرح زخمی ہو گئے ہیں اور ہسپتال لے جائے گئے ہیں[22]۔ وکلاء جلدی سے ہسپتال پہنچے جہاں جناب بلال کاسی کو لے جایا گیا تھا۔ وکلاء کا پہلا گروپ جناب شعیب کاسی کے اپنے بھائی کو ہسپتال لانے کے تیس منٹ کے اندر ہسپتال پہنچ گیا۔ وکلاء ہسپتال پہنچنے کے بعد ابتدائی طور پر شعبۂ حادثات (Casualty) کی عمارت کی ایک جانب جمع ہوئے جو ہسپتال کے انسکمب (Anscomb) روڈ والے داخلی دروازے سے قابلِ رسائی تھا۔

5.2 **مردہ خانہ اور ایکسرے کا کمرہ:** جناب بلال کاسی پہلے ہی جہانِ فانی سے کوچ کر چکے تھے اور اُن کے جسدِ خاکی کو ہسپتال میں مردہ خانے میں رکھا گیا تھا[23]۔ ایک ڈاکٹر نے جناب بلال کاسی کے چہرے پر گولی کے زخموں پر ٹانکے لگا دیئے اور اس کے بعد ان کے جسدِ خاکی کو ایکسرے کے لئے شعبۂ حادثات میں ایکسرے کے کمرے تک لے جایا گیا۔ جناب بلال کاسی کے سر کا ایکسرے لیا گیا اور ان کے دھڑ کا ایکسرے ابھی لیا جانا تھا جب شعبۂ حادثات (Casualty) کے باہر انسکمب (Anscomb) روڈ کی جانب جہاں وکلاء کا اجتماع تھا ایک دھماکا ہوا۔

5.3 **جائے دھماکہ:** دھماکہ بند راستے/بند گلی میں ہوا۔ اس بند راستے کے آخر میں شعبۂ حادثات کی عمارت ہے اِس بند راستے تک رسائی صرف انسکمب (Anscomb) روڈ سے ممکن ہے جو ہسپتال کا ایک داخلی دروازہ بھی تھا جبکہ اِس بند راستے کی دیگر اطراف میں مردانہ اور زنانہ سرجیکل وارڈز ہیں۔

5.4 **دھماکے کی قسم:** دھماکہ ایک خودکش بمبار نے کیا تھا جس نے دھماکہ خیز مواد اور بال بیرنگ (ball bearings) سے بنی خودکش جیکٹ کو اُڑا لیا۔ اُس نے اپنے کپڑوں کے اندر خودکش جیکٹ پہن رکھی تھی۔ دھماکے سے بال بیرنگ پوری قوت سے ہر طرف جا لگے۔ دھماکے کی شدت کا اندازہ اُن بال بیرنگ سے لگایا جا سکتا ہے جو دھماکے کی جگہ پر کنکریٹ اور اینٹوں کی دیواروں میں گہرائی تک پیوست ہو گئے تھے؛ بال بیرنگ نے ملحقہ مردانہ سرجیکل وارڈ کو بھی نقصان پہنچایا اور ایک لیڈی ڈاکٹر (ڈاکٹر درین گُل، W-22) کو بھی اس قدر زور سے لگا کہ وہ کمرے کی دوسری جانب جا گری اور شدید زخمی ہوئی[25]۔ اِس دھماکے میں 75 لوگ مارے گئے جن میں ایک بچہ اور ایک عورت بھی شامل تھی اور تقریباً 105 لوگ زخمی ہوئے۔

6 <u>خودکش بمبار اور اُس کی شناخت</u>

6.1 **خودکش حملہ آور:** خودکش حملہ آور کو کلوز سرکٹ ٹیلیویژن ("CCTV") جو ہسپتال میں نصب تھے کی ریکارڈنگ میں دیکھا جا سکتا ہے۔ خودکش حملہ آور سفید شلوار قمیض میں ملبوس تھا اور اس نے کمر تک لمبی کالی چھوٹی شیروانی جسکے بٹن بند تھے اور کالے جوتے پہن رکھے تھے[26]۔ وہ اپنے بائیں ہاتھ میں خاکی رنگ کی ایک فائل پکڑے آہستہ آہستہ اوپر نیچے (اُس کونے سے جو شعبۂ حادثات پر ختم ہوتا ہے اور دوسرا جو انسکمب روڈ پر جاتا ہے) چلتا دِکھائی دیتا ہے۔ جب وہ چلتا نہیں تو دونوں کناروں پر کھڑا ہوا دکھائی دیتا ہے[27]۔ خودکش حملہ آور ایک بالغ آدمی تھا اور اس کی عمر 30 برس تک لگتی تھی۔ اُس کی کالی داڑھی اور لمبے بال تھے جن میں تیل لگا ہوا تھا اور پیچھے کی جانب بنائے گئے تھے۔ وہ مسلسل وکلاء کے مجمعے کے قریب رہا تا کہ ممکنہ طور پر کسی کا سامنا ہونے اور سوال کئے جانے سے بچا جا سکے۔ اُس کے حلیے اور اس کے ہاتھ میں فائل کے ہونے سے کوئی بھی اسے سرکاری ملازم یا

وکیل سمجھ سکتا تھا کیونکہ کوئٹہ میں کچھ وکلاء شیروانی بھی پہنتے ہیں۔ بعدازاں ایسی شہادت ملی جس نے اِس گمان کی توثیق کی۔ اُس حلیے کا انتخاب آسانی سے مجمع میں ضم ہونے اور اپنے آپ کو لوگوں کی توجہ سے بچانے کے لئے تھا۔ اُس کا چہرہ پرسکون تھا اور ایسا محسوس نہیں ہوتا تھا کہ وہ کسی نشہ آور ادویات کے زیرِ اثر ہے۔

6.2 **دھماکہ:** خودکش حملہ آور نے اپنی خودکش جیکٹ کو اس وقت نہیں اُڑایا جب وکلاء نے وہاں جمع ہونا شروع کیا۔ اُس نے ممکنہ طور پر انتظار کیا کہ اجتماع بڑھے یا پھر ہائیکورٹ کے ججوں کا انتظار تھا[28]۔ جب جناب داؤد کاسی مرحوم نے اعلان کیا کہ جناب بلال کاسی کا جسدِ خاکی ہسپتال سے لے جایا جائے گا اُن کا وکلاء کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کرنا دیکھا جا سکتا ہے (جو کونے میں لگے ایک کیمرے کی ریکارڈنگ میں دیکھا جا سکتا ہے) اُسی لمحے خودکش حملہ آور نے اپنی خودکش جیکٹ کو اڑا دیا[29]۔ کوئی بھی یہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ اس موقع پر اپنے آپ کو اڑا لینا اس کے لئے ایسا موقع تھا جس سے زیادہ سے زیادہ اموات اور تباہی ہو سکتی تھی کیونکہ اس وقت تک کافی تعداد میں وکلاء وہاں جمع ہو چکے تھے جو ریکارڈنگ سے واضح ہے۔ اپنی جیکٹ کا بٹن دبانے سے فوری پہلے اسے وکلاء کے مجمع کی جانب بڑھتے دیکھا جا سکتا ہے اُس وقت اُس کے بائیں ہاتھ کی حرکت واضح ہے جو شاید دھماکے کا سوئچ دبانے کیلئے تھی جو اُس کے بازو کی آستین یا پکڑی ہوئی فائل سے چھپی ہوئی تھی[30]۔

6.3 **خودکش بمبار کا سر:** خودکش بمبار کا سر نہیں ملا۔ ڈائریکٹر جنرل PFSA نے بتایا کہ عمومی طور پر خودکش حملہ آور کا سر محفوظ حالت میں مل جاتا ہے کیونکہ وہ جسم سے علیحدہ ہو کر دور گر جاتا ہے[31]۔ تاہم اس وقت خودکش جیکٹس انتہائی مہارت سے تیار کی جاتی ہیں جن میں دھماکہ خیز مواد اِس انداز سے لگایا جاتا ہے کہ حرکی مواد خودکش بمبار کے جسم کے اردگرد پھیل کر بہت زیادہ مہلک اور خودکش بمبار کے اردگرد لوگوں کے لئے زیادہ تباہ کن ثابت ہو جاتا ہے۔ اس جدید قسم کی خودکش جیکٹ کا حرکی مواد نیچے کی جانب نہیں جاتا۔ اِس قسم کی خودکش جیکٹ عام طور پر خودکش بمبار کا سر اور چہرہ بھی تباہ کر دیتی ہے[32]۔

6.4 **جوتوں اور جرابوں کی خریداری اور خودکش بمبار کی شناخت:** گھٹنوں کے نیچے سے کٹی ہوئی دو ٹانگیں دھماکے کی جگہ میں موجود پائی گئی تھیں جن کے بارے میں تفتیش کاروں کا خیال تھا کہ وہ خودکش بمبار کی ٹانگیں ہیں؛ پاؤں میں نئے جوتے اور جرابیں موجود تھیں جو دھماکے میں جلنے اور تباہ ہونے سے بچ گئیں تھیں۔ جوتوں پر بورجان "Borjan" برانڈ کا نشان (label) لگا تھا جس کی بناء پر پولیس کے تفتیش کار کوئٹہ میں موجود بورجان Borjan کی دکان تک پہنچے تا کہ معلومات لی جا سکیں۔ دکان پر CCTV کیمرے نصب ہیں جو خریداروں کو ریکارڈ کرتے ہیں اور ان کی ریکارڈنگ محفوظ تھیں اور اس دن کی ریکارڈنگ بھی محفوظ تھی جب مذکورہ جوتے اور جرابیں خریدی گئیں جس کو دیکھا گیا وہ شخص جو ہسپتال کے CCTV کیمرہ کی ریکارڈنگ میں وکلاء کے اجتماع کے نزدیک کھڑا اور چلتا دکھائی دیا وہ اپنے ساتھی کے ساتھ دکان پر دکھائی دیا[33]۔ ہسپتال کے CCTV کیمرے کی ریکارڈنگ کو دوبارہ دیکھا گیا جس میں بورجان کی دکان پر دیکھا گیا خودکش بمبار کا ساتھی بھی دکھائی دیا[34]۔ خودکش بمبار کا خاصا لمبا ساتھی سر پر بڑا سفید رنگ کا رُومال لئے ہوئے تھا جس کے کناروں سے اُس نے اپنا چہرہ کچھ حد تک چھپا رکھا تھا۔ ریکارڈنگ سے پتہ چلا کہ خودکش بمبار کے ساتھی نے اس کے جوتوں اور جرابوں کی قیمت ادا کی تھی۔

6.5 **مشکوک افراد کی شناخت:** اگرچہ خودکش بمبار اور اس کے ساتھی کی کیمرہ ریکارڈنگ میں نشاندہی ہو گئی تھی لیکن پولیس

یہ نہیں جانتی تھی کہ وہ کون تھے[35]۔ حکومت نے ایک عوامی اعلامیہ مورخہ 13 اگست 2016 کو اخبارات میں جاری کیا جس میں حملہ آوروں کے متعلق معلومات حاصل کی گئیں لیکن کوئی ردِعمل موصول نہ ہوا۔ کمیشن کو دی گئی اِن کیمرہ بریفنگ میں انسپکٹر جنرل پولیس ("IG") اور اُن کے ماتحتوں سے کمیشن نے استفسار کیا کہ کیمروں کی ریکارڈنگ میں دیکھے گئے افراد کی تصاویر اخبارات میں شائع کیوں نہیں کی گئیں اور اِن افراد کی شناخت بتانے پر کسی انعام کا اعلان کیوں نہ کیا گیا۔ پولیس نے جواب دیا کہ تصاویر واضح نہ تھیں اور نادرا جہاں تصاویر شناخت کے لئے بھیجی گئی تھیں کے پاس ان کو مزید صاف اور عیاں کر کے دیکھنے کی صلاحیت نہ تھی۔ مَیں نے مزید استفسار کیا کہ اس ضمن میں فرانزک ماہرین کی مدد کیوں نہیں حاصل کی گئی۔ بعد ازاں ریکارڈنگ بڑی اور واضح کرنے کے لئے PFSA کو بھیجی گئی[36]۔ PFSA نے مشتبہ افراد کی تصاویر کو صاف اور عیاں کیا۔ جب تصاویر عیاں ہو گئیں تو اُنھیں دوبارہ اخبارات میں شائع کیا گیا اور مشتبہ افراد کی معلومات دینے والے کے لئے ایک کروڑ روپے کا اعلان بھی کیا گیا[37]۔ اس کے نتیجے میں ایک مخبر سامنے آیا جس نے خودکش بمبار کی شناخت کی اور یہ بتایا کہ وہ کہاں رہتا تھا[38]۔ خودکش بمبار کی شناخت کی مزید توثیق کے لئے اُس کے والد کا لعابِ دہن سے حاصل کیا گیا[39]۔ DNA جو لعابِ دہن حاصل کیا گیا تھا خودکش بمبار کی کٹی ٹانگوں کی ہڈی سے حاصل کردہ DNA جو پہلے حاصل کر لیا گیا تھا سے مماثل تھا جس سے ایک ربط قائم ہو گیا[40]۔

6.6 **خودکش بمبار کون تھا:** اب پولیس کے پاس خودکش بمبار کی حتمی شناخت موجود تھی۔ وہ ایک ٹوٹے خاندان سے تعلق رکھتا تھا اُس کے والدین میں طلاق ہو چکی تھی اور اُس کی ماں دوسری شادی کر چکی تھی۔ وہ پڑھائی میں کمزور تھا بڑی مشکل سے میٹرک اور ایف۔اے میں تھرڈ ڈویژن لے کر پاس ہوا تھا[41]۔ اور بی۔اے میں فیل ہوا کیوں کہ اس نے امتحان نہیں دیا تھا[42]۔ اُس کے دادا پنجاب کے اعوان قبیلے سے تعلق رکھتے تھے اور اس کا والد ایک سکول میں چپڑاسی کی نوکری کرتا تھا۔ خودکش بمبار کا نام احمد علی تھا اور وہ 10 اگست 1987[43] کو پیدا ہوا تھا اور اس نے اپنی انتیسویں سالگرہ سے صرف دو روز پہلے اپنے آپ کو مار دیا۔ احمد علی نے کوئٹہ سے اپنا ڈومیسائل 6 ستمبر 2011 کو حاصل کیا تھا[44]۔ احمد علی کوئٹہ میں اچھی طرح گُھل مل چکا تھا اور مقامی زبانوں میں مہارت رکھتا تھا، جن میں براوہی زبان بھی شامل ہے کیونکہ بور جان دُکان کے لڑکے نے یاد کر کے بتایا کہ وہ اپنے ساتھی سے اس زبان میں بات کر رہا تھا۔ احمد علی کا گھر کلی دیبا کوئٹہ میں تھا جو جناب بلال کاسی کے گھر اور ان کی جائے قتل سے زیادہ فاصلے پر نہیں۔ احمد علی بظاہر ہر طرح سے ایک عام اور معمولی شخص تھا۔ پولیس نے اس کے بارے میں اہم معلومات اور شواہد اس کے گھر سے حاصل کئے۔

6.7 **دوسری جائے وقوعہ اور اس کا فرانزک تجزیہ:** ہسپتال کا جائے وقوعہ جہاں خودکش بمبار نے اپنی خودکش جیکٹ کو اُڑایا (**''دوسری جائے وقوعہ''**) کو فرانزک سطح پر محفوظ نہیں بنایا گیا تھا اور نہ ہی بعد میں تجزیے کے لئے محفوظ کیا گیا تھا[45]۔ تاہم پولیس نے دھماکے کی جگہ سے حاصل تباہ شدہ ملبہ اکٹھا کیا تھا جو بعد میں بہت اہم ثابت ہوا یہ عمل یقیناً تعریف کے قابل ہے[46]۔ مزید یہ کہ پولیس نے ایف آئی آر نمبر 134/2016[47] سول لائن تھانے میں درج کی جو کہ ہسپتال میں ہونے والے خودکش حملے سے متعلق تھی۔

6.8 **کمیشن کی مداخلت کے بعد کیا گیا فرانزک تجزیہ:** پولیس کی جانب سے دی گئی ان کیمرہ بریفنگ سے یہ آشکار ہوا کہ نہ تو پہلی جائے وقوعہ اور نہ ہی دوسری جائے وقوعہ کا فرانزک تجزیہ کیا گیا ہے۔ کمیشن نے پولیس کو ہدایت دی کہ دونوں جائے

وقوعات کا مستند پنجاب فرانزک سائنس ایجنسی[48] ("PFSA") سے فرانزک تجزیہ کیا جائے۔ PFSA کے ڈائریکٹر جنرل نے بذاتِ خود اپنے ماہرین کے ہمراہ جائے وقوعات کا جائزہ لیا۔ ان فرانزک ماہرین نے دھماکے کی جگہ سے جمع شدہ ملبے کا جائزہ لیا اور خودکش جیکٹ کو اُڑانے والا سوئچ برآمد کرلیا جو کہ بہت اہم شہادت تھی[49]۔ فرانزک ٹیم نے بیرسٹر امان اللہ اچکزئی کے قتل کی جائے وقوعہ کا جائزہ بھی لیا اور اس مسجد میں بھی گئے جہاں پولیس کے سب انسپکٹر کو نماز کی ادائیگی کے دوران قتل کیا گیا تھا[50]۔

مشکوک افراد کی ویڈیو ریکارڈنگ بھی کمیشن کی ہدایت پر PFSA کو بھیجی گئیں۔ PFSA کے ماہرین نے مشکوک افراد کی ریکارڈ کردہ ویڈیو اور تصاویر کو ممکنہ حد تک عیاں کیا اور ان کے معیار کو بہتر بنانے کی کوشش کی۔ جب یہ تصاویر اخبار میں شائع ہوئیں تو ایک مخبر اعلان کردہ رقم کے حصول کیلئے آگے آیا۔ انعام کی رقم کا اعلان صرف اس وجہ سے کیا گیا کیونکہ کمیشن نے ایسا کرنے کا حکم دیا تھا[51]۔

6.9 **فرانزک تجزیے کی اہمیت:** اس معاملے سے جو حقیقت سامنے آئی وہ یہ تھی کہ اگر ویڈیو ریکارڈنگ اور تصاویر بہتر نہ کی جاتیں اور اخبار میں انعام کے اعلان کے ساتھ شائع نہ کی جاتیں، اگر DNA کا تجزیہ نہ کیا جاتا اور بعد کی معلومات میں مماثلت نہ ملتی، اور اگر دھماکے کی جگہ ملبے کا فرانزک تجزیہ نہ کیا جاتا تو تفتیش آگے نہ بڑھتی۔ یہ سب کچھ دونوں واقعات کے بہت بعد کیا گیا اور وہ بھی کمیشن کی مداخلت پر۔ پولیس نے اس وقت تک کوئی کامیابی حاصل نہ کی تھی۔ پاکستان میں ہونے والے ہزاروں دہشت گرد حملوں بشمول خودکش حملوں کی روشنی میں یہ امید کی جانی قرین از قیاس ہے کہ کم از کم ہر دہشت گرد حملے کی جائے وقوعہ کا تفصیلی معائنہ فرانزک ماہرین کی موجودگی میں کیا جائے اور موصول شدہ معلومات اور ڈیٹا کو مرکزی ذخیرہ گاہ میں محفوظ رکھا جائے۔ تاہم افسوسناک امر یہ ہے کہ پولیس کے آئی۔جی بھی جائے وقوعہ کے فرانزک تجزیے کی اہمیت سے آشنا نہ تھے۔ جیسا کہ اس معاملے سے سامنے آیا کہ تیکنیکی ماہرین کی معاونت، جنھوں نے تصاویر کو صاف کیا اور بہتر معیار کی تصاویر مہیا کیں اور جائے وقوعہ کا تجزیہ کیا، کے بغیر اس قسم کے جرائم کا سراغ لگایا جانا ناممکن ہے۔

7 دہشت گرد

7.1 **علاقے کی نگرانی:** دونوں حملے انتہائی حد تک منصوبہ بندی، باہمی تعاون، بے رحمی اور منظّم طور پر کئے گئے۔ دہشت گرد ایسی جگہ پر کھڑے ہوئے جہاں جناب بلال کاسی کو آسانی سے نشانہ بنایا جا سکے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے پہلے ان کی نقل وحمل کا مکمل جائزہ لیا اور ان کے آنے جانے کا عمومی راستہ معلوم کیا کیونکہ ان کے گھر سے عدالت جانے کا ایک اور راستہ بھی تھا۔ مینگل روڈ جہاں جناب بلال کاسی کو قتل کیا گیا ایک شاہراہ عام نہ ہے اور علاقے کے مکین ہی استعمال کرتے ہیں۔ یہ بعد میں پتہ چلا کہ خودکش بمبار اور اس کے ساتھی بھی اسی علاقے کے رہنے والے تھے[52]۔ دو دہشت گردوں نے جناب بلال کاسی پر 9mm کی پستول سے انتہائی قریب سے حملہ کیا[53]۔ بعد ازاں، تین دہشت گرد جائے وقوعہ سے موٹر سائیکل پر فرار ہوتے دیکھے جا سکتے ہیں؛ وہ اس قدر خود اعتماد تھے کہ وہ جناب بلال کاسی کے گھر کے سامنے سے بھی گزرے جہاں اُن کے بھائی جو ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج ہیں رہتے ہیں اور ان کے پاس ایک گن مین بھی ہے جو داخلی دروازے پر موجود ہوتا ہے[54]۔

7.2 **وکلاء کو پھندے کی جانب لانا یا راغب کرنا:** جیسے ہی حملے کی اطلاع وکلاء کے درمیان پھیلی، انھوں نے ہسپتال میں جمع

ہونا شروع کردیا۔ جناب بلال کاسی کو وکلاء کو ہسپتال میں جمع کرنے کیلئے قتل کیا گیا تھا۔ دہشت گرد انسانی جبلّت سے واقف تھے اور وکلاء کے ردِعمل کے متعلق ان کا اندازہ درست تھا انھوں نے حملے سے قبل اپنے پکڑے جانے کو روکا، ان کو متعلقہ تیکنیکی معلومات اور ذرائع مہیا تھے اور انھوں نے اپنے آپ کو ظاہر ہونے اور گرفتار ہونے سے بچائے رکھا۔

7.3 **ہسپتال کے نقشے سے آگاہ ہونا:** CCTV کیمرے کی ریکارڈنگ سے پتہ چلتا ہے کہ دہشت گردوں نے اپنے آپ کو ہسپتال کے پیچیدہ نقشے سے بھی آگاہ کرلیا تھا۔ ایک شخص جو پہلی یا دوسری دفعہ ہسپتال آئے وہ ہسپتال کے احاطے میں خود کو مکمل طور پر گمشدہ محسوس کرتا ہے۔ ہسپتال کے CCTV کیمرے کی ریکارڈنگ سے پتہ چلتا ہے کہ خودکش حملہ آور کے کئی ساتھی تھے جو حالات کا جائزہ لے رہے تھے اور انھوں نے یہ فیصلہ کر رکھا تھا کہ کس جگہ پر خودکش حملہ آور اپنی خودکش جیکٹ کو پھاڑے گا55۔

7.4 **غیر ملکی عناصر کا ملوث ہونا:** تفتیش کاروں کا خیال ہے کہ حملہ آوروں اور ان کو افغانستان سے ہدایات دینے والوں کے درمیان کوئی تعلق تھا۔ تاہم نہ تو جناب بلال کاسی پر ہونے والا حملہ اور نہ ہی اس کے بعد ہونے والا خودکش حملہ مقامی معاونت اور شمولیت کے بغیر ممکن تھا۔ خودکش بمبار پاکستانی تھا اور اسی طرح سے اس کے ساتھی بھی پاکستانی تھے56۔

8 بم تیار کرنے کی جگہ۔ تیسری جائے وقوعہ

8.1 **ایک دورافتادہ مکان:** جب عوامی اعلامیہ بڑے انعام کے وعدے اور مشتبہ خودکش حملہ آور اور اس کے دو ساتھیوں کی واضح تصاویر کے ساتھ اخبار میں شائع ہوا تو ایک مخبر سامنے آیا جس نے پولیس کی خودکش بمبار کے گھر تک رہنمائی کی جس سے اس کی شناخت ہوئی اور گھر تک پہنچا گیا اور پھر وہ مکان (''**تیسری جائے وقوعہ**'') جو خودکش جیکٹ اور بم (**"IEDs"**) بنانے کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ یہ مکان نیو سریاب تھانے کے علاقے میں جو کوئٹہ سٹی کی آخری حدود میں واقع تھا اور ہسپتال سے تقریباً 19 کلومیٹر کے فاصلے پر سبی جانے والی سڑک سے تقریباً 200 گز دور دائیں جانب سبی ریلوے کراسنگ سے بالکل پہلے واقع تھا57۔ یہ اندر اور باہر سے ایک عام سا مکان دکھائی دیتا تھا بیرونی دیوار سیمنٹ اور بلاک سے تعمیر شدہ تھی اور اس کی پیمائش تقریباً 30' X 65' فٹ تھی اور گھر دو حصوں میں تقسیم تھا58۔ اندر داخل ہوتے ہوئے لوہے کے دروازے سے گزرنا ہوتا ہے۔ جیسے ہی کوئی داخل ہو وہاں ایک بیت الخلاء اور ایک کمرہ ہے59۔ گھر کے اندرونی حصے میں جس میں جانے کے لئے ایک اور چھوٹا لوہے کا دروازہ ہے جس سے گزر کر دو مزید کمرے اور ایک بیت الخلاء آتا ہے۔ آگے جا کر بائیں جانب زیرِ زمین پانی کا ٹینک ہے60۔ اس علاقے میں یہ واحد مکان ہے اور کسی دوسرے مکان سے ملحق نہیں ہے، اگرچہ قرب وجوار میں مکانات موجود ہیں۔ لگتا ہے یہ مکان حال ہی میں تعمیر ہوا ہے اور تا حال تعمیر کا کام مکمل نہیں ہوا ہے61۔ اور اس مکان میں کوئی خلاف معمول بات نہیں سوائے اسکے کہ مکان کے اندر داخل ہوتے وقت دائیں طرف تقریباً دس فٹ گہرا مستطیل نما بڑا گڑھا نظر آتا ہے62۔ اس بڑھے گڑھے سے نکالی گئی مٹی احاطے کے اندر پھیلائی گئی ہے اور اندازہ ہوتا ہے کہ یہ گڑھا ان اشیاء کو ٹھکانے لگانے کیلئے استعمال ہوتا تھا جو خودکش جیکٹس، بم یا دیگر ایسی استعمال میں لائی جانے والی اشیاء بنانے میں کام آتی تھیں کیونکہ وہاں ایک ایسا آرے کے برادے کا متروکہ بیگ جو بم بنانے میں استعمال ہوتا ہے اور چند پلاسٹک کی بوتلیں بھی موجود تھیں63۔

8.2 **دھماکہ خیز مواد، بم بنانے کے آلات اور ہتھیار:** مکان کے پہلے حصے میں دفن شدہ پلاسٹک کے دو ڈرم موجود پائے گئے64۔ ان ڈرموں کو لکڑی کے تختوں سے ڈھانپا گیا تھا جن پر مٹی ڈالی گئی تھی اور انہیں پوری طرح چھپایا گیا تھا65۔ ان ڈرموں میں دھماکہ خیز مواد، بم بنانے کے آلات اور ہتھیار بشمول 3 خودکش جیکٹ، 8 IED، 408 برقی ڈیٹونیٹر، 208 غیر برقی کنٹرولر ڈیٹونیٹر، 2 پنسل نما ڈیٹونیٹرز، 83 فون سیٹ ریسیورز (receivers)، 7 ریموٹ کنٹرولز، ڈیٹونیٹنگ کارڈ کے دو رولز، 8 دستی گرنیڈز، 3 پستول بمعہ کارتوس، دو کلاشنکوف بمعہ کارتوس اور بڑی مقدار میں دھماکہ خیز مواد اور بال بیرنگ، کیمیائی مواد اور بم بنانے کے آلات موجود پائے گئے66۔ مذکورہ اسلحے کے ذخیرے (cache) کی بڑی مقدار سے معلوم ہوتا ہے کہ دہشت گردوں نے مزید حملوں کا منصوبہ بنایا تھا۔

8.3 **کیمیائی تجزیہ (Forensic Examination):** ایک بار پھر کمیشن نے پولیس کو ہدایت کی کہ وہ جرم کے تیسرے موقع واردات اور مذکورہ اسلحے کے ذخیرے کا معائنہ کرنے کیلئے پنجاب فورنسک سائنس لیبارٹری (PFSA) سے رابطہ کرے۔ جس پر مذکورہ لیبارٹری کے ڈائریکٹر جنرل نے فوری طور پر ایک تفتیشی کو بھیجا جس نے تیسرے موقع واردات اور مذکورہ ذخیرے کے مختلف اشیاء کا معائنہ کیا۔ پنجاب فورنسک سائنس لیبارٹری کی رپورٹ زیر التواء ہے67۔

8.4 **دیگر حملوں سے تعلق:** بم بنانے کے احاطے اور مذکورہ ذخیرے کے بارے میں پنجاب فورنسک سائنس لیبارٹری کی رپورٹ سے دیگر دہشت گردانہ حملوں کے ساتھ تعلق کی نشاندہی ہوتی ہے۔ اگر ہر دہشت گردانہ حملے کے موقع واردات کا کیمیائی تجزیہ کیا جائے تو موصولہ نتائج کا آسانی کے ساتھ بعد کے ایسے حملوں کے موقع واردات کے کیمیائی تجزیوں کے نتائج کے ساتھ تقابل کیا جاسکتا ہے۔ یہ طریقہ کار اپنانے سے یہ بھی تعین کیا جاسکتا ہے کہ آیا ان میں ایک ہی گروہ ملوث ہے۔ کیمیائی شہادت مشکوک افراد کا تعلق جرم کے ساتھ جوڑنے اور انکی سزا ممکن بنانے میں بھی انتہائی اہم ثابت ہوسکتا ہے۔

9 دہشت گردوں کی پناہ گاہ۔ چوتھا موقع واردات جرم

9.1 **ہرمزئی، ضلع پشین:** مجرموں کے ٹیلیفونی ریکارڈ کا تجزیہ کرنے، انکے ٹھہرنے کے مقام کا تعین کرنے اور معلومات فراہم کرنے والے ایک شخص کی مدد سے ہرمزئی، ضلع پشین میں ایک بارہ فٹ اونچے دیواروں والے68 ایک ایسے مکان یا احاطے کی نشاندہی ہوئی جہاں دونوں حملوں کے مجرم ٹھہرے ہوئے تھے۔ یہ معلومات صحیح ثابت ہوئیں کیونکہ جب پولیس قانون نافذ کرنے والے دیگر اداروں کے اہلکاروں اور لیوی اہلکاروں کے ساتھ 5 دسمبر، 2016 کو صبح سویرے وہاں پہنچی تو ان پر اندر سے فائرنگ کی گئی جس میں دو اہلکار زخمی ہوئے جن میں ایک شدید زخمی تھا جسے سر میں گولی لگی تھی۔ زخمیوں کو کوئٹہ کے ایک ہسپتال منتقل کیا گیا۔ فرنٹیئر کور کے اہلکاروں کو بھی بُلایا گیا لیکن 3 گھنٹے گزرنے کے باوجود وہ وہاں نہیں پہنچے۔ تاہم چونکہ پولیس کی مزید کمک کوئٹہ سے پہنچ چکی تھی اسلئے مکان پر حملہ کیا گیا69۔ جس میں پانچ دہشت گرد ہلاک ہوئے جنکے پاس دو کلاشنکوف اور تین پستول تھے70۔ ایک آدمی کو گرفتار بھی کیا گیا۔ ایف۔ آئی۔ آر نمبری 18/2016 اسی دن 5 دسمبر، 2016 کو 10 بجے صبح سی ٹی ڈی (CTD) پولیس سٹیشن کوئٹہ میں درج ہوئی71۔

9.2 **ہرمزی میں مکان۔ چوتھی جائے وقوعہ:** مذکورہ مکان ایک ایسی جگہ واقع ہے جو افغانستان کے ساتھ بین الاقوامی سرحد سے زیادہ دور نہیں ہے۔ یہ ایک ایسے علاقے میں واقع ہے جسکی درجہ بندی بی ایریا(B Area) ہے جہاں لیویز فورس (Levies Force) ڈپٹی کمشنر کی سرکردگی میں پولیس کے اختیارات استعمال کرتی ہے۔ اوپر ذکر کئے گئے ہتھیاروں کے علاوہ جو دہشت گردوں نے استعمال کئے تھے پولیس نے ڈیٹونیٹنگ کورڈ (detonating cord) جو اسی نوعیت کی تھی جو تیسری جائے وقوعہ سے برآمد ہوئی تھی، ایک وائرلیس سیٹ، کیمیائی مواد اور لوہے کے ٹکڑے جنہیں بم بنانے میں استعمال کیا جاسکتا ہے، برآمد کئے۔

9.3 **دہشت گرد:** پولیس کے خیال میں گروہ کا مقامی سربراہ 25 سالہ جہانگیر بادینی تھا[72]۔ جس نے خضدار انجینئرنگ یونیورسٹی سے انجینئرنگ کی ڈگری حاصل کی تھی۔ گروہ کے دوسرے ممبر 21 سالہ علی حسن[73]، 23 سالہ حبیب اللہ[74]، 26 سالہ سمیر خان اور 33 سالہ نوراللہ تھے[75]۔ جہانگیر بادینی، علی حسن، سمیر خان اور احمد علی (خودکش بمبار) سارے کلّی دیبا کوئٹہ میں رہتے تھے۔ سید نوراللہ پیزئی سیداں قلعہ عبداللہ کا رہائشی تھا اور سید محمد نصیر جسے حراست میں لیا گیا تھا ہرمزئی کا رہائشی ہے۔

10 پاکستان اور بلوچستان میں ہونے والے دہشت گرد حملے

10.1 **پاکستان اور بلوچستان میں ہونے والے دہشت گردانہ حملوں کی تعداد:** پاکستان میں روزانہ تین دہشت گردانہ حملے ہوتے ہیں۔ یکم جنوری 2001ء سے 17 اکتوبر 2016 تک[76] پاکستان میں 17,503 دہشت گردانہ حملے ہوئے ہیں جن میں سے 2,878 حملےبلوچستان میں وقوع پذیر ہوئے ہیں۔ بلوچستان کی آبادی پاکستان کی کل آبادی کا صرف سات فیصد ہے لیکن اس میں کل دہشت گردانہ حملوں میں سے ساڑھے سولہ فیصد حملے یا کل اوسط قومی حملوں میں سے تین گنا زیادہ حملے ہوئے ہیں۔ بلوچستان میں ایسے حملوں کی دی ہوئی تعداد میں بلوچستان ٹریننگ کالج کوئٹہ پر 24 اکتوبر 2016 کو کیا گیا دہشت گردانہ حملہ شامل نہیں ہے جس میں 61 افراد لقمہ اجل بنے اور 165 افراد شدید زخمی ہوئے، نہ اس میں ضلع لسبیلہ میں شاہ نورانی کے مزار پر 22 نومبر 2016، کو کیا گیا حملہ شامل ہے جس میں خواتین اور بچوں سمیت 52 افراد ہلاک اور 100 شدید زخمی ہوئے۔

10.2 **دہشت گرد تنظیموں پر پابندی:** اگر وفاقی حکومت کے پاس یہ باور کرنے کی معقول وجہ موجود ہو کہ کوئی تنظیم "دہشت گردی میں ملوث ہے تو وہ اس پر انسداد دہشت گردی کے قانون مجریہ 1997 کی دفعہ 11-بی کے تحت پابندی لگاسکتی ہے۔ جب کمیشن نے 17 اکتوبر 2016 کو اپنا کام شروع کیا تو اس وقت کل 61 تنظیموں پر پابندی تھی[77]۔ تاہم دیگر دو تنظیموں پر 11 نومبر، 2016 کو پابندی لگادی گئی اس لئے اب ایسی تنظیموں کی کل تعداد 63 ہے۔

10.3 **ایسی تنظیموں کے خلاف کاروائی جن پر پابندی لگائی گئی ہے:** انسداد دہشت گردی کے قانون کی دفعہ 11۔ای (11-E) میں ان اقدامات کی وضاحت کی گئی ہے جو ایسی تنظیموں کے خلاف اُٹھانے جانے چاہیئں جن میں: (1) انکے دفاتر کو سربمہر کرنا، (2) انکے مال اور جائیداد کو ضبط / منجمد کرنا، (3) انکے ارکان کو پاسپورٹ جاری نہ کرنا، (4) بنک کے ذریعے انکے لین دین کو روکنا (5) ان کے پہلے سے جاری شدہ اسلحہ لائسنس کو منسوخ کرنا اور نئے اسلحہ لائسنس جاری نہ کرنا، (6) آمدنی اور اخراجات کے اکاؤنٹس کی جبری بندش اور (7) پریس کو جاری کردہ انکے بیانات یا پریس کانفرنسوں کی اشاعت، طباعت یا

عوامی تقریروں پر پابندی لگانا شامل ہے۔ انسداد دہشت گردی کے قانون کی دفعہ 11۔ایف (11-F) میں صراحت کی گئی ہے کہ " کوئی بھی ایسا شخص جرم کا مرتکب گردانا جائے گا جو کسی ایسی تنظیم سے تعلق رکھتا ہو یا اس تنظیم سے تعلق کا اقرار کرتا ہو جس پر پابندی لگائی گئی ہے،" کسی ایسی تنظیم کی حمایت کیلئے لوگوں کو آمادہ کرتا ہو" یا" کسی ایسے اجلاس کے انعقاد کا انتظام کرتا ہو" یا "اس انتظام میں معاونت کرتا ہو یا اس سے خطاب کرتا ہو" جو پابندی کی زد میں آنے والی کسی تنظیم کی حمایت کرتا ہو یا اسکی سرگرمیوں میں معاونت کرتا ہو یا ایسے اجلاس کے انعقاد کو ممکن بناتا ہو جس پر پابندی عائد کی گئی کسی ایسی تنظیم کا رکن خطاب کرے۔ مذکورہ قانون کی دفعہ 11 ای ای (11EE) مزید کسی ایسی تنظیم کے رکن کو مخصوص جگہ یا علاقے میں نقل وحرکت تک محدود کرتی ہے اور پابندی عائد کرتی ہے جہاں سے آگے جانے کیلئے اس کو اس علاقے کے پولیس سٹیشن کے انچارج آفیسر سے تحریری اجازت لینی ضروری ہے۔

10.4 **جماعت الاحرار اور لشکر جھنگوی العالمی پر پابندی:** انسداد دہشت گردی کے قانون کی دفعہ 11۔بی (11-B) کے تحت وفاقی حکومت کسی بھی دہشت گرد تنظیم پر پابندی عائد کرسکتی ہے اسلیئے صوبائی حکومتیں اس پابندی کے لئے وفاقی حکومت پر انحصار کرتی ہیں۔ 8 اگست 2016 کے حملے کے بعد حکومت بلوچستان نے 16 اگست 2016 کو وفاقی وزارت داخلہ کو لکھا کہ وہ جماعت الاحرار پر پابندی عائد کرے[78]۔ کیونکہ یہ 8 اگست 2016 کے دہشت گردانہ حملوں کو قبول کرنے کے علاوہ 14 فروری 2014 (ایف۔آئی۔آر نمبر 2014/51) کو ہونے والے دھماکے، 6 جولائی کو ایک پولیس آفسر پر حملے (ایف۔آئی آر نمبر 2016/115) اور 27 جولائی 2016 کو فرنٹیئر کور کی گاڑی پر حملے (ایف آئی۔آر نمبر 2016/128) کی بھی ذمہ دار ہے۔ حکومت بلوچستان نے 16 اگست 2016 کو وفاقی وزارت داخلہ کو لکھا کہ وہ لشکر جھنگوی العالمی پر پابندی عائد کرے[79] اور اس میں پانچ مخصوص ایف۔آئی آر کا حوالہ دیا جن میں انکے جرائم کو ریکارڈ کیا گیا تھا جن میں پولیس اور فرنٹیئر کور کے اہلکاروں کا قتل شامل ہے۔تاہم وزارت داخلہ نے نہ تو کسی خط کا جواب دیا اور نہ ہی مذکورہ تنظیموں پر پابندی عائد کی۔

10.5 **پابندی وفاقی حکومت عائد کرے گی یا نیکٹا:** 5 ستمبر، 2016 کو نیکٹا کے ڈائریکٹر جنرل (کاؤنٹر ٹیررزم) نے خط کے ذریعے آئی۔ایس۔آئی ("ISI") سے ''درخواست کی کہ وہ انہیں جماعت الاحرار اور لشکر جھنگوی پر انسداد دہشت گردی کے قانون کی دفعہ 11۔بی (بی)((11B(b)), 1997 [80]'' کے تحت پابندی عائد کرنے کیلئے ان کی طرف سے دہشت گردانہ کاروائیوں کی ذمہ داری قبول کرنے کی صداقت اور تعلق کے بارے میں جامع رپورٹ دیں۔آئی۔ایس۔آئی کو لکھے گئے نیکٹا کے خط میں ان دہشت گردانہ حملوں کے ذکر کے علاوہ جو جماعت الاحرار نے کئے تھے، ان پانچ دہشت گردانہ حملوں کا بھی حوالہ دیا گیا ہے جو لشکر جھنگوی العالمی نے کئے تھے۔ یہ نیکٹا کیلئے غیر منطقی (illogical) بات تھی کہ وہ آئی۔ایس۔آئی سے اس بات کی تصدیق طلب کرے کہ آیا یہ حملے مذکورہ دونوں تنظیموں نے کئے تھے بالخصوص جبکہ ان دونوں تنظیموں نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ اسکے ذمہ دار تھے اور انہوں نے اپنا یہ دعویٰ واپس بھی نہیں لیا نہ پچھلی اخباری رپورٹوں سے اختلاف کیا جن میں کہا گیا تھا کہ انہوں نے مذکورہ حملوں کی ذمہ داری قبول کی ہے[81]۔اس حوالے سے سیکرٹری وزارت داخلہ کی گواہی کے الفاظ تکلیف دہ ہیں:

سوال 41: مختلف اخباری بیانات کی رو سے دو تنظیمیں یعنی جماعت الاحرار اور لشکر جھنگوی العالمی 8 اگست 2016 کے حملوں کے ذمہ دار ہیں۔تاہم ان پر وفاقی حکومت نے پابندی عائد نہیں کی۔کیوں؟

جواب: میرے پاس اسکا جواب نہیں۔

سوال42: آپ کی ذاتی رائے کے مطابق کیا ان پر پابندی عائد کرنی چاہیے؟

جواب: ان پر ضرور پابندی عائد ہونی چاہیے۔

سوال45: حکومت بلوچستان نے 16 اگست 2016 کو مذکورہ تنظیموں پر پابندی عائد کرنے کیلئے آپ کو خط لکھا تو پھر آپ نے کیوں ایسا نہیں کیا؟

جواب: نیکٹا نے اس حوالے سے آئی۔ایس۔آئی اور آئی۔بی سے اُن کی رائے اور وضاحت مانگی تھی، ہم تا حال انکی رائے کا انتظار کررہے ہیں۔

سوال46: دوسرے الفاظ میں کیا آپ نے حکومت بلوچستان کی درخواست کو داخل دفتر کردیا ہے؟

جواب: نہیں۔

سوال47: اس معاملے میں آئی۔ایس۔آئی اور آئی۔بی سے رائے طلب کرنے کا مقصد کیا ہے؟

جواب: سیکیورٹی ایجنسیوں سے مشورہ کرنا ضروری ہے کیونکہ ان تنظیموں کی سرگرمیوں کے بارے میں وہ زیادہ بہتر جانتی ہیں اور اگر وہ ایسا مشورہ دیں گی تو ہم ان تنظیموں پر پابندی عائد کردیں گے۔

سوال48: یہ جاننا میرے لئے تشویش ناک ہے کہ ان تنظیموں نے علی الاعلان دہشت گردانہ کاروائیوں کی ذمہ داری قبول کی ہے جبکہ 80 دن گزرنے کے باوجود انہوں نے اپنا دعویٰ بھی واپس نہیں لیا ہے لیکن آپ نے ابھی تک ان تنظیموں پر پابندی عائد نہیں کی کیا آپ میرے اس ذہنی ابہام کو دور کرنا پسند کریں گے؟

جواب: ایک غیر سرکاری عمل جس کے بارے میں پوری حکومت جانتی ہے یہ ہے کہ تنظیموں پر تب پابندی عائد کی جاتی ہے جب اس حوالے سے سیکورٹی ایجنسیاں تصدیق اور وضاحت کریں۔

سوال49: کیا وزارت داخلہ نے اس معاملے کی پیروی کی ہے؟

جواب: مجھے علم نہیں کہ وزارت داخلہ نے اس معاملے کی پیروی کی ہے یا نہیں۔

سوال60: پچھلی تاریخ کو آپ نے اپنی ذاتی رائے دیتے ہوئے کہا تھا کہ جماعت الاحرار اور لشکر جھنگوی العالمی پر ضرور پابندی عائد ہونی چاہیے، کیا ان پر اب تک پابندی عائد کی گئی ہے؟

جواب: آج صبح تک ان پر پابندی عائد نہیں کی گئی ہے۔

سوال61 کیا وزارت داخلہ ان تنظیموں کو سہولت مہیا کررہی ہے؟

جواب: نہیں۔

سوال65: بند کمرے میں آئی۔ایس۔آئی کے کرنل کی بریفنگ کے دوران جب ان سے ان دونوں تنظیموں پر پابندی کے حوالے سے سوال کیا گیا تو اس نے بیان دیا کہ پابندی عائد کرنا وفاقی حکومت کی ذمہ داری ہے اور اگر وفاقی حکومت اس حوالے سے آئی۔ایس۔آئی سے رائے طلب کرے اور آئی۔ایس۔آئی کوئی رائے نہ دے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ حکومت ایسی کسی تنظیم پر پابندی عائد نہ کرے جس پر پابندی عائد ہونی چاہیے۔اس نے مزید بیان دیا کہ اس خط کا مجھے علم نہیں جو اس حوالے سے آئی۔ایس۔آئی کو لکھا گیا ہے پھر بھی حکومت کو غیر محدود وقت تک آئی۔ایس۔آئی کے جواب کا انتظار نہیں کرنا چاہیئے تھا اور اپنی ذمہ داری پوری کرنی چاہیئے تھی۔کیا آپ آئی۔ایس۔آئی کے نمائندے کی اس بات سے اتفاق کرتے ہیں؟

جواب: ہاں میں اتفاق کرتا ہوں۔

سوال66: پھران دوتنظیموں پروفاقی حکومت نے پابندی کیوں عائدنہیں کی؟

جواب: یہ کام نیکٹا کوکرنا تھا۔وفاقی حکومت کے اندرمختلف شعبے ہیں اور ہرایک شعبے کی اپنی ذمہ داریاں ہیں اورنیکٹا ایک ایسا ادارہ ہے جواپنے قیام کے وقت سے یہ کام کررہاہے۔اس کام کوعملی جامہ پہنانا نیکٹا کی ذمہ داری ہےاوراسے اسکی تکمیل کیلئے کچھ سوالات کے جوابات کاانتظار ہے۔

سوال67: ظاہر بات ہے کہ نیکٹا وفاقی حکومت نہیں ہے بلکہ ایک قانون کے تحت بنا ہوا ادارہ ہے جس کا قیام قومی اتھارٹی برائے اختتام دہشت گردی کے قانون مجریہ 2013 کےتحت عمل میں آیا ہے۔تاہم آپ کے جواب سےمعلوم ہوتا ہے کہ آپ کواس بات کاعلم نہیں کہ وفاقی حکومت کن اداروں پرمشتمل ہے۔کیا آپ اس پرکوئی اضافہ کرنا پسند کریں گے؟

جواب: نہیں۔

میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ وقفے کے دوران مجھے اطلاع دی گئی کہ نیکٹا نے جماعت الاحرار اورلشکر جھنگوی العالمی پرپابندی عائدکرنے کی سفارش کی ہےاورانکی یہ سفارش وزارت داخلہ کوآج موصول ہوئی ہے۔تاہم اس حوالے سے فیصلہ وزیرداخلہ کریں گے۔

سوال94: کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ کسی تنظیم پر پابندی عائدکرناوزیرداخلہ کےدائرہ اختیاراورانکی صوابدید پر ہے؟

جواب: جی ہاں۔

سوال95: کیاحکومت پاکستان کے رولزآف بزنس (Rules of Business) کےتحت یہ ایک پالیسی فیصلہ ہوگا؟

جواب: جی ہاں۔

سوال96: پھرکیا یہ کہنا صحیح ہوگا کہ ان دوتنظیموں پر پابندی اس لئے عائدنہیں کی گئی کہ وفاقی وزیرداخلہ ایسا نہیں چاہتے تھے؟

جواب: نہیں ایسانہیں ہوگا کیونکہ نیکٹا سےاس حوالے سےکوئی سفارش موصول نہیں ہوئی تھی۔

سوال97: کیا یہ حیران کن نہیں ہے کہ جن تنظیموں نے تین ماہ چھ دن پہلے 8اگست 2016 کواس حملے کی ذمہ داری قبول کی تھی اسکا معاملہ اب فیصلے کیلئے وزیرداخلہ کوبھیجا جارہا ہے؟

جواب: میں اسکوحیران کن نہیں کہوں گا۔

اگرچہ انسداد دہشت گردی کے قانون کی دفعہ 11۔بی(11-B) واضح طور پراس بات کا ذکر کرتی ہے کہ یہ وفاقی حکومت ہی ہے جودہشت گردتنظیموں پر پابندی عائدکرتی ہےحکومت کےاعلیٰ منصب داراپنے خیالوں میں پریشان معلوم ہوتے ہیں۔زیادہ امکان یہ ہے کہ چونکہ کمیشن نے وزارت داخلہ اورآئی۔ایس۔آئی سےاس حوالے سے پوچھا تھااسلئے ان دوتنظیموں پرپابندی عائدکرنے کےحوالے سےمطلوبہ اعلامیہ آخرکار11نومبر 2016 کوجاری ہوا۔

10.6 **جماعت الاحرارکی روش:** حکومت بلوچستان کے مذکورہ بالاخط میں مذکورحملوں کےعلاوہ جماعت الاحرار نے (احسان اللہ احسان نامی اسی ترجمان کے ذریعے)15مارچ 2015 کولاہور میں دوگرجاگھروں پر حملے کی ذمہ داری بھی قبول کی تھی جن

میں کئی افرادلقمہ اجل بنے تھے۔ چودھری نثارعلی خان اس وقت بھی وزیر داخلہ تھے اور جیسا کہ میڈیا رپورٹوں سے عیاں ہے انہوں نے ان حملوں کی مذمت کی تھی اور حملے کی رپورٹ طلب کی تھی۔ اس مطلوبہ رپورٹ کا شاید اب بھی انتظار ہوگا کیونکہ جماعت الاحرار پر ایک سال پانچ ماہ بعد 8 اگست 2016 کو کئے گئے حملوں تک کوئی پابندی عائد نہیں کی گئی۔ اس بے عملی کو نرم سے نرم الفاظ میں سنگ دلی یا بے رحمی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

10.7 **برطانیہ کی طرف سے جماعت الاحرار پر پابندی اور عوامی اعلامیہ:** ایک طرف جب کہ وزارت داخلہ نے دہشت گرد تنظیموں پر پابندی عائد کرنے میں کسی عجلت کا مظاہرہ نہیں کیا برطانیہ نے مارچ 2015 میں جماعت الاحرار پر پابندی عائد کی کیونکہ اس نے پاکستان میں دہشت گردانہ حملے کئے تھے۔ حکومت برطانیہ کی طرف سے پابندی عائد کی گئی تنظیموں کے بارے میں معلومات عوام کی رسائی کیلئے دستیاب وزارت داخلہ کے دفتر کی ویب سائٹ پر موجود ہیں جنکا عنوان ہے "پابندی عائد کی گئی دہشت گرد تنظیمیں"

https://www.gov.uk/government/uploads/system/uploads/attachment data/file/538297/20160715-Proscription-website-update.pdf

10.8 **عوام کو انتباہ / خبردار کرنا کہ کس تنظیم پر پابندی عائد کی گئی ہے:** حکومت برطانیہ کی طرف سے ان تنظیموں کے بارے میں سب معلومات جن پر پابندی عائد کی گئی ہے اور اسکی وجوہات عوام کیلئے افشاں کرنے کے برخلاف کسی پاکستانی ادارے نے اب تک ایسا نہیں کیا ہے۔ حیران کن طور پر یہ معلومات وزارت داخلہ اور نیکٹا کے ویب سائٹس پر بھی موجود نہیں ہیں۔ اس حوالے سے آئین میں 21ویں ترمیم کے مقدمے <u>ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن راولپنڈی بنام فیڈریشن آف پاکستان</u> (پی ایل ڈی 2015 سپریم کورٹ 401 صفحہ 1203) میں سپریم کورٹ کے فیصلے کے حسب ذیل الفاظ پریشان کن ہیں:

> ''ایک پریشان کن حقیقت یہ سامنے آئی ہے کہ کوئی ایسی سرکاری ویب سائٹ موجود دکھائی نہیں دیتی جس میں ان 61 تنظیموں کے نام ظاہر کئے گئے ہوں جن پر پابندی عائد ہے۔ اس بات کی تصدیق کیلئے کہ آیا پابندی عائد کی گئی تنظیموں کی فہرست عوام کے دسترس میں ہے کورٹ ایسوسی ایٹ نے متعلقہ اتھارٹی، ایجنسی اور وزارتوں کی ویب سائٹس کو انٹرنیٹ کے ذریعے تلاش کیا لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ کسی نے یہ معلومات فراہم نہیں کی ہیں۔ قومی اتھارٹی برائے انسداد دہشت گردی (The National Counter Terrorism Authority) کی ویب سائٹ بتاتی ہے کہ وہ زیر تشکیل ہے (http:/www.necta.gov.pk)، حکومت پاکستان کے وفاقی تحقیقاتی ادارے (F I A) کی ویب سائٹ زیر اصلاح "under maintenance" <u>(www.fia.gov.pk/resourcecenter.html)</u> اور حکومت پاکستان کی وزارت داخلہ، وزارت دفاع اور وزارت قانون و انصاف اور انسانی حقوق نے اپنی اپنی ویب سائٹ میں انکو ظاہر نہیں کیا ہے اسلئے عام لوگ نہیں جانتے کہ کسی خاص تنظیم پر پابندی عائد کی گئی ہے اور وہ نادانستگی میں ان کی مالی معاونت کر سکتے ہیں یا ان میں

شامل ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ اٹارنی جنرل نے تنزیہ طور پر واضح کیا، دہشت گرد تنظیمیں اپنا پروپیگنڈا انٹرنیٹ پر خوب اطمینان سے کرتی ہیں۔''

اگرچہ پابندی عائد کی گئی تنظیموں کے نام اب انٹرنیٹ پر حکومتی ویب سائٹس پر دیکھے جاسکتے ہیں لیکن ان تنظیموں کے بارے میں کوئی معلومات فراہم نہیں کی گئی ہیں نہ اِنکے اُن دہشت گردانہ کاروائیوں کی تفصیلات دی گئی ہیں جنکی انہوں نے ذمہ داری قبول کی ہے اور نہ انکے پیش رو سے متعلق کوئی معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ مزید برآں ویب سائٹ کو انگریزی زبان میں رکھا گیا ہے جسے عوام کی اکثریت پڑھنے سے معذور ہے۔ پابندی عائد کی گئی تنظیموں کے نام ان متعلقہ افراد کو بھی فراہم نہیں کئے گئے ہیں جنہیں انکے بارے میں جاننے کی ضرورت ہے۔

10.9 **جنداللہ اور اس پر پابندی:** 21 ستمبر 2013 کو دو خودکش بمباروں نے پشاور میں گرجہ گھر پر حملہ کیا جسکے نتیجے میں 80 افراد ہلاک اور 100 سے زیادہ زخمی ہوئے۔ چودھری نثار علی خاں اتفاق سے اس وقت بھی وزیر داخلہ تھے۔ 22 ستمبر 2013 کے انگریزی اخبار ''ڈان'' نے رپورٹ دی کہ ''اس بے رحمانہ اور ظالمانہ حملے سے انہیں شدید صدمہ پہنچا اور انہوں نے سخت ترین الفاظ میں اسکی مزمت کی''۔ تین دن کیلئے قومی سوگ کا بھی اعلان ہوا تاہم وفاقی حکومت کی طرف سے جنداللہ تنظیم پر پابندی عائد نہیں کی گئی اور نہ اب تک اس پر پابندی عائد کی گئی ہے۔

10.10 **سپاہ صحابہ پاکستان، ملت اسلامیہ پاکستان اور اہل سنت والجماعت کا باہمی تعلق اور انکے نئے نام:** سپاہ صحابہ پاکستان (''**ایس ایس پی**'') اور ''ملت اسلامیہ پاکستان (سابقہ ایس ایس پی)'' کے نام بالترتیب پانچویں اور دسویں نمبر پر وزارت داخلہ کے جاری کردہ ''پابندی عائد کی گئی تنظیموں کی فہرست میں موجود ہیں''[82]۔ وزارت داخلہ کی طرف سے جاری کردہ قومی پالیسی برائے داخلی تحفظ کی صفحہ 58 میں بتایا گیا ہے کہ دونوں تنظیموں کی قیادت مولانا محمد احمد لدھیانوی کر رہے ہیں۔ تاہم اہل سنت والجماعت کے نام کے آگے اسکے نام کا ذکر نہیں ہے باوجود اسکے کہ وہ اپنے آپ کو اسکا لیڈر یا سربراہ بتاتا ہے۔

10.11 **مولانا محمد احمد لدھیانوی سے وزیر کی ملاقات:** چودھری نثار علی خان، وزیر داخلہ 21 اکتوبر 2016 کو مولانا محمد احمد لدھیانوی سے ملے جو کہ پابندی عائد کی گئی تینوں تنظیموں (سپاہ صحابہ، ملت اسلامیہ اور اہل سنت والجماعت) کے سربراہ ہیں، اسکے مطالبات کو سنا اور میڈیا رپورٹس کے مطابق ان سے اتفاق کیا[83]۔ یہ ملاقات پنجاب ہاؤس میں منعقد ہوئی جو اسلام آباد کے حساس علاقے (red zone) میں واقع ہے۔

حکومت بلوچستان کے چیف سیکرٹری نے سوال نمبر 23 کے جواب میں پابندی عائد کی گئی تنظیموں سے نمٹنے کے طریق کار میں عدم مطابقت کے حوالے سے فکرمندی کا اظہار کیا[84]۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ " آپ کے تجربے کے مطابق دہشت گردی، انتہا پسندی، نفرت انگیز تقریروں اور لٹریچر کی لعنت کو ختم کرنے کیلئے کونسے مزید اقدامات اٹھائے جاسکتے ہیں" انہوں نے حسب ذیل جواب دیا:

جواب: "میں چاہتا ہوں کہ اس سوال کا کچھ تفصیل سے جواب دوں۔ پہلے میں یہ وضاحت کرونگا کہ قومی سطح پر اور صوبائی سطح پر اس حوالے سے کیا کیا جاسکتا ہے۔ قومی سطح پر جس چیز کی کمی ہے وہ دہشت گرد تنظیموں اور نفرت انگیز تقریروں میں ملوث افراد کے

انتہا پسندانہ سوچ اور پروپیگنڈے کا توڑ کرنے کیلئے ایک قومی بیانیہ (national narrative)اور انسدادی بیانیہ counter narrative ہے جس میں ناکامی سے دہشتگردی میں اضافہ ہورہا ہے۔اس کا تعلق دوسرے مسئلے سے بھی ہے اور وہ یہ کہ ہم پابندی عائد کی گئی تنظیموں کو خانوں میں تقسیم نہیں کرسکتے یا صرف صوبائی سطح پر کاوشیں نہیں کرسکتے۔ میں یہ بات ایک مثال کے ذریعے بہتر طریقے سے واضح کرسکتا ہوں ۔حکومت بلوچستان اہل سنت والجماعت کو کسی اجلاس کے انعقاد یا اپنے نظریات کے پرچار کی اجازت نہیں دیتی لیکن صوبے کی یہ کاوشیں اس وقت شکست سے دوچار ہوجاتی ہیں جب یہی تنظیم مینار پاکستان لاہور میں عوامی مظاہرے کے انعقاد کا انتظام کرتی ہے یا اسے کسی دوسری بڑی تنظیم یعنی دفاع پاکستان کونسل کا ممبر یا حصہ بننے کی اجازت دی جاتی ہے۔ یہ صرف ایک خیالی مثال نہیں ہے بلکہ حال ہی میں ایسا ہوچکا ہے"

10.12 **پابندی عائد کی گئی تنظیموں کے اجتماعات:** نیکٹا کی ایگزیکٹو کمیٹی کے اجلاس منعقدہ 31 دسمبر 2014 میں، جو اسکی پہلی ملاقات تھی اور جسکی صدارت وفاقی وزیر داخلہ نے کی تھی جو اتفاقاً چودھری نثار علی خان ہی تھے، یہ فیصلہ ہوا (جیسا کہ منٹس کے آئٹم نمبر 7 کے تحت اسکا ذکر ہے) کہ "پابندی کی زد میں آنے والی تنظیموں کو عوامی اجتماعات/اجلاسوں کے انعقاد کی اجازت نہیں دی جائے گی اور یہ کہ ان تنظیموں کے عہدیداروں اور فعال ارکان کے خلاف کاروائی عمل میں لائی جائے گی"[85]۔ چیف سیکرٹری بلوچستان نے واضح طور پر کہا ہے کہ اہل سنت والجماعت عوامی اجتماعات کا انعقاد کرتی ہے۔ جمعہ 28 اکتوبر 2016 کو اہل سنت و الجماعت نے آبپارہ سیکٹر جی۔6 اسلام آباد کے ہاکی گراوَنڈ میں عوامی اجتماع منعقد کیا جسکی میڈیا میں وسیع اشاعت ہوئی۔

10.13 **اہل سنت والجماعت کے عوامی اجتماعات:** کمیشن نے 4 نومبر 2016 کو چودھری نثار علی خان، وفاقی وزیر داخلہ کو لکھے گئے خط نمبر 036 مورخہ 4 نومبر 2016 کو[86] کے ذریعے ان سے کئی سوالات پوچھے بشمول اسکے کہ اہل سنت والجماعت کو کیوں عوامی اجتماع کے انعقاد کی اجازت دی گئی؟ وزیر نے جواب دیا کہ "یہ میری ذمہ داری نہیں ہے کہ عوامی اجتماعات کی اجازت دوں یا نہ دوں۔ یہ معاملہ ضلعی انتظامیہ کے دائرہ کار میں آتا ہے۔اس حوالے سے معلوم کرنے پر مجھے بتایا گیا کہ اہل سنت و الجماعت نے نہ تو اسکی اجازت لی اور نہ اسے اسکی اجازت دی گئی۔ وزیر نے سوال کا جواب دینے کے بجائے بتایا کہ اجتماع کے انعقاد کی اجازت نہ تو طلب کی گئی اور نہ دی گئی[87]۔ اگر کوئی شخص وزیر کے جواب کے ظاہر مفہوم پر غور کرے تو اس کا نتیجہ یہ سامنے آتا ہے کہ اگر کسی عوامی مقام پر کسی قسم کی اجازت طلب کئے بغیر یا اجازت دیئے بغیر کسی اجتماع کا انعقاد کیا جائے تو ایسا کیا جاسکتا ہے خواہ یہ پابندی عائد کی گئی کسی تنظیم نے کیوں نہ کیا ہو اور ریاست کے عہدیدار رخ دوسری طرف موڑ لیں گے۔ وزیر نے اپنے جواب میں پاکستان کے قانون کا کوئی لحاظ نہیں کیا ہے۔ انہوں نے اپنی وزارت کے اس فیصلے کی بھی نفی کی ہے جو 31 دسمبر 2014 کے اجلاس میں کیا گیا تھا جسکا اوپر ذکر کیا گیا ہے جس میں ایسے اجلاسوں یا اجتماعات کی واضح طور پر ممانعت کی گئی تھی۔ وزیر داخلہ نیکٹا کی ایگزیکٹو کمیٹی کے بھی چیئرمین ہیں اور انہوں نے 31 دسمبر 2014 کو منعقدہ اس کے اجلاس کی صدارت کی تھی۔

11 دہشت گردی کے مقدمے میں عدالتی فیصلہ

11.1 **عدالت عالیہ کا فیصلہ:** بلوچستان ہائی کورٹ کے ڈویژن بینچ نے ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن بنام حکومت بلوچستان (پی۔ایل۔ڈی 2013 بلوچستان 75) کے مقدمے میں اپنے فیصلے میں، جسے میں نے اس وقت تحریر کیا تھا جب میں بلوچستان

عدالتِ عالیہ کا چیف جسٹس تھا کئی ہدایات جاری کی تھیں جنکا براہِ راست تعلق موجودہ معاملے سے ہے۔ متعلقہ ہدایات فیصلے کے پیراگراف نمبر 42 میں مذکور ہیں جو حسب ذیل ہیں:

"(vii) ہم حکومت پاکستان اور حکومت بلوچستان کو ہدایت کرتے ہیں کہ وہ خطرناک دہشت گردوں کی نگرانی کرنے اور موجودہ اور دیگر ایسے دہشت گردانہ جرائم میں ملوث افراد کو گرفتار کرنے کیلئے باہمی رابطے اور معلومات کے تبادلے کا ایک موثر ضابطہ کار وضع کریں؛

(viii) ہم حکومت پاکستان اور حکومت بلوچستان کو حکم دیتے ہیں کہ وہ خطرناک جرائم میں ملوث افراد اور دہشت گرد تنظیموں سے متعلق معلومات پر مشتمل ایک ڈیٹا بینک (data bank) تیار کریں اور اسے درست حالت میں رکھیں بمعہ انکے ناموں، کنیت، ولدیت، پتوں، تصویروں/انگوٹھوں کے نشان، ڈی۔این۔اے، ٹیلیفون نمبر اور انکی تفصیلات، استعمال کردہ ہتھیاروں دھماکہ خیز مواد کی اقسام اور ان کے استعمال کے طریقہ کار کے؛

(ix) ہم حکم دیتے ہیں کہ سینیئر تفتیش کاروں کو مذکورہ ڈیٹا بینک تک رسائی دی جائے تاکہ انہیں مختلف جرائم اور مجرموں کے درمیان باہمی مماثلت اور ارتباط کا تعین کرنے میں مدد ملے، انکا سراغ لگایا جاسکے اور انہیں گرفتا کرکے قانونی کاروائی کی جاسکے؛

(x) ہم وزارت داخلہ اور وزارت دفاع کی وساطت سے فیڈریشن آف پاکستان کو حکم دیتے ہیں کہ وہ بلوچستان میں تعینات فرنٹیئر کور کو مناسب ہدایات جاری کرے کہ جب اسے مدد کیلئے بلایا جائے تو وہ مقامی قانون نافذ کرنے والی ایجنسیوں کی مدد کرے۔ اس حوالے سے ایس۔او۔پی (SOPs) وضع کئے جائیں جن میں تفصیل سے بتایا گیا ہو کہ مقامی قانون نافذ کرنے والے اداروں اور قریبی ایف۔سی پوسٹ کے مابین باہمی تعاون کیلئے کس طرح ایک بہتر اور موثر ضابطہ کار وضع کیا جاسکتا ہے؛

(xi) ہم حکم دیتے ہیں کہ صوبے کے اندر وقوع پذیر ہونے والی دہشت گردانہ کاروائیوں سے متعلق ایک مخصوص سیل/یونٹ/ڈویژن قائم کیا جائے اور ان جرائم کی تفتیش سینیئر اور تجربہ کار پولیس افسران کے ذریعے یا انکی نگرانی میں کرائی جائے اور صوبہ بلوچستان میں قانون نافذ کرنے والے اداروں بشمول لیویز کو ہدایت کی جاتی ہے کہ انکے ساتھ تعاون کریں؛

(xii) ہم حکم دیتے ہیں کہ سنگین جرائم اور دہشت گردانہ کاروائیوں کے بارے میں مقامی پولیس/لیویز فوری طور پر قریبی پولیس سٹیشن، پولیس ہیڈ کوارٹر اور ہوم سیکرٹری کو آگاہ کریں جو اسی طرح آگے وزارت داخلہ کو اس حوالے سے آگاہ کریں گے؛

(xiii) ہم وفاقی حکومت اور حکومت بلوچستان کو حکم دیتے ہیں کہ وہ کوئٹہ میں زیر تعمیر فورینسک لیبارٹری کی تعمیر کا کام جلد از جلد مکمل کریں؛

(xiv) ہم حکم دیتے ہیں کہ مذکورہ جرائم کے شکار افراد کے قانونی ورثاء کو اگر پہلے ہی ادائیگی نہ کی گئی ہو تو انہیں مناسب معاوضہ ادا کیا جائے؛

(xv) ہم حکم دیتے ہیں کہ وزارت اطلاعات، پریس اینڈ پبلی کیشن ڈیپارٹمنٹ، انٹیلی جینس بیورو، سپیشل برانچ اور معلومات رسانی سے متعلق وفاق اور صوبے کے تمام دیگر ادارے انتہا پسندی اور نفرت پھیلانے والے لٹریچر کی نگرانی کریں اور اس بارے میں معلومات متعلقہ اداروں کے علم میں لائیں تاکہ ذمہ دار افراد کے خلاف قانون کے مطابق کاروائی عمل میں لائی جاسکے؛

(xvi) ہم حکومتِ پاکستان اور حکومت بلوچستان کو ہدایت کرتے ہیں کہ وہ اس بات کو یقینی بنائیں کہ جن تنظیموں پر انسداد دہشت گردی کے قانون مجریہ 1997 کی دفعہ 11۔بی (11-B) کے تحت پابندی لگائی گئی ہے اور جن کے بارے میں مذکورہ قانون کی دفعہ 11۔ڈی (11-D) کے تحت ہدایات اور احکام جاری ہوتے ہیں، انہیں اپنے نظریات کی پرچار کی اجازت نہ دی جائے اور خلاف ورزی کرنے والے افراد بشمول الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے خلاف دفعہ 11۔ڈبلیو (11-W) کے احکام کے مطابق کاروائی عمل میں لائی جائے؛

(xvii) ہم حکم دیتے ہیں کہ دیواروں پر اظہار مواد کی ممانعت کے قانون مجریہ 2001 (آرڈیننس) پر سختی کے ساتھ عمل کیا جائے اور اسکی دفعہ 2 کی خلاف ورزی کرنے والے افراد کے خلاف استغاثہ دائر کیا جائے؛

(xiii) ہم تمام مقامی کونسلز کو انکے متعلقہ سربراہان / منتظمین کی وساطت سے حکم دیتے ہیں کہ وہ فوری طور پر مذکورہ آرڈیننس کی دفعہ 3 کے تحت اپنے زیر اختیار علاقوں میں دیواروں پر کی گئی لکھائی کو مٹا دیں جس کیلئے حسب ذیل طریقہ اختیار کیا جائے:

(ا) اینٹوں کے دیوار پر اسے وائر برش (wire brush) یا گرنڈر (grinder) سے رگڑیں؛

(ب) رنگ شدہ دیوار پر اسے اسی رنگ سے کریں؛

(ج) سیمنٹ کے دیوار سے اس پر مائع سیمنٹ لگائیں ؛اور

(د) مٹی کے دیوار پر اس پر مٹی لگائیں؛

(xix) ہم بلوچستان میں خدمات انجام دینے والے ڈپٹی کمشنروں کو ہدایت کرتے ہیں کہ وہ اس بات کو یقینی بنائیں کہ انکے دائرہ اختیار میں مقامی کونسلوں کے افسران مذکورہ آرڈیننس کی دفعہ 2 کے تحت کاروائی عمل میں لا رہے ہیں اور اسکی دفعہ 3 کے تحت اپنی ذمہ داریاں انجام دے رہے ہیں اور اس میں ناکامی کی صورت میں ذمہ دار افسران کے خلاف عمل میں لائی گئی تادیبی کاروائی سے آگاہ کیا جائے؛ اور

(xi) ہم سیکرٹری لوکل گورنمنٹ بلوچستان اور بلوچستان کے سارے ڈویژنوں کے کمشنروں کو ہدایت کرتے ہیں کہ وہ اپنے زیر اختیار علاقے کے ڈپٹی کمشنروں سے مذکورہ قانون کے احکام پر عملدرآمد سے متعلق وقتاً فوقتاً رپورٹس حاصل کیا کریں۔"

11.2 **دہشت گردی کے مقدمے کے فیصلے کا اجراء:** اس بات کو یقینی بنانے کے لئے کہ سارے متعلقہ افراد / ادارے فوری طور پر دہشت گردی کے مقدمے سے متعلق اس فیصلے کو نافذ کریں، ہائی کورٹ نے اضافی اقدامات اُٹھاتے ہوئے اس فیصلے کو سارے متعلقہ افراد / اداروں کو بھیجا۔ اس حوالے سے فیصلے کے آخری تین پیراگراف یہاں ذکر کئے جاتے ہیں:

''ہماری طرف سے جاری کردہ توضیحات اور حکم نامے پیراگراف نمبر 42 میں موجود ہیں جنکا نفاذ مسئول علیہان اور دیگر متعلقہ افراد کی ذمہ داری ہے۔ دفتر کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ فیصلے کے پیراگراف 1 اور 42 کی نقل تعمیل کیلئے کیبنٹ سیکرٹری، سیکرٹری داخلہ، سیکرٹری دفاع اور سیکرٹری اطلاعات کی وساطت سے حکومت پاکستان کو بھیجے اور انسپکٹر جنرل، فرنٹیر کور بلوچستان، سیکرٹری دفاع اور سیکرٹری داخلہ کو مزید ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ مذکورہ پیروں کی نقل اطلاع اور

تعمیل کیلئے آئی۔ ایس۔آئی کے سربراہ اور آئی۔ بی اور وفاقی تحقیقاتی اداروں کے سربراہان کو بھیجیں۔ دفتر مذکورہ کو اطلاع اور تعمیل کے لیے چیف سیکرٹری کی وساطت سے حکومت بلوچستان، سیکرٹری داخلہ، سیکرٹری لوکل گورنمنٹ، انسپکٹر جنرل پولیس، ڈائریکٹر جنرل لیویز، تمام کمشنروں، تمام ڈپٹی کمشنروں اور ڈائریکٹر پریس وانفارمیشن ڈیپارٹمنٹ کو بھیجیں۔ سیکرٹری لوکل گورنمنٹ کو مزید ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ مذکورہ پیروں کو صوبے کے اندر تمام مقامی کونسلوں کو بھیجیں سیکرٹری اطلاعات کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ مذکورہ پیروں کو تمام قومی اخبارات، ریڈیو اور میڈیا چینلز کو بھیجیں۔ سیکرٹری داخلہ کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ مذکورہ پیروں کو سارے اسسٹنٹ کمشنروں، تحصیلداروں، نائب تحصیلداروں اور رسالدار میجروں کو بھیجیں۔ ڈائریکٹر پریس اینڈ انفارمیشن ڈیپارٹمنٹ کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ مذکورہ پیروں کو مقامی اخبارات، ریڈیو اور میڈیا چینلز کو بھیجیں''۔

''دفتر پورے فیصلے کی نقول اطلاع کیلئے سیکرٹری الیکشن کمیشن آف پاکستان اور انٹرنیشنل کمیشن آف جیورسٹ کو بھیجے۔''

تاہم نہ تو وفاقی حکومت نے اور نہ صوبائی حکومت نے مذکورہ ہدایات کی تعمیل کے لئے کوئی قدم اُٹھائے ہیں۔ اس پس منظر کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ اگر ان ہدایات کی تعمیل کی گئی ہوتی تو ان حملوں کو روکا جاسکتا تھا۔ جو افراد اس فیصلے کے احکام کو نافذ کرنے میں ناکام ہوئے ہیں انہوں نے شدید لاپروائی کے ارتکاب کے علاوہ عدالت عالیہ بلوچستان کی توہین بھی شاید کی ہے۔

12 <u>قومی اتھارٹی برائے انسداد دہشت گردی کا قانون</u>

12.1 **دیباچہ/ابتدائیہ:** قومی اتھارٹی برائے انسداد دہشت گردی کا قانون 2013ء ('' **نیکٹا ایکٹ** '') کے ابتدائیہ میں کہا گیا ہے:

''ہرگاہ کہ دہشت گردی اور انتہا پسندی کی لعنت ریاست کیلئے ایک بڑے خطرے کا روپ دھار چکی ہے اور اسکے خلاف اقدامات اٹھانے اور ضروری کاروائی عمل میں لانے کی ضرورت ہے۔ اور ہرگاہ کہ اس لعنت کے خاتمے کیلئے ایک ایسے مخصوص ادارے کی ضرورت ہے جو منصوبہ بندی، اشتراک عمل، باہمی ارتباط اور مکمل منصوبہ بندی کے ذریعے حکومتی پالیسی کو نافذ کرتے ہوئے ریاستی اقدامات کو مربوط کردے۔''

12.2 **نیکٹا کا بورڈ اور ایگزیکٹو کمیٹی:** نیکٹا کے بورڈ آف گورنر کی قانونی ذمہ داری ہے کہ ''وہ تزویراتی بصیرت مہیا کرے''۔ (دفعہ 7، کلاز (بی) نیکٹا ایکٹ) تاہم اس کمیٹی نے کبھی اجلاس نہیں بلایا 88 باوجود اس کے کہ قانون کا تقاضا ہے کہ یہ ''کم از کم سال کی چوتھائی (یعنی تین ماہ) میں اجلاس بلائے'' (دفعہ 6 کی ذیلی دفعہ (4) نیکٹا ایکٹ) اور ایگزیکٹو کمیٹی نے، ''جسکی

ذمہ داری بورڈ کے فیصلوں کے موثر نفاذ کو یقینی بنانا ہے''، (دفعہ 8 کی ذیلی دفعہ (5) نیکٹا ایکٹ) صرف ایک ہی اجلاس بلایا ہے۔ 31 دسمبر 2014 کو منعقدہ اس اجلاس میں ایگزیکٹو کمیٹی نے فیصلہ کیا'' سماج اور میڈیا کے تعاون سے انتہا پسندی کے خاتمے کا پروگرام (deradicalization program) شروع کیا جائے'' اور یہ کہ'' انتہا پسندی اور عسکریت پسندی کا قلع قمع کرنے کے لئے مقامی زبان میں ایک انسدادی بیانیے کو فروغ دیا جائے اور اسے میڈیا اور روشن خیال دینی رہنماؤں کے ذریعے عوام میں پھیلایا جائے'' (منٹس کا آئٹم نمبر 15) تاہم اس نے اپنے فیصلے کو عملی جامہ نہیں پہنایا نہ اس نے یہ یقینی بنایا کہ یہ کام نیکٹا کر رہا ہے۔

12.3 **نیکٹا:** نیکٹا کی ذمہ داری ہے کہ وہ بورڈ اور ایگزیکٹو کمیٹی کے فیصلوں کو نافذ کرے۔ نیکٹا کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ دہشت گردی اور انتہا پسندی سے متعلق موضوعات پر تحقیق کرے اور اس حوالے سے دستاویزات تیار اور متداول کرے، انتہا پسندی کا خاتمہ کرنے کیلئے ضابطہ ہائے کار وضع کرے، انکا موقتی بنیاد پر جائزہ لے اور اپنی رپورٹ برائے نفاذ وفاقی حکومت کو بھیجے (نیکٹا ایکٹ کی دفعہ 4، کلاز بی، سی وڈی)۔ تاہم بدقسمتی کے ساتھ نیکٹا نے نہ تو کوئی تحقیق کی ہے اور نہ اسکے تابع کوئی دستاویزات تیار کئے ہیں اور نہ انتہا پسندی کے خاتمے کے لیے کوئی لائحہ عمل تیار کیا ہے اور نہ اسکا موقتی بنیاد پر کوئی جائزہ لیا ہے اور اس طرح نہ ہی اُس نے اس انسدادی بیانیے کے منصوبوں کے نفاذ کے متعلق مطلوبہ رپورٹ وفاقی حکومت کو بھیجی ہے۔ نیکٹا نے جو ذمہ داریاں ادا کرنی ہیں انکا ذکر نیکٹا ایکٹ کی دفعہ 4 کی ذیلی دفعہ (1) کلاز (اے) تا (جی) میں موجود ہے جو حسب ذیل ہے:

(اے) ''ڈیٹا یا معلومات یا اطلاعات وصول یا اکٹھے کرنا اور انہیں متعلقہ افراد تک پہنچانا اور تمام متعلقہ افراد کے درمیان باہمی آہنگی سے ان کا موقتی جائزہ لے کر خطرات کا اندازہ لگانے کیلئے مختلف طرح کے لائحہ عمل تیار کرنا تاکہ انہیں دہشت گردی اور انتہا پسندی کے خاتمے کے لیے مناسب اور بروقت اقدامات اُٹھانے کے لیے وفاقی حکومت کو پیش کیا جا سکے؛

(بی) باہمی ارتباط سے دہشت گردی اور انتہا پسندی کے خاتمے کیلئے ایک جامع قومی لائحہ عمل تیار کرنا؛

(سی) دہشت گردی اور انتہا پسندی کے خلاف ایک لائحہ عمل تیار کرنا اور موقتی بنیاد پر ان منصوبوں پر عملدرآمد سے متعلق رپورٹ وفاقی حکومت کو پیش کرنا؛

(ڈی) دہشت گردی اور انتہا پسندی سے متعلق موضوعات پر تحقیق کرنا اور اس حوالے سے دستاویزات تیار کر کے متعلقہ افراد تک پہنچانا؛

(ای) بین الاقوامی اداروں کے ساتھ ارتباط (liaison) رکھنا تاکہ دہشت گردی اور انتہا پسندی سے متعلق معاملات میں باہمی تعاون کو آسان بنایا جا سکے؛

(ایف) متعلقہ قوانین کا جائزہ لینا اور وفاقی حکومت کو ترامیم تجویز کرنا ؛ اور

(جی) حکومتی اور غیر حکومتی اداروں کے ماہرین پر مشتمل کمیٹیاں تشکیل دینا تاکہ وہ اس اتھارٹی کے دائرہ اختیار اور اسکی ذمہ داریوں سے متعلق معاملات کا جائزہ لیں۔''

12.4 **مکمل ناکامی:** جس چیز میں نیکٹا، اسکی ایگزیکٹو کمیٹی اور اسکے بورڈ کو امتیازی حیثیت حاصل ہے وہ قانونی ذمہ داریوں میں ان سب کی اجتماعی ناکامی ہے۔ اس حوالے سے نیکٹا ایکٹ ساڑھے تین سال سے زائد وقت سے نافذ العمل ہے اور یہ قانون اسلئے تشکیل دیا گیا تھا کہ "انتہا پسندی ریاست کیلئے ایک سنگین خطرے کی صورت اختیار کر چکی تھی اور ضرورت اس بات کی تھی کہ اس کا کوئی علاج کرنے اور اس سے نمٹنے کیلئے ایک جامع لائحہ عمل تیار کیا جائے" لیکن اس طرف کوئی توجہ نہیں کی گئی اور اس سے صرفِ نظر کیا گیا۔

13 <u>منصوبہ برائے قومی لائحہ عمل، قومی پالیسی برائے اندرونی سلامتی اور مشیر برائے قومی سلامتی</u>

13.1 **منصوبہ برائے قومی لائحہ عمل (National Action Plan):** ایک صفحے کی یہ دستاویز بیس نکات پر مشتمل ہے۔ سیکرٹری داخلہ کے مطابق اسے" کل جماعتی کانفرنس نے منظور کیا" اور پھر حکومت نے اپنایا۔[89] قومی لائحہ عمل کے یہ بیس نکات دراصل بیس شعبے ہیں۔ ان حسبِ ذیل نکات کے وضع کنندگان کی رائے میں ان پر عمل کرنے کی ضرورت تھی:

"(1) دہشت گردی کے مقدمات میں موت کی سزا پانے والے افراد پر سزا لاگو کرنا۔

(2) فوج کی نگرانی میں مخصوص ابتدائی سماعت کی عدالتوں (special courts) کا قیام۔ یہ مخصوص عدالتیں دو سال تک کیلئے قائم رہیں گی۔

(3) عسکریت پسند اور مسلح گروہ ملک کے اندر کارروائی نہیں کر سکتے۔

(4) انسداد دہشت گردی کے ادارے نیکٹا کو مضبوط بنایا جائے۔

(5) نفرت، انتہا پسندی، فرقہ واریت اور عدم برداشت کو فروغ دینے والے لٹریچر، اخبارات اور جریدوں کے خلاف سخت کارروائی عمل میں لائی جائے گی۔

(6) دہشت گردوں اور دہشت گرد تنظیموں کیلئے مالی تعاون کے راستے مسدود کر دیئے جائیں گے۔

(7) پابندی کی زد میں آنے والی تنظیموں کو دوبارہ اُٹھنے نہ دیا جائے گا۔

(8) ایک فعال انسداد دہشت گردی فورس کا قیام عمل میں لایا جائے گا اور اسے روبہ عمل لایا جائے گا۔

(9) مذہبی ایذا رسانی کے خلاف مؤثر اقدامات اُٹھائے جائیں گے۔

(10) دینی مدارس کو رجسٹر اور منضبط کیا جائے گا۔

(11) الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے ذریعے دہشت گردوں اور دہشت گرد تنظیموں کی تعریف و توصیف پر پابندی عائد کی جائے گی۔

(12) فاٹا میں انتظامی اور ترقیاتی اصلاحات عمل میں لائے جائیں گے اور ملکی مہاجرین آئی۔ڈی۔پیز (IDPs) کی دوبارہ آبادکاری پر توجہ مرکوز کی جائے گی۔

(13) دہشت گردوں کے ارتباطی نیٹ ورک کا مکمل خاتمہ کیا جائے گا۔

(14) دہشت گردوں کی طرف سے انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے غلط استعمال کے خلاف اقدامات اُٹھائے جائیں گے۔

(15) پنجاب میں عسکریت پسندی کو بالکل برداشت نہیں(zero tolerance) کیا جائے گا

(16) کراچی میں جاری آپریشن کو منطقی انجام تک پہنچایا جائے۔

(17) بلوچستان کی حکومت کو تمام متعلقہ اداروں کی طرف سے سیاسی مفاہمت کے لیے مکمل اختیارات ہوں گے۔

(18) مذہبی بنیاد پر دہشت گردی کرنے والوں کے ساتھ سختی کے ساتھ نمٹا جائے گا۔

(19) افغان مہاجرین کے مسئلے سے نمٹنے کیلئے ایک جامع پالیسی وضع کی جائے گی جسکی ابتداء تمام مہاجرین کی رجسٹریشن سے ہوگی۔

(20) فوجداری نظام کو جدید خطوط پر استوار کیا جائے گا اوراس کی اصلاح کی جائے گی۔''

اگرچہ اس دستاویز کی درجہ بندی بطور "منصوبہ" کی گئی ہے لیکن اس کے ان بیس مقاصد کو حاصل کرنے کیلئے وقت کی کسی حد بندی کا ذکر نہیں ہے۔اس میں یہ بھی صراحت نہیں کی گئی ہے کہ اس منصوبے کے مختلف اجزاء پر عملدرآمد کا ذمہ دار کون ہوگا۔اس میں اس بات کا بھی ذکر نہیں ہے کہ اس کام میں پیش رفت یا کوتاہی کی نگرانی اور عملدرآمد میں ناکامی کی صورت میں اسکا تعاقب کون اور کس طرح کرے گا۔

13.2 **قومی پالیسی برائے اندرونی سلامتی:** وزارت داخلہ نے "قومی پالیسی برائے اندرونی سلامتی "2014-18" کے نام سے ایک دستاویز تیار اور جاری کی ہے[90] جس میں دہشت گردی کے انسدادی بیانیے اور انتہا پسندی کے خلاف قومی پروگرام کی ضرورت کے بارے میں تفصیلات کا ذکر ہے جسکی متعلقہ دفعات حسب ذیل ہیں:

''**قومی بیانیہ**(National Narrative)

20۔ انتہا پسندی، فرقہ واریت، دہشت گردی اور عسکریت پسندی کے حوالے سے ایک قومی بیانیے کی تشکیل ایک بنیادی پتھر کی حیثیت رکھتی ہے۔ایسا بیانیہ ایک مختلف الخیال معاشرے میں مشترک نظریاتی آواز کیلئے بہت اہم ہے۔دینی سکالر، دانشور، تعلیمی ادارے اور میڈیا اس قومی بیانیے کی تشکیل اوراس کی اشاعت کے لئے کلیدی کردار کے حامل ہیں۔نیکٹا اِن تمام متعلقہ افراد/ اداروں کے ساتھ مکالمے کیلئے سہولت فراہم کرے گا تاکہ ایک متنوع اور مختلف الخیال معاشرے میں ایک دوسرے کی رائے کے اِحترام کے حوالے سے برداشت کے جمہوری اقدار کو مضبوط بنایا جاسکے۔

21۔ نیکٹا مذکورہ قومی پالیسی برائے داخلی سلامتی کو معاونت فراہم کرنے والے دیگر اداروں کے ساتھ مشاورت سے انتہا پسندی کے خلاف ایک قومی پروگرام کو فروغ دے گا۔"

"57۔ آزاد میڈیا کے موجودہ دور میں ایسے بیانیئے (narratives) معاشرے کے تمام طبقات بشمول بچوں اور جوانوں کو متاثر کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں۔اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ دہشت گردوں کے پروپیگنڈے کا توڑ کیا جائے جس کی بنیاد خیالی شکایات،اپنے ساتھ ہونے والی خیالی زیادتیاں اور تشدد کا غیر منطقی جواز پیش کرنا

ہے۔انتہا پسندوں اور دہشت گردوں کے ساتھ ہمدردی رکھنے والے گروہوں کے بیانیئے نے ایسے عناصر میں عدم برداشت کے رویوں کو پروان چڑھانے اور انکے لئے معاشرے کے اندر ایک طمانیت والا ماحول پیدا کر کے معاشرے کو نقصان پہنچایا ہے۔میڈیا کی وساطت سے قوم تک رسائی کے ذریعے دہشت گرد گروپوں کے خلاف رائے عامہ کو ہموار کیا جا سکتا ہے اور دکھایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے قومی کلچر اور برداشت سے متعلق اقدار کو کتنا نقصان پہنچایا ہے اور یہ کہ وہ عوام اور ریاست کے دشمن کیوں بنے ہوئے ہیں۔''

بدقسمتی کے ساتھ دہشت گردی کے خلاف اس انسدادی بیانیئے (counter narrative) یا انتہا پسندی کے خلاف پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کوئی کام نہیں ہوا ہے۔

13.3 **مشیر برائے قومی سلامتی:** قومی لائحہ عمل (National Action Plan) کو عملی جامہ پہنانے کے لئے وزیر اعظم پاکستان نے ایک کمیٹی تشکیل دی ہے اور لیفٹننٹ جنرل (ریٹائرڈ) ناصر خان جنجوعہ، مشیر برائے قومی سلامتی کو وزارت داخلہ کے مورخہ 31 اگست 2016 کے اعلامیے کے ذریعے اس کا کنوینیر منتخب کیا ہے[91]۔کمیشن نے 18 نومبر 2016 کو خط نمبری 053 لکھا[92]۔اور دہشت گردی کا مقابلہ کرنے میں ان کے کردار کے بارے میں سوالات پوچھے:

''سوال نمبر 1: کیا دہشت گردی کا مقابلہ کرنا یا اس کے لئے اقدامات اٹھانا آپ کے دائرہ کار میں آتا ہے؟

جواب: دہشت گردی کا مقابلہ کرنا یا اس کے لئے اقدامات اٹھانا براہ راست میرے دائرہ کار میں نہیں آتا کیونکہ یہ صوبائی حکومتوں کے دائرہ اختیار میں آتا ہے بالخصوص 18 ویں آئینی ترمیم کے بعد، تاہم بطور کنوینیر کمیٹی برائے نفاذ قومی لائحہ عمل (National Action Plan) مشیر برائے قومی سلامتی متعلقہ اداروں کے ذریعے اس کے نفاذ کے امور کی نگرانی کرتا ہے۔میں دہشت گردی سے متعلق اقدامات کی بھی نگرانی کرتا ہوں جس کا نفاذ قومی لائحہ عمل کا ایک اہم پہلو ہے جو کہ وزارت داخلہ، نیکٹا، سول مسلح فورسز اور صوبائی قانون نافذ کرنے والے اداروں کے ذریعے عمل میں لایا جاتا ہے۔

سوال نمبر 2: کیا وزارت داخلہ، حکومت پاکستان کی وضع کردہ قومی داخلی سلامتی پالیسی / قومی لائحہ عمل سے متعلق آپ کا کوئی کردار ہے؟ اگر ہے تو اس کی تفصیلات دی جائیں۔

جواب: میرا قومی داخلی سلامتی پالیسی سے متعلق کوئی کردار نہیں ہے، تاہم میں منصوبہ قومی لائحہ عمل کو تنفیذ کرنے کا کنوینیر ہوں۔

سوال نمبر 3: کیا مشیر برائے قومی سلامتی کا عہدہ کسی قانون کے تابع یا انتظامی حکم کے ذریعے وجود میں آیا ہے؟ متعلقہ قانون / حکم سے آگاہ کیا جائے۔

جواب: مشیر برائے قومی سلامتی کا عہدہ وزیر اعظم کے انتظامی حکم کے ذریعے وجود میں آیا ہے۔

سوال نمبر 4: کیا مشیر قومی سلامتی کا دفتر دہشت گردانہ حملوں کا ڈیٹا (data) رکھتا ہے اور اگر رکھتا ہے تو کیا الیکٹرانی صورت میں یا کاغذی صورت میں؟

جواب: مشیر برائے قومی سلامتی پاکستان میں دہشت گردانہ حملوں کا ڈیٹا نہیں رکھتا تاہم نیکٹا یہ ڈیٹا مرتب کرتا ہے جو انسداد دہشت گردی سے متعلق اقدامات میں مشیر قومی سلامتی کی معاونت کرتا ہے۔''

تنفیذی کمیٹی کے اعلامیے اور مشیر برائے قومی سلامتی کے جواب سے ظاہر ہوتا ہے کہ نیکٹا، اسکی انتظامی کمیٹی اور اس کے بورڈ آف گورنرز (جن میں سے ہر ایک کا قیام نیکٹا ایکٹ کے ذریعے عمل میں آیا ہے) کا کام مشیر برائے قومی سلامتی کو سونپ دیا گیا ہے۔

یہ بات بھی سامنے آئی کہ اگرچہ قومی لائحہ عمل اور قومی پالیسی کے دائرہ کار میں آنے والے معاملات ایک ہی موضوع سے متعلق ہیں تاہم مشیر برائے قومی سلامتی کا قومی پالیسی سے متعلق کوئی کردار نہیں ہے۔

ایک اور حیران کن بات تنفیذی کمیٹی کی یہ ہے کہ مشیر برائے قومی سلامتی کے علاوہ جو کہ اس کا کنوینیر ہے باقی سارے ممبران نیکٹا کی انتظامی کمیٹی کے بھی ممبر ہیں جو کہ نیکٹا کے بورڈ آف گورنرز کے بھی ممبر ہیں۔ تاہم نیکٹا کا قومی رابطہ کار / نیشنل کوارڈینیٹر تنفیذی کمیٹی کا ممبر نہیں ہے۔

نیکٹا کے ڈائریکٹر جنرل کو بھی تنفیذی کمیٹی کا ممبر بنایا گیا ہے تاہم نیکٹا کے پانچ ڈائریکٹر جنرل ہیں اور اعلامیے میں یہ وضاحت موجود نہیں ہے کہ کون سے مخصوص ڈائریکٹر جنرل تنفیذی کمیٹی کے ممبر ہیں۔

تنفیذی کمیٹی مشیر برائے قومی سلامتی نے لکھا ہے کہ دہشت گردانہ حملوں کا ڈیٹا "نیکٹا مرتب کرتا ہے"۔ تاہم نیکٹا کے قومی رابطہ کار اور ڈائریکٹر جنرل (انسداد دہشت گردی) دونوں نے شہادت دی کہ وہ ایسا کوئی ڈیٹا نہ تو مرتب کرتے ہیں اور نہ اسے قائم رکھتے ہیں۔

مذکورہ تضادات سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ حکومت کی اعلیٰ ترین سطح پر دہشت گردی اور اس کے مقابلے کا معاملہ ابہام کا شکار ہے۔

14 دہشت گردی کے نظریے کا انسدادی بیان

14.1 **دہشت گردی اور اس کے اثرات:** براہ راست یا بالواسطہ پاکستان میں ہر شخص دہشت گردی سے متاثر ہے اور بہت سارے پیارے اور دوست یا تو قتل یا زخمی ہو چکے ہیں یا وحشانیت کا شکار ہو چکے ہیں۔ ان دہشت گردانہ حملوں میں ہزاروں اپنی جان سے گئے ہیں اور سینکڑوں ہزار زخمی ہو چکے ہیں لیکن پاکستان میں اس مسئلے کا تجزیہ کرنے میں کوتاہی کا عمل جاری ہے جبکہ تحقیق سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ یہاں کوئی انسدادی بیانیہ (counter narrative) موجود نہیں ہے اور دیئے ہوئے منصوبوں پر کوئی عمل نہیں ہوتا۔ ہم بعض اوقات اس تباہی و بربادی کے اثرات کو بھول جاتے ہیں جو ان دہشت گردانہ حملوں سے افراد کی زندگیوں پر مرتب ہوتے ہیں۔ کتنے لوگ جانتے ہیں کہ مرحوم باز محمد کا کڑ ایڈووکیٹ کی بیوہ نے خودکش حملے میں ان کی شہادت کے تین ماہ بعد اس کے بیٹے کو جنم دیا؟۔ کیا ہم امکانی طور پر اس درد کو محسوس کر سکتے ہیں جس نے اس بیوہ کے دل میں مستقل گھر کر لیا ہے؟ یا اس 24 سالہ خاتون ڈاکٹر[93] کا درد محسوس کر سکتے ہیں جو ہسپتال میں ڈیوٹی کے دوران اس دھماکے میں زخمی ہوئی۔ کتنے لوگ جانتے ہیں کہ وہ تین آپریشنوں سے گزری ہے اور اس کی کولھے کی ہڈی سے اس کے بازو میں پیوند کاری کی گئی ہے، اس کے زخموں کے نشانات کے بارے میں اور سب سے بڑھ کر اس کے اس مثالی حوصلے کے بارے میں کہ وہ اس کے باوجود ڈیوٹی پر واپس آئی؟ اس کے دائیں ہاتھ میں برائے نام حرکت موجود ہے اور وہ فکر مند ہے کہ اس کا سرجن بننے کا خواب پورا ہوگا یا

نہیں۔کیا حملوں کے شکار افراد کو میڈیا نے وہ نمایاں حیثیت دی جوان حملوں کے مرتکب افراد کو دی گئی؟

14.2 **میڈیا:** یہ ایک انتہائی مثبت پیش رفت ہے کہ میڈیا کوئی بھی مواد چھاپنے، شائع کرنے اور براڈ کاسٹ کرنے کے حوالے سے اپنی آزادی کی جنگ جیت چکا ہے۔تاہم دہشت گردی کی رپورٹنگ کرتے ہوئے بعض اوقات میڈیا اس ذمہ داری سے صرف نظر کر لیتی ہے جس کی اس سے توقع کی جاتی ہے۔کسی بھی اشاعت یا براڈ کاسٹ میں دہشت گردوں کے نظریات کا کسی صورت میں پرچار نہیں ہونا چاہیے۔ایسی آراء جوان کی تعریف وتوصیف کی حامل ہیں یا جو ان کے دہشت گردانہ اقدامات کو جواز فراہم کرتی ہیں۔انسداد دہشت گردی کے قانون مجریہ 1997ء کی دفعہ (11W) کی رو سے یہ ایک جرم ہے جس کی سزا پانچ سال تک قید اور جرمانہ ہے یعنی جو کوئی شخص ایسی کارروائیوں کی رپورٹ طبع یا شائع کرے جن میں دہشتگردوں یا دہشتگردانہ کارروائیوں کی تعریف وتوصیف کی گئی ہو یا مذہبی، فرقہ ورانہ یا لسانی نفرت کو اُبھارا گیا ہو یا کسی ایسے فرد کو اہمیت دی گئی ہو جسے کسی دہشتگردانہ کارروائی میں سزا ہوئی ہو یا کسی ایسے فرد یا تنظیم کے بارے میں جو دہشتگردی یا پابندی کی زد میں آنے والی کسی تنظیم یا ایسی تنظیم سے وابستگی رکھتا ہو جسے نگرانی میں رکھا گیا ہو۔تاہم حقائق پر مبنی کسی خبر کی رپورٹ چھاپنے یا شائع کی اجازت ہے۔اگر چہ اس قانون کی ہمیشہ خلاف ورزی ہوئی ہے اور بہت شاذ کوئی کارروائی عمل میں لائی گئی ہے جس سے اس قانون کو خاطر میں نہ لانے کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔بڑے ٹیلی ویژن نیٹ ورک بناوٹی متوازن نقطۂ نظر پیش کرنے کے لیے ایسے لوگوں کو بلاتے ہیں جن کے آراء سے اس جرم کے مرتکب افراد کے نقطۂ نظر کو تائید ملتی ہے۔جیسا کہ پابندی کی زد میں آنے والی تنظیم جس نے اپنی توجہ بچوں کے سکول اُڑانے پر مذکور کی ہوئی ہے کے حوالے سے ایک بلائے گئے مہمان کو اس بات کی اجازت دی گئی کہ وہ ان مجرمانہ اور قابل مذمت حملوں کو صحیح ثابت کرے۔میڈیا کے لیے ضروری ہے کہ وہ دہشتگردی کے اثرات کے بارے میں ایسے مواد کو چھاپنے اور براڈ کاسٹ کرنے پر اپنی توجہ زیادہ مذکور کرے جس سے عوام میں ان قاتلوں اور قتل وغارت گری کے بارے میں ان کے نظریات کے حوالے سے زیادہ بہتر آگاہی پیدا ہو۔

14.3 **کمیشن کی ذمہ داری:** کمیشن کی ذمہ داری لگائی گئی ہے کہ وہ اس ہمہ جہت المیے کو اس کے تمام متعلقہ پہلوؤں سے دیکھے جن میں دہشتگردوں کے نظریات کا انسدادی بیانیہ شامل ہے۔دہشتگردی کی آگ مذہبی، مسلکی اور لسانی نفرتوں کے فتیلے (fuse) سے سلگتی ہے۔ یہ دہشتگرد کون ہیں جو حملے کر رہے ہیں اور لوگوں کو قتل کرتے اور معذوری سے دوچار کرتے ہیں اور سرکاری اور نجی املاک کو تباہ کرتے ہیں۔پابندی کی زد میں آنے والی تنظیموں کی غالب اکثریت نے جو 75 سے زیادہ ہے مذہب کا لبادہ اوڑھا ہوا ہے جس سے ان کے واضح طور پر ایک مخصوص قسم کے دہشتگرد ہونے کی نشاندہی ہوتی ہے۔ ان سے نمٹنے کے لیے مناسب لائحہ عمل اپنانے کی ضرورت ہے۔

14.4 **قرآن سے وابستگی:** پاکستان میں غالب اکثریت مسلمانوں کی ہے اس لیے قرآن میں دی ہوئی ہدایات کو قبول کرنا اور ان پر کاربند رہنا آسان ہونا چاہیے۔جبر، تشدد یا زبردستی کے لیے اسلام میں کوئی جگہ نہیں۔لفظ اسلام کے معنی امن وسلامتی کے ہیں لیکن ہمیں امن وسلامتی سے رہنے کا ماحول میسر نہیں ہے۔دہشتگردی کے لیے دہشتگردوں اور ان کے دوسرے متعلقین کی طرف سے پیش کیا گیا جواز اسلامی عقیدے کی مکمل خلاف ورزی ہے۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے احکامات بالکل واضح ہیں۔

14.5 **قتل وغارت کے خلاف اللہ تعالیٰ کے احکامات:** اللہ تعالیٰ نے زندگی کو مقدس بنایا ہے۔ وہ خالق ہے اور اُس نے کسی بھی بنی نوعِ انسان کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

أَنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا ط وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَآ أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا ط وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ز ثُمَّ إِنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْأَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ

''جو شخص کسی کو (ناحق) قتل کرے گا۔۔۔اس نے گویا تمام لوگوں کو قتل کیا۔اور جو اسکی زندگانی کا موجب ہوا تو گویا تمام لوگوں کی زندگانی کا موجب ہوا۔'' (سورۃ المائدہ (5) آیت 32)

زمین پر بسنے والے ہر انسان کی اللہ کے ہاں بہت اہمیت ہے۔ اس نے ایک انسان کے قتل کو پوری انسانیت کے قتل کے اور ایک زندگی بچانے کو پوری انسانیت کی زندگی بچانے کے مترادف قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری زندگی کو انتہائی اعلیٰ شرف سے نوازا ہے۔ایک ایمان والے کا قتل قاتل کو جہنم اور اللہ کے غضب کا حقدار بناتا ہے۔

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِناً مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَأَعَدَّ لَهٗ عَذَاباً عَظِيْمًا

''اور جو شخص ایک ایمان والے کو قصداً مار ڈالے تو اسکی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ (جلتا) رہے گا اور اللہ کا اس پر غضب اور لعنت ہوگی اور ایسے شخص کیلئے ایک بہت بڑا (سخت) عذاب تیار کر رکھا ہے۔''
(سورہ النساء (4) آیت 93)

اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے شدید نفرت کرتے ہیں جو کسی کی جان لیتے ہیں۔ مردوں، عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے والوں کو شدید ترین الفاظ میں تنبیہ کی گئی ہے۔اس پیغام میں کوئی ابہام یا پیچیدگی نہیں ہے اور مسلمان قرآن مجید کے اس حکم سے مختلف رائے اختیار نہیں کر سکتے لیکن جو لوگ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں انہوں نے پھر بھی قتل و غارت کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ اگر مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے والے لوگ قتل و غارت اور بم دھماکوں کی طرف رجوع کرتے ہیں تو انہوں نے یا تو قرآن نہیں پڑھا ہے یا وہ کسی ایسے بناوٹی استاد یا جعلی عالم کے زیر اثر ہیں جو دورغ گوئی کی ترغیب دیتا ہے۔

14.6 **خودکش بمبار:** ایک خودکش بمبار اپنی خودکش جیکٹ کو اُڑاتا ہے جو کہ دھماکہ خیز مواد اور بال بیرنگ سے بھرا ہوتا ہے اور اس طرح اپنا خاتمہ کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے ارد گرد موجود لوگوں کو بھی قتل اور زخمی کرتا ہے۔اسلام میں زندگی کے تقدس بشمول خودکش بمبار کی زندگی کو اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ اپنے آپ کو قتل کرنا بھی بڑا گناہ ہے۔

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ

"اور کسی جان (والے) کو جس کے قتل کو اللہ نے حرام کر دیا ہے قتل نہ کرنا" (سورۃ الانعام (6) آیت 151)

وَلا تَقْتُلُوٓا أَنْفُسَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا

"اور اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو۔کچھ شک نہیں کہ اللہ تم پر مہربان ہے" (سورہ النساء (4) آیت نمبر 29)

جوشخص اپنے آپ کو دھماکہ خیز مواد سے اُڑاتا ہے وہ اللہ کی مخلوق اور اللہ تعالیٰ کے احکامات دونوں کے خلاف جرم کا ارتکاب کرتا ہے۔ اپنے آپ کو اُڑاتے وقت وہ دیگر افرد کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو بھی قتل کرتا ہے اور یہ ساری جانیں بشمول خودکُش بمبار کی جان مقدس ہیں۔اب اگر مدرسہ یا مسجد چلانے والا کوئی اِس کے مخالف رائے رکھنے کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کو روکنا چاہیے اور اس کے خلاف کارروائی عمل میں لانی چاہیے۔

14.7 **عیسائیوں اور دیگر مذاہب کے پیروکاروں کا قتل:** عیسائیوں اور دیگر مذاہب کے پیروکاروں پر بھی حملے ہوئے ہیں اور پاکستان میں کئی گرجے بموں کی زد میں آئے ہیں۔قرآن نے ہر طرح کی عبادت گاہوں کے تحفظ کا حکم دیا ہے اور اس حوالے سے خاص طور پر خانقاہوں اور گرجوں اور کلیسوں اور مسجدوں کا ذکر کیا ہے (سورۃ الحج (22) آیت 40)۔

الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ

لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ

اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ

حضورﷺ نے فرمایا ہے ''جوشخص کسی مسلمان ریاست کے غیر مسلم شہری کو تکلیف دیتا ہے وہ مجھے تکلیف دیتا ہے اور جو مجھے تکلیف دیتا ہے وہ اللہ کو ناراض کرتا ہے'' (بخاری)۔''جوشخص کسی مسلمان ریاست کے غیر مسلم شہری کو تکلیف دیتا ہے میں اسکا مخالف ہوں اور روز قیامت بھی اسکا مخالف ہونگا'' (بخاری)۔''خبردار رہو قیامت کے دن میں خود اس شخص کے خلاف شکایتی بنوں گا جو کسی مسلمان ریاست کے غیر مسلم شہری کے ساتھ زیادتی کرے گا یا اُس پر بوجھ ڈالے گا جو وہ برداشت نہ کر سکے یا اس چیز سے محروم کرے گا جو اسکی ملکیت ہے'' (الماوردی)۔

14.8 **برداشت:** اللہ پر ایمان رکھنے والے کسی بھی شخص کیلئے متحمل مزاج ہونا ایمان کا حصہ ہے۔کسی کو مذہب تبدیل کرنے پر مجبور کرنا، اسے اذیت دینا اور کسی بھی نوعیت کی زور زبردستی اسلام میں ایک ناپسندیدہ عمل ہے۔

لَآ إِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ

"دین میں زبردستی نہیں ہے"۔(سورۃ البقرہ (2) آیت 256)

دیگر مذاہب کے پیروکاروں کی بھی توہین نہیں کی جا سکتی کیونکہ اللہ ہمیں ایسا کرنے سے منع کرتے ہیں۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ

''اور جن لوگوں کو یہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں اِن کو بُرا نہ کہنا کہ یہ بھی کہیں اللہ کو بے ادبی سے بے سمجھی میں بُرا (نہ) کہہ بیٹھیں۔'' (سورۃ الانعام (6) آیت 108)

14.9 **فرقہ واریت:** پابندی کی زد میں آنے والی اکثر تنظیمیں بدترین فرقہ واریت کی وکالت کرتی ہیں اور چاہتی ہیں کہ پاکستان کو انکی مرضی کی فرقہ وارانہ ریاست بنا دیا جائے۔ اس رائے کے حامل افراد اللہ کے اس حکم سے غافل ہیں جس میں فرقہ بندی، نااتفاقی، جھگڑا کرنا اور جماعت بندی کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا گیا ہے۔ قرآن کہتا ہے:

وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ

"اور اِس (دین) میں پھوٹ نہ ڈالنا" (سورۃ الشوریٰ (42) آیت 13)

پروردگار ان لوگوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں جو اسلام اور مسلمانوں کو تقسیم کرتے ہیں اور اپنے فرقے کی برتری کا دعویٰ کرتے ہیں اور جذبات کو ہوا دے کر نفرتوں کو جنم دیتے ہیں۔

مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝٣١ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ

''ایمان والو اسی (اللہ) کی طرف رجوع کیے رہو اور اس سے ڈرتے رہو اور نماز پڑھتے رہو اور مشرکوں میں نہ ہونا (اور نہ) اِن لوگوں میں (ہونا) جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور (خود) فرقے فرقے ہوگئے سب فرقے اسی سے خوش ہیں جو ان کے پاس ہے۔''
(سورہ الرّوم (30) آیت 31 اور 32)

وہ (اللہ) حکم دیتا ہے کہ ہمیں نہ اختلاف کرنا چاہئے اور نہ تقسیم کا شکار ہونا چاہیے:

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ

''اور ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جو متفرق ہو گئے اور ایک دوسرے سے (خلاف) اختلاف کرنے لگے۔۔۔'' (سورۃ آل عمران (3) آیت 105)

إِنَّ هٰذِهٖٓ أُمَّتُكُمۡ أُمَّةً وَّاحِدَةً ۫ وَّأَنَا رَبُّكُمۡ فَاعۡبُدُوۡنِ

''یہ تمھاری اُمت ایک ہی اُمت ہے اور میں تمھارا پروردگار ہوں تو میری ہی عبادت کیا کرو'' (سورۃ الانبیاء (21) آیت 92)

14.10 **اختلاف رائے اور فتنہ:** رسول محمد ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے پیغام اور تنبیہہ کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے ''اختلافات میں مبتلا ہو کر اس طرح اپنے دلوں میں نفرتیں نہ پیدا کرو۔'' جب دو مسلمان اونچی آواز میں ایک قرآنی آیت کے مفہوم کے بارے میں اختلافی بحث کر رہے تھے تو آپ نے فرمایا ''تم سے پہلے لوگ صرف اس لئے ہلاک ہوئے کہ انہوں نے آسمانی کتاب میں اختلاف کیا۔'' عرفات کی پہاڑی پر آپ نے اپنے مشہور خطبے میں فرمایا کہ ''ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں'' آپ فتنے سے نفرت کرتے تھے۔ آپ نے اپنی وفات سے کچھ پہلے فرمایا ''اے لوگو آگ لگا دی گئی ہے اور فتنے /اختلافات رات کے اندھیروں کی طرح چھا گئے ہیں''۔

14.11 **پیار محبت باہمی بھائی چارے اور اتفاق میں نجات / بھلائی ہے:** اتفاق، بھائی چارے اور محبت کا پیغام پورے قرآن میں لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے لیکن ہم اپنی عاقبت کی خرابی کا خطرہ مول لے کر خالق کے دیئے ہوئے ان رہنما اصولوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں:۔

وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰهِ جَمِيۡعًا وَّلَا تَفَرَّقُوۡا ۠ وَاذۡكُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ إِذۡ كُنۡتُمۡ أَعۡدَآءً فَأَلَّفَ بَيۡنَ قُلُوۡبِكُمۡ فَأَصۡبَحۡتُمۡ بِنِعۡمَتِهٖٓ إِخۡوَانًا ۚ وَكُنۡتُمۡ عَلٰى شَفَا حُفۡرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنۡقَذَكُمۡ مِّنۡهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمۡ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمۡ تَهۡتَدُوۡنَ

''اور سب مل کر اللہ کی (ہدایت کی) رسی کو مضبوط پکڑے رہنا اور متفرق نہ ہونا۔ اور اللہ کی اس مہربانی کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمھارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے۔ اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچ چکے تھے تو اللہ نے تم کو اس سے بچا لیا۔ اس طرح اللہ تم پر اپنی نشانیاں واضح کرتا ہے تا کہ تم ہدایت پاؤ۔'' (سورۃ العمران (3) آیت 103)

14.12 **اثرات:** دہشت گردی کی وبا پاکستان میں بغیر کسی روک ٹوک کے پھیل رہی ہے کیونکہ ریاست کے کارندے انکے خلاف کاروائی عمل میں نہیں لا رہے اور جو لوگ انتہا پسندانہ بیانیئے کا سدِّ باب کرنے کے ذمہ دار ہیں انہوں نے انتہا پسندانہ بیانیئے کو روکنے یا اِسے غیر مؤثر کرنے کے لئے کسی صلاحیت کا مظاہرہ نہیں کیا۔ جس انتہا پسندانہ اور نفرت سے بھرپور نظریے کو اختیار کیا گیا ہے اور آگے پھیلایا جا رہا ہے اس کے نتیجے میں کئی نوجوان مسلمان گمراہ ہو رہے ہیں۔ ماحولیاتی بحران سمیت کئی مسائل کے حوالے سے اسلام کے پیش کردہ حل کو شنوائی ہی نہیں مل رہی ہے۔ دہشت گرد اپنے رویئے سے بھی رسول محمد ﷺ کی شان کو گھٹانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ دہشت گردوں کی چھوٹی ذہنیت اِس بات کو سمجھنے سے قاصر ہے کہ رسول محمد ﷺ صرف مسلمانوں کیلئے نہیں بلکہ پوری انسانیت کیلئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ بے لگام نفرت سے گھناؤنی مجرمانہ کاروائیاں جنم لیتی ہیں جن کو خود

اہم،خود نیک اور ضدی لوگ بڑکھاتے ہیں ایسے ہی لوگوں کواللہ تعالیٰ نے یوں مخاطب کیا:

قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ

''ان سے کہو کیا تم اللہ کواپنی دینداری جتلاتے ہو۔اور اللہ تو آسمانوں اور زمین کی سب چیزوں سے واقف ہے۔اور اللہ ہر شے کو جانتا ہے۔'' (سورۃ الحجرات (49) آیت 16)

15 ریاست کی ذمہ داری

15.1 **ایک اسلامی ریاست:** پاکستان کو "اسلامی جمہوریہ پاکستان" قرار دیا گیا ہے۔ (آئین کا آرٹیکل 1) اور ضروری احکامات کے ساتھ ہم آہنگ کیا جائے۔ (آئین کا آرٹیکل 227)۔آئینی پالیسی اصولوں (Principles of Policy) کا تقاضا یہ ہے کہ "ایسے اقدامات عمل میں لائے جائیں جو پاکستان کے مسلمانوں کو اس قابل بنائیں کہ وہ انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی زندگیاں اسلام کے بنیادی اصولوں اور نظریات کے مطابق گزار سکیں اور ایسی سہولیات فراہم کی جائیں جو انہیں اس قابل بنائیں کہ وہ قرآن وسنّت کی روشنی میں مقصدِ زندگی کو سمجھیں مگر جو مسلمان امن،محبت اور فتنے کی پرچار اور قتل وغارت سے نفرت کے حوالے سے اللہ کے احکامات کو ماننا اور ان پر کاربند رہنا چاہتے ہیں ان کے لیے اپنی زندگیاں اسلام کے احکامات کے مطابق گزارنا مشکل ہوتا جارہا ہے۔ نفرت اور تشدد کا پرچار کرنے والوں کی اور انکے ہمدردوں نے عوام کے اندر اپنی جگہ بنالی ہے اور سچائی کے ساتھ اسلام کا پرچار کرنے والوں کی آواز کو دبایا جارہا ہے۔اس لیے ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ ثانی الزکر افراد کی پشت پناہی کرے اور اول الزکر افراد کے خلاف کارروائی عمل میں لائے۔

15.2 **پڑھنے لکھنے کا ہُنر حاصل کرنا اور علم کا حصول:** اسلام نے پڑھنے لکھنے اور حصول علم پر زور دیا ہے۔"اقراء" قرآن مجید کا پہلا لفظ ہے جس کا مطلب ہے پڑھنا۔اقراء کا لفظ فعل امر کے انداز میں استعمال کیا گیا ہے یعنی اس میں صرف کہا نہیں گیا بلکہ حکم دیا گیا ہے۔ قرآن مجید کی پہلی نازل کردہ سورۃ العلق میں پڑھنے کے حکم کے بعد قلم کا استعمال پھر تعلیم اور حصول علم کا حکم دیا گیا ہے۔ قرآن مجید کے ان ابتدائی الفاظ کی اہمیت کو کم نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ کا حکم تمام مرد،عورتوں،لڑکے اور لڑکیوں کے لیے ہے۔اسلام کے اس واضح پیغام کے باوجود تمام حدود کو پار کرتے ہوئے سکولوں پر حملے ہورہے ہیں۔ ان انتہاپسندوں کے نظریات اور اصولوں کا مقابلہ ذہنی قابلیت سے کیا جاسکتا ہے۔پڑھنا،سیکھنا،پڑھانا اور حصول علم مسلم معاشروں کی روایات کی شناخت ہے اور اس میں رکاوٹ ڈالنا حالیہ رجحان ہے۔اسلامی اقدار اور مابعد الطبعیات کے رشتے کو دوبارہ سے بحال کرنے کی ضرورت ہے۔

15.3 **تعلیمی ادارے:** یہ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس بات کو یقینی بنائے کہ تعلیمی ادارے بشمول مدارس اسلام کی تعلیمات اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق دے رہے ہیں۔اگر کوئی ادارہ نفرت،فتنہ یا انتہاپسندی پھیلاتا ہوا پایا جائے تو اُس کو بند کردینا چاہیے اور قانون کے مطابق اس کے خلاف کارروائی کرنی چاہئیے۔

15.4 **وفاق المدارس (مدارس کے تعلیمی بورڈ):** کمیشن نے پاکستان میں چلنے والے پانچ مدارس کے تعلیمی بورڈ (وفاق) کو خطوط لکھے: (1) وفاق المدارس السّلفیہ 94، (2) وفاق المدارس العربیہ 95، (3) وفاق المدارس الشیعہ پاکستان 96، (4) تنظیم المدارس پاکستان 97 اور (5) رابطۃُ المدارس الاسلامیہ 98 اوران کی ایسوسی ایشن، اتحادِ تنظیم المدارس 99۔ کمیشن کی طرف سے مذکورہ اداروں کو جو خط لکھا گیا وہ درج ذیل ہے:

''جناب عالی!

یہ کہ بحکم مورخہ 6 اکتوبر 2016 جاری کردہ مقدمہ نمبر S.M.C NO.16/2016 جسٹس قاضی فائز عیسیٰ، جج عدالت عظمیٰ پاکستان پر مشتمل یک رکنی کمیشن قائم کیا گیا ہے۔ یہ کمیشن 8 اگست 2016 کو کوئٹہ میں ہونے والے دو واقعات (جناب بلال انور کاسی، صدر بلوچستان بار ایسوسی ایشن کے قتل اور سینڈیمن صوبائی ہسپتال میں بم دھماکہ) کی تحقیقات کر کے تیس دن کے اندر رپورٹ پیش کرے۔ ان واقعات میں ستر (70) سے زائد ہلاکتیں اور سو (100) سے زائد لوگ شدید زخمی ہوئے۔ ان واقعات کی ذمہ داری جماعت الاحرار اور لشکر جھنگوئی العالمی نے قبول کی۔

پاکستان میں 2006 لیکر اب تک 17000 سے زائد دہشتگردی کے واقعات ہو چکے ہیں لہذا اس پسِ منظر میں آپ سے درج ذیل سوالات کے جواب/رائے مانگی جارہی ہے۔

1۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ کوئی مسجد/مدرسہ بالواسطہ یا بلاواسطہ جماعت الاحرار یا لشکر جھنگوی یا لشکر جھنگوی العالمی سے منسلک ہے؟

2۔ کیا آپ کسی ایسی مسجد یا مدرسہ کے بارے میں جانتے ہیں کہ جس کے روابطہ بالواسطہ یا بلاواسطہ جماعت الاحرار یا لشکر جھنگوئی یا لشکر جھنگوئی العالمی یا ایسی تنظیم جس کا اندراج انسدادِ دہشتگردی قانون 1997 میں ہو۔ جن کا فہرست لف میں ذکر ہے؟

3۔ اگر آپ کو یہ پتہ چلے کہ کوئی مسجد یا مدرسہ تشدد کو اُکسا رہا ہے یا نفرت پھیلا رہا ہے تو کیا آپ کا ادارہ اس مسجد یا مدرسہ کے منتظمین کے خلاف کوئی کارروائی کرتے ہیں۔ نیز کیا آپ اس بابت حکومت کو اطلاع دیتے ہیں؟

4۔ آپ کے ادارے کے ساتھ کتنی مساجد اور مدارس کا اندراج منسلک ہے؟

5۔ کیا آپ کے علم میں یہ ہے کہ کوئی مسجد/مدرسہ کے منتظمین تشدد پر اُکسا رہے ہیں یا نفرت پھیلا رہے ہیں؟

6۔ کیا آپ کا ادارہ مساجد/مدارس کے منتظمین کو یہ احکامات جاری کرتے ہیں کہ وہ تشدد پر نہ اُکسائیں اور نفرت نہ پھیلائیں نیز اگر ایسے احکامات جاری کیے گئے ہیں تو اس کا مثالی نمونہ پیش کریں؟

7۔ آپ کی رائے میں مختلف کالعدم / غیر کالعدم تنظیموں یا ایسے شخصیات جو کہ تشدد کو بڑھاوا دیتے ہیں اور نفرت پھیلاتے ہیں تو ان کے خیالات اور احکامات کی نفی کا احسن طریقہ کیا ہے۔ اگر آپ کے پاس اس ضمن میں کوئی تحریری نمونہ ہے تو پیش کیجئے۔ اور اگر ایسا کوئی نمونہ نہیں ہے تو براہِ کرم اپنا تفصیلی جواب قرآنی احکامات کی روشنی میں دیجئے۔

8۔ آپ کے ادارے نے دہشتگردی اور نفرت کے خلاف کوئی مخصوص تعلیمی درس مرتب کیا ہے تو براہِ کرم مکمل تفصیلات لف کریں۔

درج بالا سوالات کے جوابات تنظیم کے سربراہ خود دیں اور اگر کسی وجہ سے وہ دستیاب نہ ہو تو اُن کے نائب جوابات دیں۔ آپ کے جوابات کے ہم منتظر رہیں گے اور اُمید رکھتے ہیں کہ یہ جوابات بذریعہ ای میل درج ذیل پتہ quettainquirycommission.scp@gmial.com پر ارسال کریں۔ یا پھر عدالت عظمیٰ کوئٹہ تحقیقاتی کمیشن بلوچستان ہائی کورٹ بلڈنگ، حالی روڈ کوئٹہ یا پھر دونوں مذکورہ پتوں پر مورخہ سات نومبر 2016 تک ارسال کریں۔

یہ خط جسٹس قاضی فائز عیسیٰ، جج عدالت عظمیٰ پاکستان / تحقیقاتی کمیشن کی ہدایات اور اختیارات کے تحت جاری کیا جا رہا ہے۔"

کمیشن نے مدارس کے تمام وفاقوں سے جوابات وصول کیے جنہوں نے اطلاع دی کہ کل 26,465 مدارس اُن کے ساتھ الحاق شدہ ہیں جن کی تفصیلات درج ذیل ہیں: وفاق المدارس السّلفیہ = 695 [100]، وفاق المدارس العربیہ = 14,590 [101]، وفاق المدارس الشیعہ پاکستان = 470 [102]، تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان = 9,210 [103] اور رابطہ المدارس الاسلامیہ پاکستان = 1,500 [104]۔ تمام وفاقوں نے اس عزم کا اعادہ کیا کہ وہ نفرت اور انتہاپسندی کے پھیلاؤ کو روکیں گے اور اگر ان سے الحاق شدہ کوئی مدرسہ ایسا کرنے میں ملوث ہوگا تو وہ اس کے خلاف کارروائی عمل میں لائیں گے۔ تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان نے ہر مدرسے کی نگرانی کو مشکل قرار دیا اور کہا کہ یہ ذمہ داری ریاست کی ہے۔

15.5 **وزارت مذہبی امور:** کمیشن نے وزارت مذہبی امور و بین المذاہب ہم آہنگی سے بھی تحریری معلومات اور رائے لی اور اس سلسلے میں لکھا: [105]

"(1) کیا کوئی مسجد / مدرسہ بالواسطہ یا بلاواسطہ جماعت الاحرار یا لشکر جھنگوی یا لشکر جھنگوی العالمی سے منسلک ہے؟

(2) کیا آپ کسی ایسی مسجد یا مدرسہ کے بارے میں جانتے ہیں کہ جس کے روابط بالواسطہ یا بلاواسطہ کسی ایسی تنظیم کے ساتھ ہیں جس پر انسدادِ دہشتگردی کے قانونِ مجریہ 1997 کے تحت پابندی عائد کی گئی ہے بشمول ان تنظیموں کے جو مذکورہ فہرست کے مطابق زیرِ نگرانی ہیں۔

(3) کونسا ادارہ، اگر کوئی ایسا ہے، جو کہ مساجد / مدارس کی نگرانی کرتا ہے اور اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ وہ تشدد یا جرائم پر نہیں ابھارتے یا نفرت نہیں پھیلاتے؟

(4) اگر یہ معلوم ہو جائے کہ کوئی مسجد/مدرسہ تشدد یا جرائم کو ہوا دے رہا ہے تو پھر ان کے خلاف کیا قدم اٹھایا جاتا ہے؟

(5) پاکستان میں تمام مسجدوں اور مدارس کی تعداد مہیّا کی جائے؟

(6) پاکستان میں ان مسجدوں/مدارس کی تعداد بتلائی جائے جو کہ تشدد یا جرائم کو اُبھارتے یا نفرت پھیلاتے ہیں؟

(7) کیا مسجدوں/مدارس کو کوئی ایسی ہدایات دی گئی ہیں کہ وہ تشدد یا جرائم یا نفرت کو بڑھاوا نہ دیں، اگر دی گئی ہیں تو پھر ایسی ہدایات کا کوئی نمونہ مہیّا کیا جائے"۔

وزارت نے مطلوبہ سوالات کا جواب106 یہ دیا:

''(1) یہ معاملہ وزارت داخلہ (NACTA) نیکٹا، اور صوبائی داخلہ ڈیپارٹمنس/(Home Department) سے متعلق ہیں۔ لہٰذا ایسی معلومات وزارت داخلہ اور چیف سیکریٹریز سے حاصل کی جاسکتی ہیں۔

(2) ایضاً

(3) ایضاً

(4) ایضاً

(6) ایضاً

(7) ایضاً

جہاں تک پیرا5 کا تعلق ہے تو اطلاعاً عرض ہے کہ اس بارے میں اس وزارت نے 2015 میں صوبائی اور علاقائی بنیادوں پر اندراج شدہ مدارس، جو کہ وفاقی تنظیم المدارس پاکستان کے تحت ہیں، معلومات حاصل کی ہیں جن کی تفصیلات منسلک ہیں۔''

وہ فہرست جو کہ وزارت کے دیئے ہوئے جواب کے ساتھ مہیّا کی گئی اس میں 11,852 رجسٹر شدہ مدارس کا ذکر ہے. لیکن کہا گیا ہے کہ وفاق المدارس العربیہ سے "معلومات کا انتظار ہے"۔ وزارت کے پاس نہ ہی بنیادی معلومات موجود ہیں اور نہ ہی اس کے پاس اسے اکھٹا کرنے کی اہلیّت موجود ہے۔ کمیشن کو وفاق کی طرف سے دی گئی معلومات کے مطابق ملک میں 26,465 مدارس موجود ہیں لیکن تمام مدارس (پانچوں وفاقوں کے ساتھ) الحاق شدہ نہیں ہیں۔ حیران کن بات یہ ہے کہ کوئی بھی ایسی مرکزی جگہ موجود نہیں ہے جہاں یہ بنیادی معلومات اکٹھی کی جاتی ہوں بشمول مدارس کی تعداد اور ان کے بارے میں معلومات کے اور نہ ہی یہ وزارت یا کوئی دیگر یا ملکی ادارہ معلومات حاصل کرنے یا اس کا جائزہ لینے کی کوشش کر رہی ہے۔ ریاست کے لئے ضروری ہے کہ وہ ملک میں موجود تمام تعلیمی اداروں بشمول مدارس کی معلومات رکھے۔ ایسی معلومات کے بغیر یہ ممکن نہیں ہوگا کہ ان کے حوالے سے کوئی بھی حکمت عملی تشکیل پا سکے یا اس کا نفاذ کیا جا سکے یا غلط کام کرنے والوں کے خلاف کارروائی عمل میں لائی جا سکے۔

15.6 **غیر مسلموں سے سلوک اور وزارت مذہبی امور:** وزارت مذہبی امور کا نام تبدیل کر دیا گیا ہے اور اس کے نام میں "بین المذاہب و ہم آہنگی" کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ مگر یہ نظر آتا ہے کہ وزارت صرف حج اور عمرہ کے معاملات کو دیکھتی ہے جیسا کہ

اس کی ویب سائٹ سے ظاہر ہے۔(www.mora.gov.pk)۔ وزارت نہ ہی مذہبی تعلیمات کو دیکھتی ہے اور نہ ہی بین المذاہب ہم آہنگی کے معاملات سے اس کا کوئی تعلق ہے۔

15.7 **غیر مسلموں سے برتاؤ سے متعلق ایک اسلامی ریاست کی ذمہ داری:** ایک اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ مذہبی اقلیتوں کا تحفظ کرے۔ابتدائی اسلامی تاریخ خود ان مثالوں سے بھری پڑی ہے جہاں مذہبی اقلیتوں کی عبادت گاہوں کے تحفظ کو یقینی بنایا جاتا تھا۔ان میں سے ایک مثال کے مطابق، حضرت عمرؓ 637ء عیسوی میں یروشلم میں فاتحانہ انداز میں داخل ہوئے مگر وہاں کے پادری کی دعوت، کہ وہ مقدس چرچ (Church of the Holy Sepulcher) میں آ کر اپنی عبادت کریں، قبول کرنے سے انکار کر دیا، کیونکہ انہیں خدشہ تھا کہ آنے والے وقتوں میں ان کے پیروکار اس پر قابض ہو کر اس چرچ کو مسجد قرار نہ دے دیں۔ جب وزارت مذہبی امور کے دائرہ اختیار میں ان کی حفاظت کی ذمہ داری نہیں ہے تو وہ اس بات کو کیسے یقینی بنانے کی کوشش کر سکتی ہے کہ نفرت اور شدّت پسندانہ سوچ کا انسداد کیا جائے اور اس کو روکنے کی کوشش کی جائے۔

16 دھماکہ کے فوری بعد قانون نافذ کرنے والے اداروں کا ردِّعمل

16.1 **مزید افراتفری پھیلانا:** ہسپتال میں دھماکے کے وقت موجود پولیس اہلکاروں نے ہوائی فائرنگ کی[107]۔ پولیس کے خیال کے مطابق ایس پی طارق کے گارڈ نے کلاشنکوف کے ذریعے چار فائر کئے تاکہ دہشت گردوں میں خوف پیدا ہو سکے[108]۔ بند کمرہ کمیشن کے دوران انسپکٹر جنرل پولیس نے ہوائی فائرنگ کو جائز قرار دینے کی کوشش کی جبکہ کمیشن کے سوال پر اپنے تحریری جواب میں انہوں نے بات بدل دی۔ کچھ وکلاء اور ڈاکٹرز جو کہ دھماکہ کے وقت ہسپتال میں موجود تھے نے کہا کہ پولیس اہلکاروں کی طرف سے تسلیم شدہ ہوائی فائرنگ کے علاوہ کلاشنکوف یا کسی مشین گن سے دو یا تین خودکار یا گولیوں کی (bursts) بوچھاڑ بھی سنی گئی[109]۔ گواہان نے شہادت دی کہ وہ فائرنگ سے مزید خوفزدہ ہو گئے اور انہوں نے یہ سمجھا کہ دہشت گرد ابھی بھی وہاں موجود ہیں اور حملے جاری رکھے ہوئے ہیں۔ نتیجے میں وہ قیمتی لمحات ضائع کئے گئے جن میں ان زخمیوں کو ابتدائی طبّی امداد دی جا سکتی تھی۔ پولیس اہلکاروں کے علاوہ دیگر قانون نافذ کرنے والے اہلکاروں نے بھی ہوائی فائرنگ شروع کر دی۔

16.2 **ہوائی فائرنگ:** کسی بھی دہشت گرد حملے کے بعد قانون نافذ کرنے والے اہلکاروں کی طرف سے دہشت گردوں کو بظاہر خوفزدہ کرنے کے لئے ہوائی فائرنگ کی جاتی ہے۔لیکن اس کے برعکس ہوائی فائرنگ سے متاثرین خوفزدہ ہوتے ہیں۔ڈاکٹرز، نرسز اور دیگر طبّی عملہ جو کہ فوری طبّی امداد دینے کے لئے آگے آنا چاہ رہے ہوں ڈر جاتے ہیں اور آگے نہیں آتے۔ پاکستان کے لوگ دہشت گرد حملوں سے دہائیوں سے شکار ہیں اور اب تک مسلسل حملے ہو رہے ہیں لیکن ابھی تک کوئی بھی حفاظتی ضابطہ کار (protocols یا sops) نہیں ہیں جو کہ قانون نافذ کرنے والے اہلکاروں کو یہ بتلائیں کہ دہشت گرد حملوں کے بعد کیا کیا ہونا چاہئیے۔

16.3 **ہوائی فائرنگ کے خطرات:** ہوائی فائرنگ سے نکلی ہوئی گولی سے ہونے والے نقصان کے بارے میں معلومات کی کمی ہے اور ایسی لاعلمی قانون نافذ کرنے والے اہلکاروں میں بھی پائی جاتی ہے۔ بند کمرہ کمیشن میں بیان دیتے ہوئے انسپکٹر جنرل

پولیس کو ہوائی فائرنگ کرنے کے بعد گولی کو واپس زمین پر آنے کے مہلکانہ اثر کے بارے میں کوئی واضع معلومات نہیں تھی۔ پنجاب فرانزک سائنس ایجنسی (PFSA) کے آتشی ہتھیاروں کے ماہر نے اپنی گواہی کے دوران بتلایا کہ ہوا میں فائر کی گئی گولیاں شدید زخموں یا حادثات کا سبب بن سکتی ہیں 110۔ اس خطرناک عمل کی بابت معلومات انٹرنیٹ کے ذریعے با آسانی حاصل کی جاسکتی ہیں۔انسپکٹر جنرل پولیس کواس حوالے سے دوتحریری کالمز دکھائے گئے جس سے انہوں نے اتفاق کیا 111۔

16.4 **ہوائی فائرنگ کرنے والوں کے خلاف کوئی کاروائی عمل میں نہیں لائی جاتی:** روزانہ ہونے والی ہوائی فائرنگ کے واقعات پر قانون نافذ کرنے والے اداروں کی طرف سے کوئی بھی کاروائی نہیں کی جاتی۔کوئٹہ میں کمیشن کی بیٹھک کے دوران ہوائی فائرنگ سنی گئی لیکن قانون نافذ کرنے والے اداروں کی طرف سے کوئی بھی کاروائی نہیں کی گئی۔ایسی لاقانونیّت کے کلچر کے بڑے مہلک نتائج ہوتے ہیں۔ دہشت گردوں کی طرف سے کی گئی فائرنگ اور تفریحی/خوشی کے دوران کی گئی فائرنگ کی آواز کے درمیان کوئی امتیاز نہیں ہوتا جبکہ قانون نافذ کرنے والے ادارے دہشت گردوں کی طرف سے کی گئی فائرنگ سن کر یہ سوچ کر نظرانداز کردیتے ہیں کہ یہ تفریحاً فائرنگ ہے۔

17 <u>دھماکے کے بعد کی ہسپتال کے حالات</u>

17.1 **زخمیوں کو بے یارومددگار چھوڑنا:** زخمی اور غیر زخمی وکلاء نے شہادت دی کہ ماسوائے ایک ڈاکٹر اور ہسپتال کے دیگر عملے نے، دھماکے کی جگہ موجود پڑے زخمیوں کی کوئی طبی یا دیگر امداد نہیں کی 112۔ یہ حقیقت ویڈیو ریکارڈنگز کے ذریعے بھی ثابت ہوتی ہے۔ یہ دھماکہ ہسپتال کے عین وسط میں ہوا لہٰذا ڈاکٹرز اور ہسپتال کے دیگر عملے کی غیر موجودگی صاف طور پر واضح ہے۔تاہم چند مستثنیات کے علاوہ جس میں صرف ایک عورت جس کے بارے میں یقین سے کہا جاسکتا ہے وہ ہیں ڈاکٹر شہلا سمیع جو کہ دھماکے کی جگہ پر فوری طور پر پہنچیں اور زخمیوں کو طبّی امداد دی 113۔ڈاکٹر شہلا ایک گائناکالوجسٹ ہیں اور اُس وقت دھماکے کی جگہ سے کافی دور تھیں جب انہوں نے دھماکہ سنا۔ وہ دھماکے کی جگہ اس وقت پہنچیں جب ہر کوئی وہاں سے دور بھاگ رہا تھا۔انہوں نے زخمیوں کو ابتدائی طبّی امداد فراہم کی اور یقینی طور پر انہوں نے چند زندگیوں کو بچالیا ہوگا 114۔

17.2 **انسانی زندگی سے صرفِ نظر کرنا:** دھماکے کے واقعہ کے بعد ڈاکٹرز اور طبّی عملے کی طرف سے انسانی زندگی کے حوالے سے بے حسی کا مظاہرہ دیکھا گیا۔ڈاکٹر شہلا سمیع کی طرف سے قابل ستائش اور حوصلہ افزاء رویّے کی توقّع ہسپتال کے ہر ایک ڈاکٹر سے کی جارہی تھی جو کہ زخمیوں کا طبی علاج نہیں کررہے تھے لیکن افسوس ایسا دیکھنے میں نہ آیا۔اگر یہی وہ معیار ہے جو کہ مقامی بولان میڈیکل کالج سے گریجویٹ کرنے والے ڈاکٹرز کا ہے تو عوام پر رحم ہی کیا جاسکتا ہے جن کی وہ خدمت کے لئے معاوضہ دے کر معمور کیے گئے ہیں۔ ہسپتال کے ڈاکٹرز اور دیگر طبّی عملے کی غیر موجودگی نے متاثرین کی تکلیف میں اضافہ کیا اور جس کی وجہ سے کچھ لوگ بغیر کسی شک وشبہ کے بروقت طبّی امداد نہ ملنے کی وجہ سے چل بسے۔

17.3 **اسٹریچرز اور فوری طبّی امداد کا فقدان:** بڑے پیمانے پر زخمی ہونے والے لوگوں کی دیکھ بھال کے حوالے سے ہسپتال ہنگامی صورت حال کو نمٹنے کے لئے مکمل طور پر تیار نہیں تھا۔صرف چند ہی اسٹریچرز زخمیوں کو اٹھانے کے لیئے دستیاب

تھے۔رضا کاروں نے مریضوں کو اٹھانے کے لئے وارڈز سے بھاری پلنگ نکالے اوران پر ایک سے زائد مریضوں کو رکھا[115]۔ زندگیوں کو بچانے کے لئے مخصوص زخموں کا فوری علاج کرنے کی ضرورت تھی اوراسٹریچرز کا نہ ہونا زندگیوں کو ضائع کرنے کا ایک اہم سبب بنا۔فوری طبّی علاج کی کٹس (kits) یا تھیلیاں جس میں ضروری فوری جان بچانے والی دوائیں یا مرہم پٹّیاں موجود ہوں ہنگامی علاج کے شعبے یا ہسپتال میں کہیں بھی موجود نہیں تھیں[116]۔ڈاکٹر،نرس یا دیگر طبّی عملہ دھاکے کی جگہ ان طبّی کٹس کے ساتھ پہنچ سکتے تھے اوران زخمیوں کی قیمتی سانسوں میں اضافہ کیا جاسکتا تھا جب تک ان کو کسی وارڈ یا آپریشن تھیٹر میں لے جایا جاتا۔

17.4 **آگ بجھانے والے آلات کی قلت/ غیر موجودگی:** آگ بجھانے والے آلات، بالٹیاں، اور کمبل دستیاب نہیں تھے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اس ہسپتال پر متعدد بار حملے ہوئے ہیں لیکن باوجود اس کے مکمل طور پر تیاری نہ ہونا سمجھ سے بالاتر ہے۔اِسی طرح اُسی جگہ پر لشکرِ جھنگوی کے ایک خودکش بمبار نے 16 اپریل 2010 کو خودکش حملہ کیا گیا تھا اِسی جگہ پر بلوچستان شیعہ کانفرنس کے صدر کے بیٹے پر خودکش حملہ کیا تھا اور شیعہ کمیونٹی سے تعلق رکھنے والی 11 زندگیاں ضائع ہوئیں اور 40 لوگ زخمی ہوئے۔

18 ہسپتال میں دائمی عدم حاضری

18.1 **ہسپتال کے عملے کی غیرموجودگی:** بڑی تعداد میں ڈاکٹرز، نرسز، ڈسپنسرز اور دیگر طبّی عملہ جن کو 8 اگست 2016ء کی صبح کو ڈیوٹی پر ہونا چاہئیے تھا مگر وہ بغیر کسی وضاحت کے غیر حاضر تھے۔ حاضری لگانے کے غیر موثر طریقے کو دیکھتے ہوئے خفیہ ایجنسی کے ذریعے ہسپتال کے عملے کی بابت ان کے موبائل /فون ڈیٹا کے ذریعے تفصیلات معلوم کی گئیں تو مزید اور پریشان کن نتائج سامنے آئے؛81 ڈاکٹرز، 18 نرسز، اور 15 ڈسپنسرز اور طبی عملہ غیر حاضر پائے گئے جبکہ 52 اضافی ڈاکٹرز کی حاضری بھی مشکوک تصوّر کی جاتی ہے[117]۔

18.2 **حاضری کے بائیومیٹرک نظام کو جان بوجھ کر خراب کرنا:** ہسپتال میں بائیومیٹرک حاضری کا نظام 2014ء میں لگایا گیا تھا۔ ہر ایک ملازم کی حاضری کا ریکارڈ رکھنے کے لیئے اسکے انگوٹھے کا نشان مشین پر لگایا جاتا ہے۔ایک دفعہ جب یہ نظام قائم ہو جائے تو اس سے صاف طور پر حاضر اور غیر حاضر ملازمین کے بابت معلوم ہو جاتا ہے۔یہ نظام ان لوگوں کو اچھا نہیں لگتا جو کام نہیں کرنا چاہتے لیکن تنخواہ لینا چاہتے ہیں۔لہٰذا ہسپتال میں حاضری لگانے کے نظام کو جاری ہونے سے پہلے کچھ ڈاکٹرز اور طبّی امداد کا عملہ نے 15 مئی 2014 کو ٹھیکیدار کے ملازم کو جو ہسپتال کے ملازمین کے بابت ڈیٹا جمع کررہا تھا تاکہ یہ ڈیٹا اس نظام میں داخل کرکے رواں کرسکے[118]۔وہ لیپ ٹاپ جس میں یہ ڈیٹا تھا اسے چھینا اور توڑنے کے بعد میڈیکل سپرنٹنڈنٹ کے دفتر کے باہر پھینک دیا[119]۔حیرانگی اس بات کی ہوئی کہ نہ ہی اس نظام کی دوبارہ مرمّت کی گئی اور رواں کیا گیا اور نہ ہی حملہ کرنے والوں کے خلاف کوئی ضابطہ کار لایا گیا اور نہ ہی ان کے خلاف فوجداری کاروائی کی گئی، حالانکہ میڈیکل سپرنٹنڈنٹ نے اس واقعے کے بابت سیکریٹری شعبہ صحت کو مطلع کیا تھا[120]۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت نے اپنی ذمہ داری کو ڈاکٹرز اور ہسپتال میں طبّی عملہ کی تنظیموں کی مرضی اور منشاء کے تابع کردیا ہے۔

18.3 **حکومت نے مجرمانہ طرزِعمل کونظر انداز کر دیا:** مندرجہ بالا واقعے میں ملوث لوگ جنہوں نے حملہ کیا تھا سیکر یٹری صحت نے ان کی شناخت کی بابت اپنی مکمل لاعلمی کا اظہار کیا مگر اسکی دکھاوی لاعلمی اس وقت بے نقاب ہوئی جب کمیشن کی سماعت کے دوران سی سی ٹی وی (cctv)[121] کے ذریعے واقعے کی فلم سب کے سامنے چلائی گئی اور وہ لوگ جو ٹھیکیدار کے ملازم پر حملہ کررہے تھے صاف طور پر دیکھے جاسکتے تھے۔ حکومت بلوچستان حملہ کرنے والوں کے خلاف کاروائی کرنے اور بائیومیٹرک ٹھیک کرنے میں ناکام رہی جس سے چار سبق واضح طور پر اخذ کئے جاسکتے ہیں۔اوّل، یہ کہ عوامی املاک کو نقصان پہنچانے اور جسمانی حملے کرنے والوں کے خلاف کوئی بھی فوجداری کاروائی نہیں کی جائے گی۔ دوئم، وہ لوگ جنہوں نے یہ کیا ان کے خلاف کوئی بھی انضباطی کاروائی نہیں ہوگی۔سوئم ،اگر ہسپتال کا عملہ کسی بھی حاضری کو یقینی بنانے والے نظام کو نہیں مانتے تو ایسی خواہش دراصل ہسپتال کی پالیسی تصوّر کی جائے گی اور چہارم، ڈاکٹرز اور طبّی عملے کی تنظیمیں عوامی جان و مال کی قیمت پر اپنی طاقت کے زور پر معاملات کو چلائیں گی۔

18.4 **کمیشن اور بائیومیٹرک نظام:** کمیشن نے چیف سیکر یٹری اور سیکر یٹری صحت حکومتِ بلوچستان سے دریافت کیا کہ حملہ کرنے والوں کے خلاف کیوں کوئی کاروائی نہیں کی گئی اور حاضری والے نظام کو بحال کیوں نہیں کیا گیا؟ جو تقریباً دو سال اور چار ماہ کے بعد کیا گیا۔اسی وجہ سے شوکاز نوٹسز (show cause notices) دو ڈاکٹرز اور ایک طبّی عملے کے اہلکار کو جاری کئے گئے (حالانکہ فلم میں کئی حملہ آور دیکھے جاسکتے ہیں)۔ حاضری کا نظام بھی،اس وقت بحال کیا گیا۔جب کمیشن نے اِس کے متعلق سوال اٹھائے[122]۔حکومت بلوچستان کی طرف سے مکمل طور پر احساسِ ذمہ داری اور جواب دہی کے احساس کا فقدان عیاں ہے۔ ڈاکٹرز کو عوامی خزانے سے تنخواہیں دی جاتی ہیں لیکن وہ کام نہیں کرتے، حاضری کے نظام کو عوامی خزانے کے ذریعے نصب کیا گیا لیکن اس کو چلنے نہیں دیا جاتا۔صوبے کے وسائل کی لوٹ مار مچائی ہوئی ہے۔ایسے غیر ذمہ دار ڈاکٹرز اور طبّی عملہ نے قانون اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے اس بات کو یقینی بنایا کہ حاضری کا نظام نہ چل سکے،ان کا مقصد بعض باضمیر ڈاکٹرز اور ہسپتال کے دیگر عملے کو پست کرنا ہے اور ہسپتال میں ڈاکٹرز اور طبّی عملے کی کام کرنے والی تنظیم کو عوامی مفاد کے خلاف مضبوط کرنا ہے جو ایک عظیم سانحہ ہے۔

19 <u>ہسپتال کے مقدمے کا فیصلہ</u>

19.1 **ہسپتال کے مقدمے میں دیئے گئے فیصلے پر عملدرآمد میں ناکامی:** اگر مقدمہ "<u>حکم بی بی بنام ادارہ برائے صحت حکومت بلوچستان</u>" اور دو دیگر منسلک مقدمات آئینی درخواست نمبر(37/205، 245/1998، 432/2002 اور سی ایم اے نمبر 517/1999) جن سب مقدمات کو حسبِ ذیل ''**ہسپتال کے مقدمے کے بابت فیصلہ**'' کے نام سے حوالہ دیا جائے گا، پر عمل ہوتا تو ہسپتال میں ہونے والے حملے کو روکا جاسکتا تھا اور ہسپتال کو چلانے کے حوالے سے موجودہ مسائل بھی حل ہو چکے ہوتے۔اس فیصلے کی تین درج ذیل عبارات پیش کی جاتی ہیں:

> ''8۔ ان درخواستوں کو ان ہدایات کے ساتھ نمٹایا جاتا ہے کہ پہلے سے دی گئی عبوری ہدایات پر عمل کیا جائے اور مزید درج ذیل دی گئی ہدایات کو عملی طور پر یقینی بنایا جائے۔

9۔ کہ ان ہسپتالوں کے معائنے کے لیئے ایک موئثر افرادی قوت ہونی چاہیے جو کہ اوپر دی گئی ہدایات پر عمل کروانے کو یقینی بنائے اور یہ ہسپتال موئثر اور بہتر انداز سے چلائے جاسکیں کوئی بھی شخص اس حوالے سے نشاندہی کرسکتا ہے اگر یہ ہسپتال دیئے گئے وسائل کے مطابق طبّی سہولیات نہیں دے رہے، اگر ہسپتال کو دیئے گئے پیسوں کا غلط استعمال ہو رہا ہے اور خرد برد یا چوری ہو رہی ہے تو کوئی بھی شخص اس بات کی نشاندہی کرسکتا ہے۔

11۔ اس فیصلے کی کاپی صدر پاکستان بذریعہ پرنسپل سیکریٹری، گورنر بلوچستان بذریعہ پرنسپل سیکریٹری، وزیراعلیٰ، بذریعہ پرنسپل سیکریٹری، چیف سیکریٹری، سیکریٹری صحت، ڈائریکٹر جنرل صحت، میڈیکل سپرنٹنڈنٹ، سینڈیمن صوبائی ہسپتال کوئٹہ اور بولان میڈیکل ہسپتال کو بھجوائی جائے''۔

19.2 **غیر حاضری اور ہسپتال کے مقدمے کے حوالے سے دیا گیا فیصلہ:** غیر حاضری کے حوالے سے عبوری حکم میں درج ذیل ہدایات خصوصی طور پر ہسپتال کے مقدمے کے بابت فیصلہ بتاریخ 5 اگست 2013 میں شامل کی گئی تھیں:

''غیر حاضری (حکم بتاریخ 3-3-2010):

میڈیکل سپرنٹنڈنٹس ایس پی ایچ اور بی ایم سی کو ہدایات کی جاتی ہے کہ اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ کوئی بھی غیر حاضری نہ ہو۔ اگر کوئی بھی شخص اپنی ڈیوٹی سے بغیر کسی چھٹی کے غیر حاضر پایا جائے تو اس کے خلاف کارروائی کی جائے''۔

20 حملے سے قبل ہسپتال کے حوالے سے حفاظتی اقدامات

20.1 **سیکیورٹی پر مامور اہلکاران:** ہسپتال کی فہرست تنخواہ داران میں 19 چوکیدار اور 75 حفاظتی اہلکار تھے[123]۔ اسکے علاوہ ہسپتال نے سالانہ پینتیس لاکھ روپے کے عوض ایک نجی حفاظتی کمپنی (یلدرم سیکیورٹی) کی خدمات بھی حاصل کی ہیں۔ یلدرم سیکیورٹی کمپنی کو 24 حفاظتی حفاظتی اہلکار اور 2 سپروائزر مہیّا کرنے تھے[124]۔ جبکہ دھماکے کے وقت ہسپتال میں یلدرم سیکیورٹی کمپنی کے کتنے حفاظتی اہلکار موجود تھے اسکا اندازہ حاضری کے نظام کی عدم موجودگی سے لگایا جاسکتا ہے۔ حفاظتی اہلکاروں کی بڑی تعداد میں تعیّنات ہونے کے باوجود ہسپتال میں داخل ہونے والے لوگوں کی کوئی نگرانی نہیں کی جاتی تھی۔ ایک ڈاکٹر نے یہ بھی بتلایا کہ ایک دفعہ کالعدم تنظیم کے لوگ کلاشنکوف سمیت اپنے ایک ساتھی کو ہسپتال میں لائے جس کا انہوں نے بندوق کی نوک پر علاج کرایا اور آدھے گھنٹے کا دورانیہ اسکی گولی نکالنے میں لگا ہسپتال کا حفاظتی عملہ، پولیس اور فرنٹیئر کور کے اہلکاران مسلسل غیر حاضر رہے[125]۔ ہتھیاروں سے لیس اشخاص کے داخلے کی ممانعت کے حوالے سے ہسپتال مقدمے کے فیصلے میں درج ذیل ہدایات دی گئی تھیں:

''ہتھیاروں سے پاک علاقہ (حکم بتاریخ 19-9-2009)

کسی بھی خانگی مسلّح شخص کو ہسپتال میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ہوگی اور کوئی بھی مسلّح شخص ہسپتال کے مضافات میں داخل ہونے کی کوشش کرے تو متعلقہ اسٹیشن ہاؤس آفیسر (SHO) کو مطّلع کیا جائے تاکہ اس کے خلاف قانون

کے مطابق کارروائی کی جاسکے۔''

20.2 **تربیت:** آگ بجھانے، حفاظتی یا ہنگامی صورتحال کے پیش نظر کوئی بھی مشق نہیں کروائی جاتی اور نہ ہی کوئی ایسی ہدایات یا تربیّت دی جاتی ہے کہ ہسپتال پر حملے کی صورت میں کس طریقے سے جوابی کارروائی کی جائے۔ایسی مکمل طور پر عدم توجہگی انتہائی غفلت ہے جب کہ ہسپتال میں ہونے والے پچھلے حملوں کے پس منظر کو دیکھا جائے۔ ماضی کے ہونے والے حملوں سے کوئی بھی سبق نہیں لیا گیا اور نہ ہی اس کی تیاری کی کوئی جھلک نظر آتی ہے۔

20.3 **سی سی ٹی وی کیمرے:** ہسپتال میں لگائے گئے کیمرے ٹھیک طریقے سے کام نہیں کر رہے تھے اور نہ ہی ان کی مرّمت کرانے کی کوشش کی گئی۔ کیمروں کو داخلے والی جگہوں کی نگرانی کے لئے خاصے فاصلے پر لگایا گیا تھا اور ایسے زاویے سے لگایا گیا تھا کہ ہسپتال کے احاطے میں داخل ہونے والے چہروں کی صاف انداز سے عکس بندی نہیں کی جا سکتی تھی اور اس حوالے سے یہ عکس بندی کے مرحلے کے دوران ناکافی تھیں۔ ہسپتال کے عملے کو کنٹرول روم میں نصب اسکرین کو جانچنے کے لئے کوئی مناسب تربیّت نہیں دی گئی تھی بشمول اسکے کہ اگر کوئی شخص یا کوئی مشکوک چیز نظر آئے تو اس کو کیسے اور کس انداز سے دیکھنا چاہیئے اور حفاظتی اہلکاروں سے رابطہ کرنے کے لئے کوئی بھی فون یا وائرلیس واکی ٹاکی کا نظام موجود نہیں تھا۔ سی سی ٹی وی کیمرے اچھے معیار کے نہیں تھے اس وجہ سے ان کی ریکارڈنگ کا معیار انتہائی پست تھا، کم از کم حسّاس جگہوں پر اور داخلے کی جگہوں پر ایسے اچھے معیاری/ ہائی ڈنسٹی (high density) کیمرے ہونے چاہیے تھے تاکہ ہسپتال میں داخل ہونے والے لوگوں کی صاف طور پر نگرانی اور ریکارڈنگ کی جا سکے۔ ہسپتالوں کے داخلے والی جگہوں کی نگرانی میں ناکامی، حفاظتی اہلکاروں کی عدم نگرانی اور مناسب حفاظتی افرادی قوت کا نہ ہونا، ایک حیران کن بات خاص طور پر اس پس منظر میں کہ ہسپتال اور بولان میڈیکل کالج ہسپتال میں اسی طرح کے حملے ہو چکے تھے، 10 اپریل 2010 کو ایک خودکش بمبار نے اپنی خودکش جیکٹ کے ذریعے ہسپتال میں دھماکہ کیا تھا جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ اور 15 جون 2013 کو بولان میڈیکل کالج پر حملہ کیا گیا جس میں 25 لوگ چل بسے اور کئی لوگ زخمی ہوئے۔

21 <u>ملاقات کے اوقات کار</u>

21.1 **ملاقات کے اوقات کا مختص نہ ہونا:** تقریبًا تمام ہسپتالوں میں ملاقات کے اوقاتِ کار کا دن مقرر ہوتا ہے جب مریضوں سے لوگ ملاقات کرنے کے لیئے آتے ہیں مگر اس ہسپتال میں ملاقات کرنے والوں کے لئے نہ ہی کوئی اوقات کار مقرر کیا گیا اور نہ ہی ان ملاقاتیوں کی تعداد اور حرکات وسکنات پر کوئی قدغن ہے[126]۔ کوئی بھی شخص ہسپتال میں آ سکتا ہے اور آزادی سے کسی بھی جگہ گھوم پھر سکتا ہے۔ اگر مریض کے ساتھی آپریشن تھیٹر کے اندر تک رسائی حاصل کرنا چاہتے ہوں تو وہ ایسا آسانی سے کر سکتے ہیں[127]۔ ہسپتال میں ملاقات کے اوقات کار لاگو نہ کرنے اور ملاقاتیوں کی تعداد کے ضابطہ کار میں ناکامی کی وجہ سے ہسپتال بجائے جائے شفاء کے، گنجان بازار کی طرح نظر آتا ہے۔

21.2 **وی آئی پیز اور میڈیا کی موجودگی انتہائی تباہ کن ثابت ہوئی:** دھماکے کے بعد ہسپتال میں زخمیوں کی عیادت کے لئے

اہم شخصیات کی آمد شروع ہوگئی۔ ان کے ملاقات کے اوقات کار سے پہلے ہسپتال کی مکمل طور پر حفاظتی لحاظ سے جانچ پڑتال کی گئی اور اگران وی آئی پیز میں وزیراعظم یا مسلّح افواج کا سربراہ ہوں تو ایسی صورتحال میں بشمول آپریشن تھیٹر کی بھی حفاظتی اور بم ناکارہ کرنے والے عملے کے ذریعے جانچ پڑتال کی گئی۔لیکن بدقسمتی سے ایسا بغیر کسی مطلوبہ جراثیم مار ملبوسات پہنے لیا گیا128۔ اسکے علاوہ وی آئی پیز کی آمد کی وجہ سے موبائل سگنلز کو جیم کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے لوگوں کو ہنگامی صورتحال میں ہسپتال اور ڈاکٹرز سے رابطہ کرنے میں دشواری پیش آتی ہے۔ ایسی ملاقاتوں کی وجہ سے ہسپتالوں کے علاقوں کو گھیر لیا جاتا ہے یہاں تک کہ ڈاکٹرز کے بھی ہسپتال کے کام کاج میں رخنہ پڑتا ہے اور مریضوں کو خطرات لاحق ہوتے ہیں۔ ایک گواہ نے یہ شہادت دی کہ مسلّح افواج کے سربراہ کے کوئٹہ کے دورے کے دوران چھاؤنی کے علاقے کو مکمل طور پر بند کردیا گیا۔جس کی وجہ سے کمبائنڈ ملٹری ہسپتال ("CMH") جو کہ چھاؤنی کے علاقے میں واقع ہے، عام لوگوں کی رسائی سے روکا گیا129۔

یہ قابل تعریف عمل ہے کہ اہم شخصیات دہشتگردی کے متاثرین سے اپنی وابستگی اور اظہار یکجہتی کرتی ہیں لیکن فوری ہنگامی صورتحال کے بعد اور وہ بھی محافظین اور میڈیا کی بڑی تعداد کے ساتھ ہسپتالوں میں پڑے زخمیوں سے ملاقات نہیں کرنی چاہیے۔ مداخلت (intrusive) کرنے والا میڈیا بھی ہسپتال کے کام کاج میں رخنہ پیدا کرتا ہے۔ یہ بات ذہن نشین کرنی چاہیے کہ ہسپتال علاج معالجے اور شفاء کی جگہ ہوتی ہے اور ان کے کام کاج میں کسی بھی صورت خلل یا رخنہ نہیں ڈالنا چاہیے۔

21.3 **ملاقات کے اوقات کار اور ہسپتال کے مقدمے کا فیصلہ:** ملاقات کے اوقات کار کے حوالے سے درج ذیل عبوری حکم جو کہ ہسپتال مقدمے کے فیصلے میں دیا گیا:

> "<u>ملاقات پر آنے والوں کا پروگرام اور ملاقات کے اوقات کار (حکم بتاریخ 19-9-2009)</u>: ڈائریکٹر جنرل صحت نے نشاندہی کی کہ ملاقات کے اوقاتِ کار پر عمل نہیں کیا جاتا۔اس نے بتلایا کہ ان اوقاتِ کار کے دوران صرف دو لوگ مریض سے وارڈ میں ملاقات کرسکتے ہیں۔ڈپٹی ایم ایس اور آر ایم اوز کو یہ ہدایت دی جاتی ہے کہ فوری طور پر ایک طریقہ کار اختیار کیا جائے اور دو پلاسٹک کے کارڈ ہر ایک وارڈ میں پڑے بستر کو جاری کئے جائیں جب وہاں مریض کو داخل کیا جاتا ہے۔ اور اس کارڈ میں وارڈ اور بیڈ کا نمبر درج ہونا چاہیے۔ اگر دو سے زائد ملاقاتی مریض سے ملنا چاہ رہے ہوں تو ان کو مخصوص انتظار گاہ کی جگہ پر انتظار کرنا چاہیے اور جب ملاقات کرنے والے شخص نے ملاقات کر لی ہو تو وہ اپنا کارڈ دوسرے ملاقاتی کو دے دے۔ ہر ایک ملاقاتی کو چاہیے کہ وہ ملاقات کے دوران یہ کارڈ اپنے گلے میں لٹکائیں۔ہسپتال کے داخلے کی جگہ پر تمام ملاقاتیوں کے لئے انگریزی اور اُردو میں ضروری معلومات چسپاں کرنی چاہئیں اور اس کی تشہیر کے لئے میڈیا سے رابطہ کرنا چاہیے۔ایک مہینے کے اندر ملاقاتیوں کا پروگرام شروع ہونا چاہیے"۔

22 <u>ہسپتال کی صفائی</u>

22.1 **صفائی کا مکمل فقدان:** ہسپتال میں صفائی کا مکمل فقدان چونکا دینے والا تھا130۔ ہسپتال میں جسطرح کی صفائی کی

توقع کی جاتی ہے اور وہ بھی صوبے کے سب سے بڑے ہسپتال میں مگر دیکھنے کو جو ملا وہ انتہائی مایوس کن منظر تھا۔ یہاں تک کہ جراحی وارڈ (surgical ward) (مردانہ جراحی یونٹ I اور II) جو کہ انتہائی صاف ہونے چاہئیں وہ انتہائی آلودہ اور گندے تھے، غسل خانے اور بیت الخلاء گندے تھے۔ ان میں سے ایک بھی بیت الخلاء کا فلش کام نہیں کر رہا تھا اور نہ ہی ان کی کافی عرصے سے صفائی کی گئی تھی۔ غسل خانوں اور بیت الخلاء میں فرش پر پانی موجود تھا جس کی وجہ سے فرش پر پھسلن بن گئی تھی۔ حقیقت میں یہ بیت الخلاء حال ہی میں آپریشن کرانے والے لوگوں نے استعمال کرنے تھے جس نے مروّجہ انتہائی افسوسناک صورتحال کو بالکل المناک بنا دیا۔ دیواروں پر لکھائی بھی موجود تھی۔ ہسپتال میں موجود گندگی کو جلانے والی بھٹّی بھی کام نہیں کر رہی تھی اور ایم ایس نے یہ بھی بتلایا کہ ہسپتال کے فضلے کو ٹھکانے لگانے کے لیئے بولان میڈیکل کالج ہسپتال بھیجا جاتا ہے۔

22.2 **صفائی اور ہسپتال کے مقدمے کا فیصلہ:** صفائی کے حوالے سے ہسپتال کے مقدمے کے فیصلے میں عارضی حکم نامہ، جس کو فیصلے کا خصوصی طور پر حصّہ بنایا گیا تھا، میں درج ذیل ہدایات شامل تھیں:

"<u>صفائی کرنے والوں کی حاضری کو یقینی بنانا (حکم بتاریخ 19.9.2009):</u>
آر۔ایم۔اوز [ریزیڈنٹ میڈیکل آفیسرز] کو یہ ہدایت دی جاتی ہے کہ اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ ہر ایک صفائی کرنے والا اپنے اوقات کار کے دوران ہسپتال کے احاطے میں موجود ہو اور اپنا کام کاج کرے۔ ہر ایک دورانیہ شفٹ کے لیے حاضری رجسٹر کو رکھا جائے، جس پر عملہ روز آنے پر اپنے دستخط کرے گا کہ اس نے اپنی شفٹ کے دوران کام شروع کیا اور اسکے اختتام پر بھی اور متعلقہ آر ایم اوز اپنے دستخط کر کے اس کی تصدیق کرے۔ آر ایم اوز کو مزید یہ ہدایت دی جاتی ہے کہ اس بات کو یقینی بنائیں کہ تمام صفائی کرنے والے اپنے کام کے اوقات کار کے دوران وردی پہن کر رکھیں اور اُن پر اُن کا نام واضح لکھا ہو اور وردی نہ پہننے کی صورت میں آر ایم اوز ان کے خلاف تادیبی کاروائی کریں۔ آر ایم اوز کو مزید ہدایت دی جاتی ہے کہ ہسپتال کی صفائی کو یقینی بنایا جائے۔"

"<u>نکاسی اور سیوریج کے حوالے سے (حکم بتاریخ 19.9.2009):</u>
معزز عدالتی معاون نے اس بات کی نشاندہی کی کہ نکاسی کے نالوں کی صفائی نہیں کی جاتی اور مین ہولز (manholes) کے ڈھکن ٹوٹے ہوئے اور غائب ہیں جس کے نتیجے میں ہسپتال کے اندر چوہے اور لال بیگ موجود ہیں اور یہ بات صحت کے لیئے انتہائی مہلک ہے۔ ڈی ایم ایس (ڈپٹی میڈیکل سپرنٹنڈنٹ) اور آر۔ایم۔اوز کو یہ ہدایت کی جاتی ہے کہ وقتاً فوقتاً سیوریج لائنز کو صاف کروائیں اور اس بات کو یقینی بنائیں کہ مین ہولز کے اوپر ڈھکن موجود ہوں اور چوہوں اور لال بیگ سے نجات حاصل کرنے کے لیئے موثر اقدامات اٹھائے جائیں۔"

"<u>دیواروں پر وال چاکنگ (حکم بتاریخ 03.03.2010):</u>
ہسپتال کی دیواروں پر لکھے تمام عبارت / نعروں کو 10 دنوں کے اندر مٹایا جائے۔"

"ہسپتال کے فضلے کوٹھکانے لگانا(حکم بتاریخ 14.09.2009):
یہ توقع کی جاتی ہے کہ محکمہ (صحت) کا نمائندہ کوئٹہ شہر میں موجود ہر ایک ہسپتال اور لیبارٹری اور فضلے جلانے والی بھٹّی کا دورہ کرے گا۔ نیز جس طریقے سے یہ فضلہ اکٹھا اور منتقل کیا جاتا ہے اس بابت بھی مطّلع کیا جائے"۔

23 ایمبولینس

23.1 **ہسپتال کی ایمبولینس:** چند گواہوں نے یہ شہادت دی کہ ہسپتالوں میں زخمیوں کو دیگر ہسپتالوں میں لے جانے کے لئیے ایمبولینس کافی دیر کے بعد آئیں۔کمیشن کو یہ بتلایا گیا کہ ہسپتال کے پاس سات ایمبولینسز موجود ہیں جن میں سے ایک ناکارہ ہے۔مگر اس کو ٹھیک کرانے کی کوشش نہیں کی گئی ہے[131]۔ ان گاڑیوں کو ایمبولینسز کہنا صحیح نہیں ہوگا کیونکہ حقیقت میں ان گاڑیوں میں صرف اسٹریچر ہی رکھا جاسکتا ہے اور ان میں کوئی زندگی بچانے والے ضروری آلات یا دوائیں موجود نہیں ہیں، اور نہ ہی ان کے ساتھ کوئی طبّی عملہ جو کہ کم از کم اتنا تربیّت یافتہ ہو کہ ابتدائی طبّی امداد مہیّا کر سکے۔

23.2 **ایمبولینسز کھڑی کرنے کا احاطہ:** ایمبولینسز جس احاطے میں کھڑی کی جاتی ہیں وہاں کباڑ بھرا پڑا ہوا تھا۔اس جگہ پر متروکہ ایمبولینس بھی موجود تھیں۔ایک ایمبولینس جس پر " حکومت جاپان کی طرف سے عطیہ کنندہ لکھا" تھا اور دوسری فور ویل ڈرائیور (four wheel drive) گاڑی جو کہ حادثے کا شکار ہوئی تھی[132]۔ان گاڑیوں کی مرمت کرانے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی تھی کہ وہ قابل استعمال ہوسکیں۔ایک ایمبولینس بغیر کسی نمبر پلیٹ اور کسی نشان کے اس احاطے میں کھڑی کی گئی تھی۔کمیشن کو اپنے دورے کے دوران ایم ایس کی طرف سے یہ بتلایا گیا تھا کہ اس ایمبولینس میں پنجگور سے ایک مریض کو لایا گیا تھا۔حیرانگی کی بات یہ ہے کہ پولیس اور لیویز نے اس ایمبولینس کو پنجگور سے تمام راستہ سفر کرنے کی اجازت دی باوجود اس کے کہ یہ گاڑی بغیر رجسٹریشن نمبر کے ہے۔یہ فرائض سے دوری اور صوبے میں اچھی حکمرانی کی ناکامی کی مثال ہے۔

23.3 **رجسٹریشن نمبرز:** ماسوائے دو ایمبولینسز کے، باقی تمام ایمبولینسز کے رجسٹریشن نمبرز نہیں تھے اور درج ذیل نمبرز آویزاں تھے: "AFR-016 ایمبولینس" اور "QAF-2001"۔کوئی بھی رجسٹر یا دیگر ریکارڈ ایمبولینس آفس میں نہیں رکھا گیا تھا تاکہ یہ معلوم کیا جاسکے کہ ایمبولینس کب اور کہاں روانہ کی گئی ہے۔اور اگر واپس آ گئی ہے تو آیا دوبارہ ہنگامی صورتحال کے لئے جاسکتی ہے۔تاہم یہ بتلایا گیا کہ لاگ بکس(log books) ایمبولینس کے اندر ہی رکھے جاتے ہیں۔اس بات کا کوئی بھی جواز نہیں کہ ایمبولینس کے رجسٹریشن نمبرز نہیں لگائے گئے ماسوا اس کے کہ آسانی سے ان گاڑیوں کو غلط استعمال میں لایا جائے۔

23.4 **کمیشن کی مداخلت:** جب ایمبولینسز کے بابت پوچھ گچھ ہوئی تو محکمہ صحت نے صوبے میں 122 ایمبولینسز کے لئے رجسٹریشن نمبرز حاصل کئے اور بتلایا کہ ان کو نمبر لگا دیا گیا ہے۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دوسرے محکموں کی طرح محکمہ صحت بھی اسی وقت کام کرتا ہے جب ان سے کمیشن نے سوال کیا[133]۔

23.5 **ایمبولینس کی رسائی محدود ہونا:** کوئی بھی گاڑی ہسپتال کے احاطے میں داخل ہوسکتی ہے اور اس کو کہیں بھی کھڑا کر سکتے ہیں، جس سے مریضوں کو لے کر آنے والی ایمبولینس اور گاڑیوں کو رسائی میں مشکلات پیش آتی ہیں بشمول جوان لوگوں کو لا رہے ہوں جن کو ہنگامی طور پر علاج ومعالجے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہسپتال میں ڈاکٹرز اور دیگر عملے کی گاڑیوں کے لئے کوئی مخصوص احاطہ موجود نہیں[134]۔ نہ ہی ان گاڑیوں کے داخلہ کے لئے کوئی بھی مخصوص ٹکٹ جاری کئے گئے۔

24 ہسپتال کے میڈیکل سپرنٹنڈنٹ

24.1 **ایک بے اختیار آفیسر:** اگر میڈیکل سپرنٹنڈنٹ محکمے کے کسی فرد کے خلاف کوئی کاروائی کرنا چاہتا ہے تو وہ ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ اسپتال کے گریڈ 17 کے ملازمین تک وہ صرف ڈائریکٹر جنرل (ڈی جی) صحت کو شکایت بھیج سکتا ہے اور اگر وہ مناسب سمجھے تو اس پر کاروائی کرتا ہے۔ ایم ایس اور ڈی جی ایک ہی گریڈ کے ہوتے ہیں لہٰذا کسی بھی تادیبی کارروائی کے حوالے سے یہ طریقہ کار ناقابل فہم ہے۔ ڈاکٹرز یا 17 گریڈ سے اُوپر والے ملازمین کے خلاف تادیبی کاروائی صرف سیکریٹری محکمہ صحت کر سکتا ہے[135]۔ جب انہوں نے ہسپتال میں حاضری کے حوالے سے بائیومیٹرک نظام کی توڑ پھوڑ کی تھی نہ ڈی جی اور نہ ہی سیکریٹری محکمہ صحت نے ہسپتال کے ان ملازمین کے خلاف کسی بھی تادیبی کاروائی کا آغاز کیا۔

24.2 **ہسپتال کا نیا ایم ایس:** سیکریٹری صحت نے ڈاکٹر عبدالرحمٰن کو ایم ایس کے عہدے سے ہٹا لیا کیوں کہ وہ ہسپتال کی جانچ پڑتال (فیکٹ فائینڈنگ) کمیٹی سے تعاون نہیں کر رہے تھے اور اس کی جگہ ڈاکٹر فرید احمد سلیمانی کو مقرر کیا۔ ایم ایس کا عہدہ 20 گریڈ کا ہوتا ہے جب کہ ڈاکٹر عبدالرحمٰن اور ڈاکٹر فرید احمد سلیمانی 19 گریڈ کے افسران ہیں، ڈاکٹر فرید احمد سلیمانی کا تعلیمی ریکارڈ بھی شاندار نہیں تھا کیوں کہ انہوں نے میٹرک اور انٹرمیڈیٹ میں تھرڈ ڈویژن حاصل کیا تھا اور ایم بی بی ایس میں ابتدائی طور پر دو مضامین میں فیل ہو چکے تھے[136]۔

24.3 **محکمہ صحت میں انتظامی رتبہ (management cadre):** محکمہ صحت نے ہسپتالوں میں انتظامی رتبے کے لئے ڈپلومہ یا پبلک ہیلتھ میں ماسٹرز کی ڈگری ایک لازمی شرط رکھی ہے۔ ڈاکٹر فرید احمد سلیمانی نے بتلایا کہ انہوں نے انسٹیٹیوٹ آف پبلک ہیلتھ کوئٹہ سے 'اے پلس' گریڈ حاصل کیا ہے۔ مجھے اس کی اس تعلیم پر شک ہوا جب اس نے اس ہسپتال کو صوبے کا "بہترین" ہسپتال قرار دیا[137]۔ مزید تحقیق سے یہ معلوم ہوا کہ انسٹیٹیوٹ آف پبلک ہیلتھ کوئٹہ صرف ہسپتال اور بولان میڈیکل کالج کے لئے دوروں (visits) کا انتظام کرتا ہے[138]۔ اگر انسٹیٹیوٹ آف پبلک ہیلتھ ان دو ہسپتالوں کو بہترین طور پر چلنے والے ہسپتال سمجھتا ہے تو پھر ان کی طرف سے دی گئی ڈگری کے بابت جائز سوال اٹھائے جا سکتے ہیں۔ کوئی بھی یہ رائے قائم کر سکتا ہے کہ انسٹیٹیوٹ آف پبلک ہیلتھ تعلیم / تربیّت کسی کو بھی مناسب انداز سے نہیں دے رہا ہے کہ اس بات کے لئے تیار کرے کہ وہ ان چیلنجز / مشکلات کا مقابلہ کر سکے جو کہ ایم ایس کو ہسپتال چلانے کے لئے درکار ہیں۔

25 کمبائنڈ ملٹری ہسپتال ("CMH")

25.1 **زخمیوں کا سی ایم ایچ منتقل کیا جانا:** حالانکہ دھماکہ ہسپتال کے احاطے میں ہوا تھا مگر تمام زخمیوں کا وہاں علاج معالجہ نہیں

کیا گیا تھا یہ محسوس کیا گیا کی ان کا صحیح طور پر علاج نہیں کیا جا سکتا۔ ہسپتال میں فوری طور پر ابتدائی طبّی امداد تک رسائی ہونی چاہیئے تھی لیکن اس کی عدم موجودگی میں کئی زخمیوں کو سی ایم ایچ منتقل کیا گیا[139]۔ سی ایم ایچ ایک خاصے فاصلے پر واقع ہے اور اس میں داخلہ آسان نہیں کیوں کہ یہ علاقہ چھاؤنی میں ہے اور اس میں داخلہ کے راستے پر تعیّنات آرمی اہلکار آنے والوں کو چیک کرتے ہیں[140]۔ ایم ایس، سیکریٹری صحت، اور دیگر سرکاری اہلکاروں نے بتلایا کہ زخمیوں کو سی ایم ایچ منتقل کرنے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ ہسپتال میں علاج کی سہولیات موجود ہوتی ہیں۔ انہوں نے مزید بتلایا کہ اگر زخمیوں کو منتقل کرنا ہی تھا تو ان کو بولان میڈیکل کالج ہسپتال یا خلیفہ شیخ زید ہسپتال منتقل کرنا چاہئیے تھا کیوں کہ ان دونوں ہسپتالوں میں سی ایم ایچ سے زیادہ آپریشن تھیٹر موجود ہیں[141]۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ پبلک ہسپتالوں پر لوگوں کا عدم اعتماد ہونے کی وجہ سے اور ایمبولینس ڈرائیورز کو زخمیوں کو ان ہسپتالوں میں لے جانے کی ہدایات نہ دینے کی وجہ سے ناکامی کا سامنا ہوا۔ دھماکے کی جگہ پر پریشان اور تکلیف سے چُور لوگ جنہوں نے اپنے ساتھیوں کو مرتے اور شدید زخمی ہوتے ہوئے دیکھا تھا اب یہ فیصلہ کرنا تھا کہ ان لوگوں کے علاج معالجے کے لیئے کونسی جگہ موزوں ہوگی۔ یہ کام ڈاکٹرز یا کم از کم نرسز یا طبّی عملے کو کرنا چاہیئے تھا۔ لیکن افسوس کہ وہ کہیں بھی نظر نہیں آئے۔ ہسپتال کے عملے کی طرف زخمیوں کے حوالے سے انتہائی بے حسی کا مظاہرہ کرنے کی وجہ سے متاثرین اپنی مدد آپ کے تحت ان زخمی ساتھیوں کو دیکھتے رہے۔

25.2 **سی ایم ایچ میں علاج:** گواہان نے یہ شہادت دی کہ زخمیوں کو فوری طور پر نہیں دیکھا گیا اور ان میں سے کچھ نے یہ بھی بتلایا کہ سی ایم ایچ کے اہلکاروں کی طرف سے انتہائی لاپرواہی کا مظاہرہ کیا گیا تھا[142]۔ گواہان نے یہ بتلایا کہ اینڈو ٹرا کیل (endotracheal) جو کہ غنی جان آغا ایڈووکیٹ کی گردن میں لگائی گئی تھی، بغیر وجہ کے ہٹا دی گئی جس کی وجہ سے سی ایم ایچ میں اس کی موت واقع ہوئی اور سی ایم ایچ نے اس کی کوئی وضاحت نہیں دی[143]۔ آرمی چیف کے دورے کے دوران چھاؤنی کو مکمل بند کردیا گیا تھا جس کی وجہ سے سی ایم ایچ تک رسائی ممکن نہیں رہی تھی[144]۔ زخمیوں کا علاج معالجہ ہر ایک چیز سے زیادہ اہمیّت رکھتا ہے لیکن بدقسمتی سے ہمارے یہاں موجود اہم افراد کو ترجیح یا وی آئی پی کلچر سرشت میں ہونے کی وجہ سے ان باتوں کا کوئی بھی احساس موجود نہیں ہے۔

26 <u>دہشت گردی پر آنے والے مالیاتی اخراجات</u>

26.1 **پاکستان میں دہشت گردی کی قیمت ادا کرنا:** دہشت گردوں کی طرف سے مارے گئے لوگوں کی زندگی ناقابل تلافی اور انتہائی قیمتی ہے، تاہم حکومتیں قانونی ورثاء اور زخمیوں کو معاوضے/ زرِتلافی کی ادائیگی کرتی ہیں اور ان کے علاج معالجے پر خرچہ بھی کرتی ہیں اور تباہ شدہ املاک وغیرہ کی بحالی پر قومی خزانے سے خرچہ کیا جاتا ہے۔ دہشت گردی کی وجہ سے اس ملک کو 2002 سے مارچ 2016 تک تقریبًا 118,300,000,000 ڈالرز مالیّت یا ساڑھے بارہ کھرب روپے کا نقصان ہو چکا ہے[145]۔ ملک سے سرمایے کا اخراج بھی ہو رہا ہے اور غیر ملکی سرمایہ کار ملک میں آنے سے کترا رہے ہیں۔ حکومت پاکستان کو قرضہ لینے کی شرائط میں مالی اضافہ بھی اٹھانا پڑا اور انشورنس پر زیادہ پریمیم بھی ادا کرنا پڑ رہا ہے۔ ان سب کے علاوہ بھی دہشت گردی کے سبب مالی نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ لہٰذا دہشت گردی نہ صرف زندگیوں کو تباہ کر رہی ہے بلکہ معاشرتی طور پر بھی بے حد نقصان کر رہی

ہے۔ دیواریں اٹھائی جاتی ہیں اور مزید اوپر کی جاتی ہیں۔ محافظوں کے لئے کمرے تعمیر کئے جاتے ہیں۔ بلٹ پروف اور بم کے نقصانات سے روکنے والی گاڑیاں خریدی جارہی ہیں۔ محافظ تعیّنات کئے جارہے ہیں اور ان میں مزید اضافہ کیا جارہا ہے تاکہ عوامی اور سرکاری نمائندوں کی حفاظت کی جائے۔ اور یہ سب کچھ عوامی خزانے سے کیا جاتا ہے۔ اسٹیٹ بنک آف پاکستان کی رپورٹ 16-2015 کے صفحہ 96 کے مطابق:

> "بدقسمتی سے کئی سالوں سے پاکستان دہشت گردی کی جنگ سے متاثرہ ہے۔ معاشی ترقی اور سماجی شعبہ کی ترقی دونوں ہی دہشت گردی کے واقعات کی وجہ سے بڑے طریقے سے متاثر ہوئے ہیں۔ انسانی جانوں کے ناقابل تلافی نقصان کے علاوہ (زخمی اور دربدری) کے علاوہ اس کی وجہ سے: (i) غیر ملکی سرمایہ کار ملک میں سرمایہ کاری کرنے سے کترا رہے ہیں۔ (ii) ملکی سرمایہ کار دیکھو اور انتظار کرو کی پالیسی پر عمل پیرا ہیں۔ (iii) درآمد کرنے والے اپنے دیئے ہوئے آرڈرز کو پورا کرنے میں مشکلات کا سامنا کر رہے ہیں۔ (مال کی فراہمی کا سلسلہ، دیگر اسباب کے علاوہ ہے)۔ (iv) اور اندرونِ ملک کاروبار میں سست روی پڑ جاتی ہے۔ ایک باوثوق جریدے کے مطابق [پاکستان کے معاشی سروے] دہشت گردی کی وجہ سے پاکستان کو معاشی سال 2002 سے 2016 تک بلواسطہ اور بلاواسطہ تقریباً 118.3 بلین ڈالرز کا نقصان ہوا ہے جو کہ پاکستان کے بیرونی قرضوں سے دگنا ہے"۔

26.2 **ان دو حملوں پر آنے والے اخراجات:** یہ جو دو حملے 8 اگست 2016 کو ہوئے ان پر تقریباً چار سو چوبیس کروڑ چونتیس لاکھ اور بائیس ہزار روپے کا خرچہ ہوا[146]۔

26.3 **کفایت شعاری اور کوتاہ نظری:** بدقسمتی سے نہ ہی وفاقی حکومت اور نہ ہی حکومت بلوچستان اس رقم کا ایک قلیل حصّہ بھی دہشت گردی کی لعنت سے نمٹنے کے لئے خرچ کرتی ہیں۔ تدارکی اقدامات اور صحیح تفتیش، دہشت گردوں اور ان کے تنظیمی ڈھانچے اور نیٹ ورک کے بابت صحیح معلومات اکٹھا کرنے اور فرانزک سائنس پر اخراجات کرنا، بلوچستان کے ہسپتالوں میں زندگی بچانے والی بنیادی کٹس (Kits) مہیّا کرنا اور زندگی بچانے والے ضروری آلات مہیّا کرنا اور اچھی ایمبولینسوں کو مہیّا کرنا۔ اس ملک کے لئے اس دلدل سے نکلنا بہت ہی مشکل ہوگا جب تک کہ چند ضروری اقدامات نہ لیئے جائیں ان میں سے چند کا اس رپورٹ میں ذکر کیا گیا ہے۔

27 حکومتِ بلوچستان کی بے اعتباری

27.1 **وزیرِ داخلہ کا اعلان:** حملے کے فوری بعد اور تفتیش شروع ہونے سے پہلے حکومتِ بلوچستان کے وزیرِ داخلہ نے بیان دیا کہ انہیں نناوے فیصد یقین ہے کہ اس واقعے کے پیچھے دو پڑوسی ممالک کی خفیہ ایجنسیاں ملوث ہیں۔ اگر متعلقہ وزیر نے پہلے ہی یہ طے کرلیا اور یہ اعلان کر دیا کہ اس واقعے کے پیچھے کون تھے تو پھر اس صورت میں تفتیش متاثر ہونے کا خطرہ ہے اور حکومت کی ساکھ کو بھی نقصان پہنچے گا۔ کیونکہ تفتیش کرنے والے یا تو ان جرائم کی تفتیش نہیں کریں گے کیونکہ وزیر نے پہلے ہی تعین کرلیا ہے کہ کس نے جرم کیا ہے یا وزیر کو مطمئن کرنے کے لیئے ان کے اعلانیہ طریقے کو درست ٹھہرانے کے لیئے تفتیش کا رخ اُس طرف

موڑ دیں گے۔ مزید یہ کہ اگر یہ بعد میں ظاہر ہوا کہ وزیر کا قیاس درست تھا اور تفتیش بھی اس ہی نتیجے پر پہنچی تو پھر ایسی تفتیش معتبر تصوّر نہیں کی جائے گی۔

27.2 **وزیر اعلیٰ کا اعلانیہ:** 10 نومبر 2016 کو وزیر اعلیٰ نے یہ اعلان کیا کہ حملوں کا ماسٹر مائنڈ (mastermind) پکڑا گیا ہے؛ اُن کا یہ اعلان الیکٹرانک میڈیا سے اسی دن نشر ہوا اور اگلے دن کی صفحہ اوّل کی ہیڈ لائنز پر تھا[147]۔ 11 نومبر 2016 کو ڈی آئی جی کوئٹہ جو کہ اس تفتیش کی نگرانی کر رہے تھے، نے شہادت دی کہ یہ اعلان درست نہیں تھا[148]۔ کیونکہ ڈی آئی جی کے بیان نے وزیر اعلیٰ کے اعلان کی نفی کی تھی، لہٰذا ایڈووکیٹ جنرل اور حکومت بلوچستان کے موجود نمائندے سے پوچھا گیا کہ وہ ڈی جی کے بیان پر ان سے جرح کرنا چاہتے ہیں اگر اُن کو اس کے بیان سے اختلاف تھا لیکن انہوں نے کوئی جرح نہیں کی[149]۔

27.3 **ترجمان کی وضاحت:** 11 نومبر 2016 کی شام کو حکومت بلوچستان کے ''ترجمان'' کی طرف سے 'دنیا نیوز' کے ذریعے الجھن کے انگاروں کو مزید بھڑکایا گیا جب انہوں نے یہ کہا کہ وزیرِ اعلیٰ کے الفاظ کا چناؤ نامناسب تھا کیونکہ ماسٹر مائنڈ نہیں بلکہ "سہولتکار" (facilitator) تھا۔ ترجمان کے اس بیان کی وجہ سے اور وزیرِ اعلیٰ کا اس بیان سے نہ منحرف ہوئے اور نہ ہی اختلاف کیا تو حقیقت معلوم کرنے کے لئے ایک بار پھر ڈی آئی جی پولیس کو بلوایا گیا۔ ترجمان کے اس بیان کی ریکارڈنگ چلائی گئی اور ڈی آئی جی سے اس بابت پوچھا گیا اور انہوں نے کہا کہ ''کوئی بھی سہولت کار، ماسٹر مائنڈ یا کوئی بھی شخص 8 اگست 2016 کے دو حملوں کے حوالے سے گرفتار نہیں ہوا''[150]۔ دوبارہ ایڈووکیٹ جنرل اور حکومتی نمائندے کو بلوایا گیا کہ وہ ڈی آئی جی کے اس بیان پر جرح کر سکتے ہیں اگر ان کو اس بیان سے اختلاف ہے اور ان کو یہ بھی اجازت دی گئی کہ وہ وزیرِ اعلیٰ اور اس کے نمائندے کو گواہ کے طور پر پیش بھی کر سکتے ہیں، تاہم انہوں نے جرح نہیں کی اور مزید کہا کہ ڈی آئی جی کی شھادت سے انہیں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

27.4 **وقت کا ضیاع اور ساکھ کو جھٹکا لگنا:** نام نہاد اعلان کے بابت پیدا ہونے والی الجھن کو واضح کرنے کی وجہ سے وقت کا ضیاع ہوا۔ یہ صرف ایک ہی موقعہ نہیں تھا جب کہ حکومت بلوچستان کے کچھ افراد کا سچّائی کے ساتھ ایک کمزور تعلّق پایا گیا۔ وزیر اعلیٰ اور اس کے ترجمان کے بیانات نے بڑی سرخیوں کو جنم دیا تھا تاہم جب آخر سچ سامنے آیا تو ان کی ساکھ بری طرح متاثر ہوئی جس کے لئے وہ صرف اپنے آپ کو ہی موردِ الزام ٹھہرا سکتے ہیں۔ جب وزیرِ داخلہ نے 5 دسمبر 2016 کو ایک پریس کانفرنس میں یہ اعلان کیا کہ پانچ دہشت گرد ہرمزئی کے علاقے میں مارے گئے ہیں تو میڈیا نے اس بیان کو معمولی اہمیت دی۔ اگلے دن کے انگریزی اخبار "ڈان" نے تو اس کا کوئی بھی ذکر نہیں کیا اور انگریزی کے اخبار "دی نیوز" نے صفحہ 4 پر ایک چھوٹی خبر کی جگہ دی۔

27.5 **سچ جو پہلا شکار ہوا:** دہشت گرد حملوں کا پہلا نشانہ سچ ہوتا ہے۔ مگر حکومتی ارکان کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ بھی سچ کا ساتھ چھوڑ دیں۔ غلط بات آسانی سے عیاں ہو جاتی ہے، اگر حقیقت میں "ماسٹر مائنڈ" یا "سہولتکار" گرفتار ہو چکے ہوتے ، تو پھر وہ کون تھے؟ وہ کتنے تھے؟ وہ کہاں تھے جب کہ ان کو پکڑا گیا تھا؟ ان کو کہاں رکھا گیا تھا؟ ان کو سامنے کیوں نہیں لایا گیا تھا؟ غلط بیانی بے شمار سوالوں کو جنم دیتی ہے اور جھوٹ کے کوئی پاؤں نہیں ہوتے اور سچ کے سامنے عیاں ہو جاتا ہے۔

27.6 **کالعدم تنظیموں کے نظریات کی اشاعت:** ہرمزئی علاقے کے پولیس مقابلے میں پانچ دہشت گردوں کے مارے جانے کے بعد دہشت گردوں کے معاونین نے سچ کو متاثر کرنے کی کوشش کی۔ جنگ اخبار نے بتاریخ 8 دسمبر 2016 کو ایک رپورٹ جو کہ (این این آئی NNI) ایجنسی کی طرف سے دی گئی تھی، کو شائع کی جس میں لشکرِ جھنگوی العالمی کے ترجمان کا بیان تھا کہ ان کے ساتھی کسی مقابلے میں نہیں مارے گئے تھے، لیکن ان کو گرفتار کرنے کے بعد مارا گیا اور اپنے دعوے کی صداقت میں اس نے وزیر اعلیٰ کے اعلان اور اس کے ترجمان کی طرف سے کی گئی وضاحت کا حوالہ دیا۔

27.7 **لشکرِ جھنگوی العالمی کا دعویٰ:** چونکہ لشکرِ جھنگوی العالمی کا دعوٰی شائع ہو چکا ہے لہٰذا یہ ضروری ہو چکا ہے کہ اس کے بارے میں کچھ بات کی جائے۔ کمیشن 11 نومبر 2016 کو پہلے سے ہی عوامی سطح پر اور میڈیا کے سامنے یہ طے کر چکی تھی کہ وزیرِ اعلیٰ اور اس کے ترجمان کے ماسٹر مائنڈ / سہولت کار کی گرفتاری کے حوالے سے دیئے گئے بیانات درست نہیں تھے۔ ان حالات میں نیوز ایجنسی (این این آئی) کو لشکرِ جھنگوی العالمی کے بیان کی تشہیر اور جنگ اخبار کو اس کی اشاعت نہیں کرنی چاہیے تھی۔ لشکرِ جھنگوی العالمی کا بیان حقیقت کو جھٹلاتا ہے:

(1) مشتبہ اشخاص کا پیچھا کرنا، ان کے چھپنے کی جگہ پر گھیرا ڈالنا، ان کی طرف سے کی گئی فائرنگ اور پھر جوابی فائرنگ کرنا؛

(2) قانون نافذ کرنے والے زخمی دو اہلکار، ان میں سے ایک کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی اور دوسرے کو کھوپڑی میں گولی لگی تھی جس کی صورتحال انتہائی نازک ہے؛

(3) دو کلاشنکوف، تین پستول، دھماکہ کرنے والی پرائما کارڈ (prima cord) وائرلیس سیٹ اور دیگر مشتبہ ساز و سامان کی برآمدگی؛

(4) پانچ دہشت گردوں کا دیگر جائے واردات سے تعلق؛ اور

(5) تصویری شہادت ۔

27.8 **کالعدم تنظیموں کے نظریات کی اشاعت / پھیلاؤ:** وفاقی حکومت نے لشکرِ جھنگوی العالمی کو 11 نومبر 2016 کو کالعدم قرار دے دیا تھا لہٰذا ان کے کسی بھی نظریات کو چھاپنا، اشاعت یا تشہیر کرنا انسدادِ دہشت گردی کے قانون کی دفعہ 11W کے تحت قابلِ سزا جرم ہے۔ جب کہ مندرجہ بالا بیان کی اشاعت ایک حقیقت پر مبنی نہیں ہے لہٰذا قانون ہٰذا کی دفعہ کے تحت اس کو کوئی رعایت حاصل نہیں ہے۔

کالعدم تنظیم کے نظریات کی تشہیر اور اشاعت کے علاوہ نیوز ایجنسی اور اخبار نے دیگر اور قوانین کو بھی بالائے طاق رکھا ہے۔ پاکستان پینل کوڈ (PPC) / پاکستان کے فوجداری قوانین میں یہ ایک مکمل باب ہے "وہ جرائم جو کہ مذہب کے متعلق ہوں" (باب XV) مذہب کی توہین کو جرم قرار دیا گیا ہے (دفعہ 295/PPC) اور ایسے الفاظ بولنا جس سے مذہبی جذبات مجروح ہوں" (دفعہ 298 PPC)۔ قاتلوں کو شہید کہنے، معصوم لوگوں کو بے دریغ مارنے کو جہاد کہنا (جو کہ درحقیقت اللّٰہ کے راستے میں جدوجہد کرنے کا نام ہے) خودکش دھماکوں اور قتل کے ذریعے اسلامی نظام نافذ کرنے کی باتیں اسلام اور مسلمانوں کو مجروح اور توہین کرتے ہیں۔ پاکستان کے فوجداری قانون کے ایک اور باب جس کا عنوان "مجرمانہ دھمکی دینا، توہین اور غصّہ دلانا" (باب XXII) جس میں کسی بھی شخص کو "ریاست کے خلاف یا امنِ عامہ کے جرم کے ارتکاب پر بھڑکانا" ایک جرم

ہے۔(PPC کی دفعہ 505 کی ذیلی دفعہ(1) کی شِق (b)اور کسی کو جرم کرنے پر اکسانا "(PPC کی دفعہ 5 کی ذیلی دفعہ(1) کی شِق (c) اور اشاعتوں میں استعمال کی گئی زبان(PPC کی دفعہ 506)، آئین پاکستان کے آرٹیکل 19 میں خصوصاً کہا گیا ہے کہ اظہار آزادی اور پریس نافذ العمل قوانین کی پاسداری کریں گے جس کے تحت "ارتکاب جرم یا جرم پر اکسائیں" یا اسلام کی عظمت کو "زک پہنچائیں" شامل ہے۔

27.9 **غیر معیاری صحافت:** اس بات سے ہٹ کر کہ نیوز ایجنسی اور اخبار نے مختلف قوانین کی خلاف ورزی کی ہوگی، صحافیوں نے خبر کی تشہیر اور اشاعت سے پہلے اس کی تصدیق کرنے کی کوئی بھی کوشش نہیں کی۔ انہوں نے صرف وہی چھاپا جو کہ دہشتگروں نے کہا جو کہ سفید جھوٹ تھا۔ انہوں نے ان شہیدوں کو بھی نظر انداز کر دیا جو کہ دہشتگردوں کے ہاتھوں بے رحمی سے مارے گئے اور اس بات کی بھی پرواہ نہیں کی کہ ان کی اشاعت سے ان کے لواحقین اور محبت کرنے والوں اور دوستوں کو بہت دکھ ملے گا۔ صحافیوں میں انسانی زندگی کے حوالے سے ایسی غیر حساسیت اور بےحسی ناقابل توضیح ہے۔

28 <u>غیر قانونی تقرریاں</u>

28.1 **سیکریٹری صحت کی تقرری ۔ اقرباء پروری کی ایک مثال:** سیکرٹری صحت اپنے شعبہ کا سربراہ ہوتا ہے اور صوبے میں صحت کی سہولیات فراہم کرنے کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ ہسپتال کی قابل رحم صورتحال، اور دھماکے میں زخمی ہونے والے افراد کو دی جانے والی امداد کو کمیشن نے مختلف زاویوں سے دیکھا تا کہ اس کے سامنے مکمل تصویر آ سکے۔ سپریم کورٹ نے بھی اس حوالے سے کمیشن کو "تمام متعلقہ پہلوؤں" کے بابت دیکھنے کو کہا تھا۔ جب 8 اگست، 2016 کو ہسپتال میں دھماکہ ہوا تو اس وقت ایک غیر قانونی تقرر شدہ سیکرٹری صحت، حکومت بلوچستان میں کام کر رہا تھا۔ چیف سیکرٹری نے یہ شہادت دی کہ:

> "جب وزیر اعلیٰ کی طرف سے ڈاکٹر عمر بلوچ کا نام سیکرٹری صحت کے حوالے سے تجویز کیا گیا تو میں نے اس تقرری کی مخالفت کی تھی۔ یہ قواعد کے خلاف تھا کیونکہ وہ کسی بھی کیڈر (cadre) سے تعلق نہیں رکھتا تھا، نہ ہی بلوچستان سول سروس اور نہ ہی پاکستان سول سروس سے تھا، تاہم وزیر اعلیٰ نے میرے اس اعتراض کو رد کرتے ہوئے اس کی تعیناتی کا حکم دیا"۔

ڈاکٹر عمر بلوچ ایک ریٹائرڈ لیفٹیننٹ جنرل اور ایک وفاقی وزیر کا بھائی ہے اور غالباً اسی رشتے کی وجہ سے وزیر اعلیٰ نے ان قواعد کی خلاف ورزی کی۔ جب اِس بات کا عدالت عظمیٰ نے نوٹس لیا تو ان کو اپنے عہدے سے ہٹا دیا گیا جس پر وہ غیر قانونی طور پر فائز تھے[151]۔

28.2 **نان کیڈر(non-cadre) افراد کی بطور سیکرٹری تعیناتی:** باوجود اس کے کہ ڈاکٹر عمر بلوچ کو سیکرٹری کے عہدے سے ہٹایا گیا تھا، تاہم 10 نومبر 2016 کو چیف سیکرٹری نے شہادت دی کہ حکومتِ بلوچستان میں اب بھی تین مزید نان کیڈر لوگ سیکرٹری کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں، تاہم چیف سیکرٹری نے یہ یقین دہانی کرائی کہ اُن کو بھی ایک ہفتے کے اندر ہٹایا جائے گا[152]۔

29.1 **مستحسن طرزِ حکمرانی کی تباہی:** ڈاکٹرز اور طبی عملہ جرائم کرتے ہوئے دیکھے گئے لیکن انہیں کوئی سزا نہیں دی گئی۔ غنڈے جو چاہتے تھے وہ اُن کو ملا۔ ڈاکٹرز اور ہسپتال کے عملے نے عوامی خزانے سے تنخواہیں لیں لیکن کام نہیں کیا۔ جبکہ دہشتگرد بہتر ہتھیاروں اور ذرائع سے لیس ہوتے جا رہے ہیں تو دوسری طرف عدم انظباطیت، نااہلی، قواعد کی خلاف ورزی، بے جا صوابدید اور اقرباء پروری کی وجہ سے طرزِ حکمرانی زوال کا شکار ہے۔ چیف سیکرٹری نے کچھ چونکا دینے والے انکشافات کئے۔ اُن کا کھرا پن قابلِ ستائش تھا خصوصاً اس وقت جب اکثر وفاقی اور صوبائی حکومتی اہلکار، یا تو سچ پر پردہ ڈالتے یا پھر کُند ذہن ہوں۔ چیف سیکرٹری نے بتلایا کہ گریڈ 1 سے لیکر گریڈ 17 تک سرکاری ملازمین کی تعیناتی متعلقہ وزیر کرتا ہے اور گریڈ 18 اور اس سے اوپر کے افسران کی تعیناتی وزیرِاعلیٰ کا صوابدیدی اختیار ہے[153]۔ اس نے یہ بھی بتلایا کہ یہ نظام جو کہ صوبے نے اپنایا ہے بہت ہی پیچیدہ اور منفی نتائج کا حامل ہے جو کہ سرکاری ملازمین کو سیاستدانوں سے بلاواسطہ رابطے میں لاتا ہے جبکہ قواعد ان کی ممانعت کرتے ہیں۔ تعیناتی کرتے وقت ایک سرکاری ملازم کو قواعد کے تحت کم از کم دو سال تک اپنے عہدے پر کام کرنے کا بتایا جاتا ہے جبکہ اس پر عملدرآمد نہیں کیا جاتا۔ سیکرٹریز اور چیف سیکرٹری کے اختیارات تباہی کا شکار ہو جاتے ہیں جبکہ وہ اپنے ماتحتوں کی تعیناتی نہیں کر سکتے۔ مناسب ہوگا کہ چیف سیکرٹری کی دی ہوئی شہادت پیش کی جائے:

"گریڈ 18 اور اس سے بالا افسران کا تبادلہ تعیناتی وزیرِاعلیٰ کی منظوری سے ہوتی ہے ماسوائے سول سیکرٹریٹ کے ڈپٹی سیکرٹری اور ایڈیشنل سیکرٹری کے جو کہ چیف سیکرٹری کرتا ہے۔ اس سے پہلے چیف سیکرٹری تمام تعیناتیاں کرتا تھا ماسوائے سیکرٹریز اور کمشنرز کے، جو کہ وزیرِاعلیٰ چیف سیکرٹری سے مشاورت کے بعد کرتا تھا۔ اب اس نظام پر سمجھوتہ کرتے ہوئے یہ اختیارات وزیرِاعلیٰ کو دے دیئے گئے ہیں۔ چیف سیکرٹری ان تعیناتیوں کو بہتر انداز سے کر سکتا ہے اور چیف سیکرٹری ہمیشہ قواعد کے تحت مقرر کردہ دورانیہ جو کہ 2 سے 3 سال ایک جگہ تعیناتی کرنے پر کاربند ہوتا ہے، تاہم اب جبکہ یہ صوابدید وزیرِاعلیٰ کی ہے تو وہ کم از کم اس دورانیے کی پابندی نہیں کرتا۔ اس کے علاوہ متعلقہ وزیر کا یہ اختیار ہے کہ وہ اپنے محکمے میں گریڈ 1 سے گریڈ 17 تک کے ملازمین کو کسی بھی جگہ تعینات کر سکتا ہے جس کی وجہ سے محکمے کے سیکرٹری کے اختیارات کو مکمل طور پر کمزور کر دیا گیا ہے وزراء دیئے گئے دورانیہ کی کم از کم پابندی نہیں کرتے۔ اس وقت افسران خود ہی وزیر اور وزیرِاعلیٰ سے بلواسطہ اپنی مخصوص تعیناتی کے لیے رابطہ کرتے ہیں جو کہ صریحاً قواعد کے خلاف ہے لیکن اس سے پہلے ایسا کبھی نہیں ہوتا تھا۔ وزراء اور وزیرِاعلیٰ پالیسی کی تشکیل کے ذمہ دار ہیں۔ تاہم تشکیل شدہ پالیسیز اور انتظامی مشینری کو چلانے کی ذمہ داری سیکریٹری اور چیف سیکریٹری کی ہونی چاہیئے۔ جہاں تک ڈویژن کا تعلق ہے، جن کے سربراہ کمشنرز ہوتے ہیں وہاں بھی اس نظام کو مکمل طور پر تباہ کیا جا چکا ہے۔ اس حوالے سے پہلے کمشنرز کے پاس یہ اختیار تھا کہ وہ اسسٹنٹ کمشنرز کی تعیّناتی کرتا تھا اور پھر اسسٹنٹ کمشنرز نائب تحصلیدار، قانونگو، پٹواری اور دیگر گریڈ 14 تک کی تعیّناتیاں کرتا تھا، اور ڈپٹی کمشنر اپنے ضلع میں 1 گریڈ سے لے کر 16 گریڈ تک تعیناتیاں کرتا تھا۔ اب یہ سب کچھ وزیر ہی کرتا ہے جو کہ غیر تسلّی بخش ہے۔ اس نئے نظام نے تمام اختیارات وزراء کے ہاتھوں میں دے دیئے ہیں جو کہ ایک خراب عمل ہے۔

> وزراء کے اختیارات صرف پالیسی کے معاملات کی حد تک محدود ہونے چاہئیں۔ جب کہ انتظامی اختیارات درجہ بہ درجہ طریقہ کار کے مطابق کمشنرز، سیکریٹریز اور چیف سیکریٹری کے پاس ہونے چاہئیں۔ موجودہ نظام کا ایک اور بھی پہلو ہے؛ افسر شاہی تب ذمہ دار ہوتے ہیں جب چیزیں غلط ہوتی ہیں بشمول عدالتوں میں پیشی کے جب کہ وزراء کو ان چیزوں سے بچایا جاتا ہے مگر جب وزیر خود ہی تعیناتیاں کرلے تو انہیں کیسے بچایا جا سکتا ہے جب کہ الزام چیف سیکریٹری، سیکریٹری، کمشنر اور دیگر افسران پر ہوتا ہے۔ جہاں تک پنجاب صوبے کا تعلق ہے تو جو نظام بلوچستان میں لاگو ہے وہ پنجاب میں نہیں ہے۔ کمشنرز، ڈپٹی کمشنر اور اسسٹنٹ کمشنر کے اختیارات ان کے پاس ہی ہوتے ہیں۔ جب کہ وزراء گریڈ 16 اور 17 کے افسران کے حوالے سے اختیارات استعمال کرتے ہیں۔ بلوچستان میں یہ نظام تبدیل کیا جا چکا ہے تا کہ وزراء اور سیاسی پارٹیوں کا خیال رکھا جا سکے۔ اس سے پہلے والا نظام بہت اچھا تھا جب کہ جناب اکبر بگٹی وہ آخری وزیر اعلیٰ تھے جن کے دور میں یہ نظام چلتا تھا۔''

مندرجہ بالا صورتحال جو کہ کافی عرصے سے چلی آ رہی ہے بشمول وہ طریقے کار جو کہ آئینی حکمرانی کی برطرفی کے دورانیہ میں رائج کی گئی، ان سب نے نظم وضبط کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے، قابل سرکاری ملازم کو پست کیا گیا ہے اور اقرباء پروری اور رشوت ستانی کو فروغ دیا گیا ہے۔

29.2 **منفرد اور ممتاز مثالیں:** تاہم یہ خوشی کی بات ہے کہ کچھ قابل ستائش مثالیں ہیں جو اپنی ممتاز کارکردگی سے نمایاں ہیں۔ وہ لیڈی ڈاکٹر جو کہ دھماکے کی جگہ فوری پہنچی تا کہ وہ زخمیوں کو فوری طبّی امداد دے سکے۔ لیڈی ڈاکٹر جو تین بار آپریشن ہونے کے باوجود اپنے کام پر پہنچی، وہ اہلکار جن پر فائر کئے گئے تھے اور شدید زخمی ہوئے جب کہ وہ اپنی ڈیوٹی کر رہے تھے تا کہ دہشتگردوں کو گرفتار کر سکیں، اور وہ اہلکار جو کہ بشمول ان کے جنہوں نے خفیہ طور پر کام کیا، اور وہ لوگ جنہوں نے ہسپتال میں موجودہ حالات کے تناظر میں جلد از جلد فیکٹ فائنڈنگ رپورٹ (Fact Finding Report) مرتّب کی۔ پنجاب فرانزک سائنس لیبارٹری کے ڈائریکٹر جنرل اور دیگر سائنسدان جنہوں نے مثالی تعاون، جذبے اور لگن سے کام کیا۔

30 <u>مختلف قانون نافذ کرنے والے ادارے</u>

30.1 **پولیس، لیویز اور فرنٹیئر کارپس:** صوبے کو دو علاقوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ "اے" (A) علاقہ کی ذمہ داری بلوچستان پولیس کی ہے اور "بی" (B) علاقہ لیویز فورسز کی ذمہ داری ہے۔ ڈپٹی کمشنر اپنے ضلع میں لیویز فورس کا سربراہ ہوتا ہے۔ چیف سیکرٹری نے اس دوہری/دوغلے پن کو ایک سنگین مسئلہ قرار دیا ہے:

> "صوبے کی سطح پر جو مسائل درپیش ہیں ان میں سب سے بڑا مسئلہ ہے یہ ہے کہ بلوچستان میں تین فورسز کام کر رہی ہیں۔ بلوچستان کا 10 فیصد سے بھی کم علاقہ پولیس فورسز کے ماتحت ہے جس کو "اے" (A) ایریا کہا جاتا ہے جبکہ باقی تمام علاقہ لیویز فورس کے ماتحت ہے جس کو "بی" (B) ایریا کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ایف سی اندرونی سیکیورٹی کی ذمہ داریاں بھی ادا کرتی ہے۔ کچھ عرصہ پہلے لیویز فورس کو پولیس سروس میں ضم کیا گیا تھا لیکن بعد میں صوبائی اسمبلی نے

قانون سازی کے ذریعے اس عمل کو پھر واپس لے لیا۔ چونکہ مختلف فورسز کے درمیان ذمہ داریوں کی حد بندی واضح نہیں ہے تو اس وجہ سے کسی کے اوپر ذمہ داری عائد کرنا مشکل ہوتا ہے ۔ ایک مثال کے ذریعے اس بات کو واضح کرنا چاہوں گا۔ ضلع مستونگ جو کہ "بی" ایریا میں آتا ہے اور ہماری رائے کے مطابق یہاں دہشت گرد تنظیموں کی جڑیں موجود ہیں جو کہ لیویز کی حدود میں واقع ہے۔ انسپکٹر جنرل پولیس صوبے کی پولیس کی صدارت کرتا ہے۔ جبکہ لیویز فورسز ضلع کے ڈپٹی کمشنر کو رپورٹ کرتی ہے ۔ میری رائے کے مطابق ، لیویز فورسز کی طرف واپسی ٹھیک قدم نہیں تھا جو کہ نہیں اٹھانا چاہیے تھا۔ یہ بھی ایک خیال ہی ہے کہ لیویز فورس پولیس کے نسبت ایک کم اخراجات والی فورس ہے۔"

30.2 **باہمی رابطے اور شفافیت کا فقدان:** چیف سیکریٹری نے پولیس ، مقامی انتظامیہ اور ایف سی کے درمیان تعاون کے فقدان کے حوالے سے شہادت دی جو کہ درج ذیل ہے :

"جہاں تک ایف سی کا تعلق ہے تو وہ اپنے انسپکٹر جنرل کو رپورٹ کرتی ہے۔ بعض اوقات پولیس ، لیویز اور ایف سی کے درمیان تعاون اتنا اچھا نہیں ہوتا جتنا ہونا چاہیے اور اس کے نتیجے میں مسائل بھی درپیش ہوتے ہیں۔ کبھی ایف سی کا مقامی کمانڈر ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں میٹنگ کرنے کے لئے متفق نہیں ہوتا جب کہ ڈپٹی کمشنر اس حوالے سے بنائی گئی مقامی کمیٹی کا سربراہ ہوتا ہے۔"

مندرجہ بالا نقطہ کی اس بات سے تصدیق ہوتی ہے کہ جب پولیس اور لیویز پر دہشتگردوں نے ہرمزئی میں اپنے ٹھکانے سے ان پر فائر کئے تو انہوں نے ایف سی کو مدد کے لئے بلایا۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہ 3 گھنٹے گزرنے کے بعد بھی ایف سی وہاں نہیں پہنچی تھی۔ اور دہشتگردوں کے خلاف آپریشن ایف سی کی مدد کے بغیر ہی شروع کیا گیا۔ ایف سی اہلکاران صرف اس صورت میں ہی آگے آسکتے ہیں جب کہ ان کو اپنا مقامی کمانڈر ایسا کرنے کا حکم دے اور ان کا کمانڈر سے آدھی رات تک رابطہ نہ ہوسکا۔

یہ بھی واضح نہیں ہے کہ بلوچستان میں ایف سی کا کیا کردار ہے اور اس کے پاس پولیس کے اختیارات ہیں یا نہیں۔ چیف سیکریڑی اور ریف سی کے کمانڈنٹ غازابند اا سکاؤنٹس نے بتلایا کہ ایف سی کے پاس پولیس کے اختیارات ہیں جب کہ حکومتِ پاکستان کے سیکریٹری داخلہ کا کہنا ہے کہ "ایف سی کو کوئی بھی پولیس کے اختیارات نہیں دیئے گئیے 154۔

31 <u>بین الاقوامی سرحدیں</u>

31.1 **سرحد پار کرنے والوں کی نگرانی نہیں کی جاتی:** پاکستان کی مغربی سرحدوں کو پار کرنے والوں کی نگرانی نہیں کی جاتی۔ ان سرحدوں سے پاکستان میں داخل ہونے اور باہر جانے والوں کا کوئی بھی ریکارڈ نہیں رکھا جاتا۔ سرکاری سرحدیں جہاں سے افغانستان کی سرحد پار کی جاتی ہے وہ چمن کے ذریعے ہوتی ہے اور طافتان کے ذریعے ایران سے۔ لیکن آنے یا باہر جانے والوں کا کوئی بھی ریکارڈ نہیں رکھا جاتا۔ بدقسمتی سے ایک غیر تحریرشدہ "پالیسی" تشکیل دی گئی ہے جب ایک جنرل ملک پر حکمرانی کررہا

تھا اور اس نے مغربی سرحدیں کھول دیں اور آنے والی حکومتوں کی طرف اس عمل کو ختم کرنے کی کوئی بھی کوشش نہیں کی گئی ہے۔ یہ ایک عام قیاس ہے کہ غیر قانونی طور پر مغربی سرحدوں کے راستوں کی سرکاری نگرانی جان بوجھ کر نہیں کی جا رہی ہے اس لئے کہ قیمتی اشیاء کا لانا اور لے جانا اور لوگوں کا ملک سے آنا اور باہر جانا بہت فائدہ مند کاروبار ہے جو ذاتی مفادات کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے اور ایسا کرنے والے انتہائی طاقتور لابی ہے جس نے عوام اور ریاستی مفادات کو ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا ہے۔ یہ عوامی سطح پر پائی جانے والی قیاس کی تصدیق کسی حد تک حکومت بلوچستان کے چیف سیکرٹری کی شہادت سے ہوتی ہے:

> "دوسرا اہم مسئلہ جو کہ وفاقی سطح پر ٹھیک طریقے سے نہیں دیکھا جا رہا ہے وہ ہے بین الاقوامی سرحدیں جو کہ پاکستان اور افغانستان اور پاکستان اور ایران جو کہ چمن اور تافتان کے علاقوں پر مبنی ہے ان کی صحیح طرح سے نگرانی نہیں کی جاتی۔ آج تک اس حوالے سے دونوں اطراف سے اب تک نگرانی کا نظام نہیں ہے بنسبت دیگر سرحدوں پر جہاں سے لوگ پاکستان سے آتے اور جاتے ہیں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ پاکستان میں آنے اور جانے والوں کے حوالے سے کوئی فوٹوگراف اور نہ ہی کوئی انگلیوں کے نشانات اور نہ ہی کوئی ریکارڈ رکھا جاتا ہے۔ البتہ وفاقی حکومت اب جاگ چکی ہے۔ اور چمن میں ایسے آلات نصب کرنے کے مراحل میں ہے اور توقع کی جاتی ہے کہ ایسے آلات دو ماہ کے دوران رواں ہو جائیں گے۔ اور اس کے علاوہ کئی دیگر غیر سرکاری داخلے کی جگہیں موجود ہیں جن کی وفاقی حکومت بہتر طریقے سے نگرانی کر سکتی ہے"۔

31.2 **دہشت گردی کی سہولت کاری کرنا:** یہ جاننا چاہیے کہ پاکستان کی سرحدوں میں کون داخل ہوا یا باہر گیا (بشمول دہشتگرد کے) تو اس حوالے سے کوئی بھی ریکارڈ موجود نہیں ہے۔ ہتھیار اور دھماکہ خیز مواد کو بھی آسانی کے ساتھ ترسیل کیا جاتا ہے کیونکہ کسٹم چیک پوسٹیں سرحدوں کی جگہ پر قائم نہیں کی گئی ہیں بلکہ سرحدوں سے کافی دور واقع ہیں۔ دہشت گردی نے پوری قوم کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے اور اعلیٰ سطح پر پڑوسی ممالک کی خفیہ ایجنسیوں کی طرف سے دہشت گردی میں ملوث ہونے کے الزام بھی لگائے جا رہے ہیں لیکن وفاقی حکومت کی طرف سے ان سرحدوں کی نگرانی کے لئے کوئی بھی کوشش نہیں کی جا رہی ہے۔ ایک وکیل جن کا تعلق قلعہ عبداللہ سے ہے چیف سیکرٹری سے سوال کیا کہ:

"سوال 53 (جناب برخوردار خان، ایڈوکیٹ کی طرف سے سوال) کیا آپ اس بات کی تصدیق کریں گے کہ منشیات کے کاروبار سے دہشتگردی پر خرچہ کیا جاتا ہے جیسا کہ 8 اگست 2016 کو واقعہ رونما ہوا، تاہم قلعہ عبداللہ کے بازار میں منشیات اور ہتھیار کھلے عام فروخت ہو رہے ہیں اور پوست کی بھی قلعہ عبداللہ میں کھلے عام کاشت ہوتی ہے، آپ کا اس کے بارے میں کیا کہنا ہے؟

جواب: جہاں تک ان دو دہشتگرد حملوں میں منشیات اور ہتھیار کے ذریعے پیسہ لگانے کا تعلق ہے تو ہمیں اس حوالے سے کوئی بھی معلومات نہیں ہیں اور جہاں

تک غیر قانونی منشیات اور ہتھیاروں کے کاروبار کی بات ہے تو میں ذاتی
طور پر ایسی چیزوں کے بارے میں معلومات نہیں رکھتا۔ اب میں اس
معاملے کی چھان بین کروں گا اور میں آپ کو خوش آمدید کہوں گا کہ آپ کسی
بھی شہادت کے ساتھ ایک "خفیہ" خط مجھے ارسال کریں یا کسی دیگر ذریعے
سے بھیجیں"۔

دہشتگردوں کی ہرمزئی کی پناہ گاہ قلعہ عبداللہ کے گلستان بازار سے دور نہیں جس کا مندرجہ بالا سوال میں ذکر کیا گیا اور نہ ہی پاکستان کی افغانستان کے ساتھ سرحد سے 155۔

32 حکومت پاکستان کی دفتری خط و کتابت

32.1 **سرکاری/دفتری اوراق اور روابط:** کمیشن نے سرکاری اہلکاروں کو خطوط لکھ کر جوابات طلب کیے جو جوابات اسٹیبلشمنٹ ڈویژن، فنانس ڈویژن، وزارت داخلہ، وزارت مذہبی اور بین المذاہب ہم آہنگی، وزارت ریاستی اور سرحدی علاقہ جات، وفاقی خفیہ ایجنسی، ایف آئی اے، انٹر سروس انٹیلی جنس (ISI)، قومی انسداد دہشتگردی، نیکٹا اور قومی سلامتی کے مشیر کی طرف سے موصول ہوئے وہ تمام ایک سادہ کاغذ پر ارسال کئے گئے۔ ان میں سے کوئی بھی جواب ان کے سرکاری ورق (لیٹر ہیڈ) پر نہیں تھا اور اُن پر نہ ہی کوئی پتہ، ای میل اور نہ ہی پوسٹ بکس نمبر کا اندراج تھا۔ اسی طرز کے جوابات حکومتِ بلوچستان، گلگت بلتستان، خیبر پختونخواہ، پنجاب اور سندھ کی طرف سے بھی موصول ہوئے۔ مبہم وزارتیں، شعبے اور ایجنسیاں بغیر کسی نشان کمیشن جس کی تشکیل عدالت عظمیٰ نے کی تھی کو ان سرکاری وزارتوں، شعبوں اور ایجنسیوں کا پتا کرنا کافی مشکل ہوا ہے تو پھر اس ملک کے مسکین شہریوں پر رحم ہی کیا جا سکتا ہے جب وہ ان اداروں سے رابطہ کرنے کی کوشش کرتے ہوں۔ اس طریقے کار کو اپنانے سے نہ تو کوئی سوال اُٹھایا جا سکے گا اور نہ ہی احتساب کیا جا سکتا ہے۔

32.2 **انٹر سروس انٹیلی جنس** : انٹر سروس انٹیلیجنس (ISI) دہشتگردی سے نمٹنے کے لیے یقیناً اپنا کردار ادا کر رہی ہو گی لیکن حیرانگی کی بات ہے کہ ان سے کوئی بھی ان سے رابطہ نہیں کر سکا تا کہ وہ مشتبہ اور دہشتگردی کی کارروائیوں کے بابت میں (ISI) کو معلومات مہیا کر سکیں۔ آئی ایس آئی کی کوئی ویب سائٹ نہیں، خط و کتابت کا پتہ نہیں، ای میل یا ٹیلی فون نمبر نہیں۔ کمیشن نے یہ معلومات کرنے کی کوشش کی کہ آیا دیگر ممالک کی خفیہ ایجنسیاں بھی ناقابل رسائی ہیں تو پتہ چلا کہ سینٹرل انٹیلیجنس ایجنسی ("**CIA**")، فیڈرل بیورو آف اینٹیلی جنس ("**FBI**") اور امریکی نیشنل سیکورٹی ایجنسی ("**NSA**") سے عوام آسانی سے رابطہ کر سکتے ہیں کیونکہ ان کی ویب سائٹس پر ان سے رجوع کرنے کا پتہ اور دیگر طریقے کار کو بیان کیا گیا ہے۔

ملٹری انٹیلی جنس سیکشن 5 ("**MI5**")، خفیہ انٹیلی جنس سروس ("**S I S**")، قومی انسداد دہشتگردی سیکیورٹی آفس ("**NaCTSO**")، اور برطانیہ کی انسداد دہشتگردی کمانڈ ("**CTC**") کی تفصیلات عوامی سطح پر ویب سائٹ پر دیکھی جا سکتی ہیں۔ ان تمام اداروں کی ویب سائٹس مندرجہ ذیل ہیں:

FBI: https://www.fbi.gov/

CIA: https://www.cia.gov/index.html

US NSA: https://www.nsa.gov

MI5: https//www.mi5.gov.uk/

SIS: https://www.sis.gov.uk

NaCTSO: https://www.gov.uk/government/organisations/national-counter-terrorism-security-office

CTC: http://content.met.police.uk/Article/counter-Terrorism-command/1400006569170/1400006569170

33 حاصل بحث

مندرجہ ذیل نتائج شہادتوں، ایگزیبٹس (exhibits)، خط وکتابت اور دیگر دستاویزات جو کہ ریکارڈ کا حصہ ہیں، اور اس حوالے سے کمیشن نے یہ نتائج اخذ کیئے جب اُن کی تصدیق ہوئی ہے۔

حملے اور دہشتگرد

1 اگست 2016 کو کیے گئے دو حملے پیچیدہ طور پر ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں جو ایک ہی گروہ نے کیئے ہیں۔

2 ان خودکش حملہ آور اور اُن کے ساتھیوں کی شناخت کمیشن کی دخل اندازی کے بعد ہی کی گئی جب پولیس کو حکم دیا گیا تھا کہ ان دہشتگردوں کی تصاویر فورنسک آلات کی مدد سے بہتر/صاف بنائی جائیں اور ان کو اخبارات میں شائع کیا جائے اور انعام بھی رکھا جائے تاکہ مزید معلومات حاصل ہوسکیں۔ اِس طریقے کار پر عمل کرنے کے بعد ایک مخبر نے معلومات مہیّا کیں اور خودکش حملہ آور اور اس کے ساتھیوں کی شناخت کی۔

3 دہشتگردوں نے اِن حملوں کے علاوہ پہلے بھی وارداتیں کی تھیں۔ اگر فرانزک معلومات کا مرکز قائم کیا جاچکا ہوتا جس کے متعلق 2012 کے دہشتگردی کے مقدمے میں حکم دیا گیا تھا اور اس کو نافذ کیا ہوتا تو یقیناً اُن وارداتوں کی پیروی کی جاچکی ہوتی اور توقّع اِس بات کی تھی کہ یہ دہشتگرد پکڑے جاچکے ہوتے۔

پولیس، جائے وقوعہ اور فرانزک

4 آئی جی پولیس کو دہشتگرد حملوں کے بابت بنیادی طریقے کار یا سٹینڈرڈ آپریٹنگ کے بارے میں بہت ہی محدود سوچ بوجھ تھی۔ جائے وقوعہ کو نہ ہی محفوظ کیا گیا تھا اور نہ ہی فرانزیکل طور پر تشخیص کی گئی تھی۔ فرانزک تفتیش اس وقت کی گئی جب کمیشن نے اس حوالے سے ہدایات جاری کی تھیں۔

ہوائی فائرنگ

5 (a) قانون نافذ کرنے والے اداروں نے سینڈیمن صوبائی (''**ہسپتال**'') کوئٹہ پر خودکش حملے کے بعد ہوائی فائرنگ کی۔

(b) اُنہوں نے بغیر سنگین نتائج سمجھے ہوائی فائرنگ کی۔

(c) پولیس کو دہشتگرد حملوں کے فوری بعد کیا لائحہ عمل اپنانا چاہیئے تھا اِس سلسلے میں کوئی بھی ایسی ہدایات یا طریقے کار جاری نہیں کیا گیا ہے۔

ہسپتال اور زخمیوں کا علاج

6 ہسپتال مکمل طور پر غیر فعال ہے:

(a) ہسپتال انتہائی گندہ اور ناقص ہے۔

(b) ابتدائی طبی امداد کی کٹس موجود نہیں۔

(c) ایمبولینسیں مکمل طور پر لیس نہیں۔

(d) آگ بجھانے والے کوئی آلات موجود نہیں تھے۔

(e) سٹریچرز ناکافی تھے۔

(f) ہسپتال میں بنیادی آلات دستیاب نہیں تھے، اور جہاں پہ تھے، تو ناکارہ حالت میں تھے۔

(g) ملاقات کے لیے وقت کا کوئی تعین نہیں تھا۔

(h) ہسپتال کے داخلی اور خارجی راستوں پر کوئی نگرانی کا نظام نہیں تھا، ملاقاتی کسی بھی وقت ہسپتال میں داخل ہو سکتے ہیں اور ہسپتال کے تمام حصوں میں جا سکتے ہیں۔

(i) اہم شخصیات ہسپتال کے تقدس کا خیال نہیں کرتیں۔

(j) موجودہ حفاظتی نظام مکمل طور پر ناکافی ہے۔

(k) ہسپتال کے زیادہ تر ملازمین میں کام کرنے کے آداب نہیں ہیں۔

(l) ہسپتال کے ملازمین کی اکثریت وضع کردہ وردی نہیں پہنتے ہیں۔

(m) ہسپتال کے ملازمین کے لیے نہ کوئی ضابطہ ہے اور نہ کوئی احتسابی عمل۔

(n) ہسپتال کے اکثر ملازمین میں شرانگیزی پائی جاتی ہے۔

(o) ہسپتال کے ملازمین کی ایک بڑی تعداد کام کے لیے نہیں آتی۔

(p) جونیئر افسران کو بطور میڈیکل سپرنٹنڈنٹ مقرر کیا جارہا ہے۔

(q) ہسپتال میں دہشت گردی کے حملے میں زخمی ہونے والوں کی دیکھ بھال کے لیے کوئی طریقہ کار موجود نہیں۔

7 بیمار اور زخمیوں کی حالت یا چوٹ کی سنگینی کو مدنظر رکھتے ہوئے کسی قسم کی درجہ بندی نہیں کی گئی۔

8 بہت سارے زخمیوں کی زندگیاں فوری طبی امداد سے بچائی جا سکتی تھیں۔ لیکن دھماکے کے وقت ہسپتال کے بہت سارے ملازمین غیر حاضر تھے، اور مہیا کی گئی طبی سہولیات زخمیوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ناکافی تھیں، اور بہت سارے زخمیوں کو بغیر طبی امداد کے ہی چھوڑ دیا گیا اور انھیں دوسرے ہسپتال میں منتقل کر دیا گیا۔ اگر ڈاکٹر، نرسیں اور طبی عملہ زخمیوں کے علاج کے لئے آگے بڑھتا تو ایسے زخمیوں کو دوسرے ہسپتالوں میں منتقل کرنے کی ضرورت نہ پڑتی اور نتیجتاً بہت ساری انسانی زندگیوں کا نقصان نہ ہوتا۔

حکومت بلوچستان

9 امن وامان کے نفاذ میں سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ قوانین کی نتائج کا سامنا کیے بغیر خلاف ورزی کی جارہی ہے، اور اقربا پروری کے کلچر کو فروغ بھی دیا جارہا ہے۔ اقربا پروری کی سب سے واضح مثالیں یہ ہیں کہ نااہل افراد کو غیر قانونی طور پر تعینات کیا گیا۔ اور اس اقربا پروری کی مثال میں کم از کم چار سیکرٹریوں کی غیر قانونی تقرریاں شامل ہیں بشمول محکمہ صحت کے سیکرٹری (جو کہ ایک ریٹائرڈ لفٹیننٹ جنرل اور وفاقی وزیر کا بھائی تھا)

10 سرکاری ملازمت کے قوانین میں من مانی کر کے دھجیاں اڑائی جارہی ہیں۔ اس سے وزارتی مداخلت بڑھ گئی ہے، سرکاری ملازمتیں سیاسی ہوگئی ہیں، نظم وضبط کمزور ہوا ہے اور بدعنوانی بڑھ گئی ہے۔

11 بہت سارے مسائل صوبے کو دو حصوں یعنی 'A' اور 'B' میں تقسیم کرنے، پولیس اور لیویز کی ذمہ داریوں کو الگ الگ حصوں میں کرنے سے پیدا ہوئے ہیں۔

12 فرنٹیئر کور شہری انتظامیہ کی جلد مدد اکثر نہیں کرتی ہے اور پالیسی اختیارات کے حوالے سے فرنٹیئر کور کا کردار مبہم ہے۔

13 حکومت کی ساکھ وزیراعلیٰ، وزیرداخلہ اور انکے ترجمان کے غیرذمہ دارانہ بیانات دینے پر بری طرح متاثر ہوئی۔ان بیانات کی وجہ سے من گھڑت خبریں نشر کی گئیں، جس سے تحقیقات بُری طرح متاثر ہوئیں، اور جھوٹی توقعات وابستہ کر لی گئیں۔

حکومت پاکستان اور وفاقی ادارے

14 وزارت داخلہ واضح قیادت اور سمت کے بغیر ہے؛ جس کے نتیجے میں یہ دہشت گردی سے نمٹنے کے لیے اپنے کردار کے حوالے سے الجھن کا شکار ہے۔ وزارت داخلہ کی قومی سلامتی داخلی پالیسی کو نافذ نہیں کیا جارہا۔ وزارت کے افسران وزراء کی خدمت کرنے میں زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں بجائے کہ پاکستان کے عوام کی۔

15 قومی لائحہ عمل کا منصوبہ (National Action Plan) کو ایک منصوبے کا درجہ دینا اس لئے مشکل ہے کیونکہ اسے ایک بامقصد اور بامعنی طریقے سے نہیں بنایا گیا اور اس صورت میں اس کے اہداف پر عمل اور نگرانی کرنا بھی بہت مشکل ہے۔

16 دہشت گردی کے قانون کی خلاف ورزی کی گئی: کالعدم تنظیموں نے اپنی غیر قانونی سرگرمیاں جاری رکھیں ہیں اور نئی دہشت گرد تنظیموں کو طویل تاخیر کے بعد کالعدم کیا گیا۔ کچھ دہشت گرد تنظیموں جو بیانات دے کر دہشت گرد حملوں کو کرنے کی ذمہ داری قبول کرتی ہیں اُن کو اب بھی کالعدم نہیں کیا گیا، اور نہ ہی کوئی قانونی کاروائی عمل میں لائی گئی۔

وزیرداخلہ

17 وزیرداخلہ نے:

(a) وزارتی ذمہ داری کو مکمل احساس کے ساتھ نہیں نبھایا۔

(b) ساڑھے تین سالوں میں نیکٹا کی ایگزیکٹو کمیٹی کا صرف ایک اجلاس بلایا۔

(c) نیکٹا کی ایگزیکٹو کمیٹی کے فیصلوں کی خلاف ورزی کی۔

(d) کالعدم تنظیم سربراہ سے ملاقات کی جسکی وسیع پیمانے پر میڈیا میں تصویروں کے ساتھ رپورٹ بھی پیش کی گئی لیکن وہ اب بھی اس سے انکار کررہے ہیں۔

(e) کالعدم تنظیم کی شناختی کارڈز کے حوالے سے مطالبے کو پورا کیا گیا۔

(f) دہشت گرد تنظیمیں بہت زیادہ تاخیر کے ساتھ کالعدم قرار دی گئیں، اور

(g) ایک معروف دہشت گرد تنظیم کو کالعدم ہی قرار نہیں دیا گیا۔

نیکٹا کا قانون اور نیکٹا

18 نیکٹا کے قانون پر عمل درآمد ہی نہیں کیا گیا ہے اور نیکٹا واضح طور پر ناکام ہو گیا ہے۔ نیکٹا نے نیکٹا کے قانون میں دیئے گئے احکامات پر عمل نہیں کیا نیکٹا کے بورڈ آف گورنرز کبھی نہیں ملی اس طرح اُس نے نیکٹا کے قانون پر عمل درآمد نہ کیا اور نیکٹا کی ایگزیکٹیو کمیٹی نے ساڑھے تین سالوں میں صرف ایک دفعہ اجلاس بلایا۔ نیکٹا کی نگرانی کی بنیادی ذمہ داری بورڈ اور ایگزیکٹیو کمیٹی کی تھی، لیکن یہ ذمہ داری قومی سلامتی ایجنسی (NSA) کو سونپ دی گئی ہے اور یہ غیر مناسب ہے کیونکہ قومی سلامتی ایجنسی کا قیام قانون کے تحت عمل میں نہیں لایا گیا ہے اور اس کا سربراہ ایک ریٹائر سرکاری ملازم ہے۔

دہشت گردی کے نظریے کا انسدادی بیان

19 دہشت گردی کے نظریے کے انسدادی بیان کا فقدان بہت المناک اور افسوسناک ہے۔ وزارت داخلہ، مذہبی امور اور بین المذاہب ہم آہنگی کی وزارت، نیکٹا، صوبائی محکموں اور نہ کسی حکومتی ادارے کی طرف سے کوئی بھی دہشت گردی کے نظریے کا انسدادی بیان اب تک تیار کیا گیا ہے، اگر چہ عوامی نمائندوں نے اِس خطرے کی گھنٹی بجادی ہے، کہ "دہشت گردی اور انتہا پسندی کی لعنت ریاست کے وجود کے لیے ایک خطرہ بنتی جا رہی ہے" (نیکٹا کے قانون کی تمہید)۔

بین الاقوامی سرحدیں

20 مغربی سرحدوں کی کوئی نگرانی نہیں ہے اور یہاں تک کہ سرکاری چوکیوں سے لوگوں اور اشیاء کی آزادانہ اور غیر محدود نقل وحمل کی جاتی ہے (اس میں دہشت گرد، ہتھیار، گولہ بارود اور دیگر ممنوعہ اشیاء شامل ہیں)۔

وزارت مذہبی امور اور بین المذاہب ہم آہنگی

21 وزارت مذہبی امور اور بین المذاہب ہم آہنگی ایک قریب المرگ وزارت ہے اور یہ اپنی بنیادی ذمہ داری یعنی بین المذاہب ہم آہنگی پیدا کرنے میں کوئی بھی کردار ادا نہیں کر رہی ہے۔

22 مدارس کی نہ تو کوئی رجسٹریشن ہے اور نہ ہی نگرانی۔

دہشت گردی پر اٹھنے والے مالی اخراجات اور غلط ترجیحات

23 ملک کو دہشت گردی کے نتیجے میں بھاری مالی اخراجات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے لیکن اس کو اور اس کے اثرات کو روکنے کے لیے کم خرچ کرنا پڑتا ہے جو کہ نہیں کیا جارہا ہے۔

اسٹیشنری۔ حکومت اور اداروں سے کس طرح رابطہ کیا جائے

24 وفاقی وزارتوں، اداروں اور صوبائی محکموں کی اسٹیشنری پر رابطہ کی تفصیلات نہیں ہوتیں بشمول خط و کتابت کا پتہ، ای میل اور فون نمبر۔ جس کی وجہ سے رابطے کا بنیادی کام غیر ضروری مشکل ہو جاتا ہے اور ان محکموں سے موصول شدہ خطوط کے حروف کی حقیقت ایک پراسرار معمہ بن جاتی ہے۔

میڈیا

25 میڈیا دہشت گردی سے متاثرہ افراد کے بارے میں بہت ہی کم نشر و اشاعت کرتی ہے۔ میڈیا دہشت گردوں کے پروپیگنڈے کی تشہیر کو زیادہ اہمیت دیتا ہے، جو کہ انسداد دہشتگردی کے قانون کی دفعہ (11W) کی خلاف ورزی کی ہے۔

قابل تحسین

26 کچھ اداروں اور افراد نے مثالی خدمات سرانجام دیں۔ درج ذیل داد وصول کرنے کے حقدار ہیں:

(a) حکومت پنجاب جس نے بہت مختصر وقت میں بہت اچھی فرانزک لیبارٹری قائم کی اور فوری معاوضے/ زرِ تلافی کی ادائیگی بھی کی۔

(b) پنجاب فرانزک لیبارٹری کے ڈائریکٹر جنرل اور سائنسدانوں نے اپنے آپ کو ایک حوصلہ منداور بہترین پیشہ ور کے طور پر ثابت کروایا۔ بلوچستان کا صوبہ ان کا مقروض ہے۔

(c) ڈاکٹر شہلا سمیع کی کام میں دلجمعی، وہ ڈاکٹروں کے لیے ایک عملی نمونہ ہے۔

(d) وہ شخص جس نے خودکش بمبار کے جوتوں کی شناخت کی اور ان سے اس کا تعلق جوڑا جس کی مدد سے بعد میں اُس دوکان تک رسائی ممکن ہوئی۔

(e) دھماکے کی جگہ سے ملبے کو جمع کرنے والا شخص۔

(f) انٹیلی جنس ایجنسی جس نے پولیس کی مدد کی۔

(g) وہ LEAs کے اہلکار جن کو دہشت گردوں نے ہرمزئی کے مقام پر گولیاں ماریں۔

(h) وفاق المدارس کے مثبت اور اہم مشورے۔

34 سفارشات

پاکستان کے عوام مسلسل دہشت گرد حملوں کا نشانہ بنے ہوئے ہیں، جو کہ بلا تسلسل جاری ہیں، اس سلسلے میں وہ جواب مانگنے کا حق رکھتے ہیں۔ پاکستان کے عوام کے پاس پورا اختیار ہے کہ وہ صاحب اختیار کا احتساب کریں۔ معاملات کو ایسے ہی نہیں چلایا جا سکتا جیسے کہ چل رہے ہیں۔ اعلیٰ درجے کے احتساب کے بغیر نظام میں تبدیلی لانا مشکل ہے۔
اسلام کو انتہا پسند نظریے کے اثر سے بدنما کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ دہشت گردوں کے اس زہریلے پروپیگنڈوں کا مقابلہ کرنے کی ضرورت ہے۔ پاکستان رواداری اور بین المذاہب ہم آہنگی کا مضبوط قلعہ دوبارہ بن سکتا ہے اگر

آئین اورقوانین کی پاسداری کو بحال کیا جائے۔ ریاست جوکہ اُن لوگوں کے مقابلے میں جو نفرت پھیلا رہے ہیں اورلوگوں کو قتل کررہے ہیں پسپائی اختیار کرچکی ہے اس کو اپنے آپ کو دوبارہ بحال کرنا چاہیے۔

دہشت گردی اور انتہاپسندی کا حل بہت آسان اور سادہ ہے۔ انسداد دہشتگردی ("ATA") اتھارٹی برائے انسداد دہشت گردی ("NACTA Act") کے قوانین، تعزیرات پاکستان اور پاکستان کے آئین پر عملدرآمد کیا جائے۔ یہ انتہائی افسوس ناک ہے کہ قوانین موجود ہوں لیکن انھیں نافذ نہ کیا جائے۔

دہشت گرد تنظیمیں

1 انسداد دہشت گردی کے قانون کو نافذ کرنے کی ضرورت ہے اور دہشت گردوں اور دہشت گرد تنظیموں کو بلا تاخیر کالعدم کرنا چاہیے۔ انہیں اجلاس بلانے کی اجازت نہیں دینی چاہیے۔ ایسے ممبران جو اس بات کا دعویٰ کریں کہ ان کا تعلق کسی کالعدم تنظیم سے ہے تو ان کے خلاف انسداد دہشت گردی کے قانون کے مطابق کارروائی کی جائے۔

2 پاکستان کے عوام کو بتانے کی ضرورت ہے کہ کن وجوہات کے سبب کسی فرد یا تنظیم کو کالعدم قرار دیا گیا ہے اور اُن کے تمام دہشت گرد حملوں کا باقاعدگی سے اندراج کرنا چاہیے۔

3 کالعدم تنظیموں اور افراد کی فہرست اُردو اور انگریزی میں وزارت داخلہ، نیکٹا، وزارت اطلاعات، ریاستی اور سرحدی علاقوں کی وزارت، صوبائی ہوم ڈیپارٹمنس کی ویب سائٹس پر ڈالی جائے اور وسیع پیمانے پر لوگوں کو باخبر کیا جائے اور ان فہرستوں میں اضافوں کو عوامی سطح پر نشر کیا جائے۔

4 انسداد دہشت گردی کے قانون کا اطلاق سرکاری اہلکاروں اور عوامی نمائندوں پر بھی یکساں طور پر ہوتا ہے، انھیں کالعدم تنظیموں کے ممبران کے ساتھ روابط نہیں رکھنے چاہیے۔ منافقت روکنی ہوگی۔ قومی پالیسی کو ملکی سطح پر منظّم کرنے کی ضرورت ہے اور تمام سرکاری ملازمین اس پر عمل کریں ورنہ اُن کا احتساب کیا جائے۔

دہشت گردوں کے اعدادوشمار

5 "حکومت پاکستان اور بلوچستان حکومت" کو (2012 میں دہشت گردی کے مقدمے کے فیصلے میں) ہدایات جاری کی گئیں تھیں کہ "وہ معلومات پر مبنی ایسے افراد کا ڈیٹا بنک بنائے جو سنگین جرائم اور دہشت گرد تنظیموں میں ملوث ہوں اور ہر ممکن کوشش کی جائے کہ اُن افراد کے نام، عرفی نام، ولدیت، پتہ، تصویریں، انگوٹھوں کے نشان، ڈی این اے (DNA)، ٹیلی فون نمبر اور ٹیلی فون کی تفصیلات، استعمال ہونے والے ہتھیار، خصوصی طور پر استعمال کئے گئے دھماکہ خیز مواد کی قسم اور اس کے طریقۂ کار کا اندراج کیا جائے"، لیکن ابھی تک ان ہدایات پر عمل نہیں کیا گیا۔ یہ بہت ہی تکلیف دہ بات ہے کہ چار سال پہلے بلوچستان عدالت عالیہ کی ہدایات پر اور جس کا پھر ذکر پاکستان کے قانون میں ابھی تین سال اور نو ماہ پہلے کر دیا گیا اس پر عمل ابھی تک نہیں کیا گیا۔

نیکٹا کے قانون (جو کہ 2012 کے دہشتگردی کے فیصلے کے بعد نافذ کیا گیا تھا) میں بھی خصوصاً لکھا گیا ہے کہ "ڈیٹا کو منجمد کیا جائے" اور "وسیع پیمانے پر اسے تمام متعلقہ اداروں میں مشتہر کیا جائے اور اداروں میں رابطہ استوار کیا جائے" لیکن تاحال ایسا نہیں کیا گیا۔

فرانزک لیبارٹریز

6 دہشت گردی کے مقدمہ میں "وفاقی حکومت اور بلوچستان حکومت کو یہ ہدایت جاری کی جاتی ہے کہ وہ جلد سے جلد کوئٹہ میں فرانزک لیبارٹری کا قیام عمل میں لائیں"۔ لیکن یہ بھی ابھی تک نہیں ہو سکا اور اس پر بھاری اخراجات خرچ کرنے کے باوجود رقم کا کوئی حساب کتاب نہیں ہے۔

حکومت پنجاب نے (دہشت گردی کے مقدمے کے فیصلے کے بعد) کام شروع کیا اور ایک شاندار فرانزک لیبارٹری قائم کر ڈالی باقی تمام صوبوں کو بھی پنجاب کی لیبارٹری چلانے والوں سے معلومات حاصل کریں اور ان کی مدد سے اپنی صوبائی لیبارٹریز قائم کرنی چاہئیں۔

پنجاب فرانزک لیبارٹری کے ڈائریکٹر جنرل کی ماہرانہ رائے ہے کہ لیبارٹری کو پولیس کے ماتحت نہیں ہونا چاہیے بلکہ سائنسدانوں کے ماتحت ہونا چاہیے۔

بننے والی فرانزک لیبارٹریز اِسی ساخت کے آلات خریدیں جو پنجاب فرانزک لیبارٹری نے حاصل کر لیے ہیں کیونکہ ایسے کرنے سے اس بات کو یقینی بنایا جا سکے گا کہ ایک مرکزی ڈیٹا بنک تشکیل دیا جائے اور تمام معائنہ جات کے نتائج اس میں اپ لوڈ کر دیے جا سکیں اور اس طرح نتائج تک ہر صوبے کی رسائی ممکن ہو سکے گی۔

جائے وقوعہ

7 جائے وقوعہ پر موجود تمام شہادتیں پیشہ ورانہ طور پر محفوظ کی جانی چاہئیں، فرانزک معائنہ کرانا چاہیئے اور بڑے پیمانے پر جتنا جلدی ہو سکے تصاویر لے لینی چاہیے۔ اگر تفتیشی افسر ایسا نہ کرے تو اس کی ذاتی فائل میں ریکارڈ کرنا چاہیے اور اس کے خلاف تادیبی کارروائی بھی کرنی چاہیے۔

ہوائی فائرنگ

8 پورے ملک میں ہوائی فائرنگ پر پابندی عائد ہونی چاہیے اور جو افراد اس کی خلاف ورزی کریں ان پر فوری فوجداری مقدمات درج ہونے چاہیے۔

پولیس اور دوسرے ہتھیار سے لیس اہلکاروں کو یہ ہدایات دینی چاہیے کہ دہشت گردی کے حملے کے بعد ہوائی فائرنگ نہ کریں کیونکہ اس سے متاثرین اور ابتدائی طبی امداد فراہم کرنے کے لیے آنے والے ڈاکٹر اور ہنگامی اہلکار مزید خوفزدہ ہو جاتے ہیں۔

واضح ضابطہ کار

9 ماہرین کی مدد سے تشکیل دیے ہوئے واضح ضابطہ کار فوری طور پر پولیس اور دیگر قانون نافذ کرنے والے اہلکاروں کو وضع کرنے چاہیئے کہ انہیں دہشتگردی کے حملے کے بعد کیا ردعمل اپنانا چاہیئے اور ان ضوابط کو جلد سے جلد آگاہی کے لیے تقسیم کر دیا جائے۔ ہسپتالوں کے لیے بھی ضوابط وضع کرنے چاہئیں کہ کس ترتیب سے بہتر طور پر زخمیوں کو فوری طبی امداد دی جائے۔

نیکٹا

10 نیکٹا کو بحال کرنا چاہیئے۔ نیکٹا کو وہ کام کرنا چاہیئے جس کے کرنے پر قانون اسے پابند کرتا ہے۔ اس کے بورڈ آف گورنرز اور ایگزیکٹو کمیٹی کو متواتر اجلاس بلانے کی ضرورت ہے۔

منصوبہ برائے قومی لائحہ عمل کو واضح مقاصد، مربوط نگرانی کے نظام کے ساتھ ایک جامع منصوبہ بنانا چاہیئے اور اس کی متواتر نگرانی/ نظر ثانی کی جائے نیز اس کا اردو میں ترجمہ کرا کے وسیع پیمانے پر لوگوں کی سمجھ کے لیے مشتہر کیا جائے۔

انتہا پسندی کا انسدادی بیانیہ

11 کمیشن کو انتہا پسندی کے نظریے کے انسدادی بیان کو بھی تیار کرنا پڑا کیونکہ یہ خامی تین سال نو ماہ نیکٹا کے قانون کے نفاذ کے بعد بھی چلی آ رہی تھی۔ یہ بیانیہ رپورٹ کے پیرا گراف 14.4 سے 14.12 تک اور 15.1 سے 15.2 تک (اوپر) میں بیان کیا گیا ہے۔

دہشت گردی کے مقدمے کے فیصلے میں جو اقدامات نفرت انگیز تقاریر اور لٹریچر اور دیواروں پر شر پسند نعرے لکھنا کے حوالے سے تجویز کئے گئے ہیں، جو کہ اوپر بتائے گئے ہیں (پیرا گراف 11.1 میں)، اِن پر عمل درآمد کرنے کی ضرورت ہے۔

خامیاں

12 حکومتِ بلوچستان، ہسپتال اور پولیس کی مذکورہ بالا خامیاں جن کی نشاندہی اوپر (تحقیقات کے نتائج) کی گئی ہے ان خامیوں کی طرف فوری توجہ دینے اور ختم کرنے کی ضرورت ہے۔

تعلیمی ادارے (بشمول مدارس)

13 تمام تعلیمی اداروں بشمول مدارس کو رجسٹر کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ کام الیکٹرانک رجسٹریشن کے ذریعے بھی کیا جا سکتا ہے۔ ہر ادارے کے لیے درج ذیل معلومات فراہم کرنی ضروری ہونی چاہئیں:

a) مالکان کا نام (فرد /افراد یا ادارہ / ادارے) بشمول (خط و کتابت کا پتہ /ای میل / ٹیلی فون) شناختی کارڈ(CNIC)/نائیکوپ(NICOP)/پاسپورٹ،

b) منتظمین کے نام (فرد/افراد) بشمول (خط و کتابت کا پتہ /ای میل / ٹیلی فون) شناختی کارڈ / نائیکوپ / پاسپورٹ،

c) تمام ملازم اساتذہ بشمول (خط و کتابت کا پتہ /ای میل / ٹیلی فون) شناختی کارڈ/ نائیکوپ/پاسپورٹ،

d) ادارے کے بارے میں معلومات دینا کہ آیا ادارہ کسی بورڈ یا وفاق سے الحاق شدہ ہے یا نہیں،

e) طالب علموں کے نام بشمول (والدین کی تفصیلات، مکمل نام، خط و کتابت کا پتہ، شناختی کارڈ / نائیکوپ / پاسپورٹ) ہر طالب علم کے داخلے کے وقت کمپیوٹرائزڈ یا ہاتھ سے پُر کیا ہوا فارم لازمی قرار دیا جائے اور سالانہ ان کی تجدید کرنی چاہیئے۔

مغربی بین الاقوامی سرحدیں

14 پاکستان میں افراد کے داخلے اور روانگی کے وقت مناسب طریقے سے نگرانی کرنے کی ضرورت ہے۔ تمام افراد کے پاس مطلوبہ دستاویزات ضرور موجود ہوں اور ان کی تصاویر لی جائیں اور اِن کے انگوٹھے کا نشان بھی ایف آئی اے کے اہلکاران کو لینا چاہیئے۔ کسٹم حکام اس بات کو یقینی بنائیں کہ ملک میں کوئی ممنوعہ اشیاء تو سمگل نہیں کی جا رہی ہیں۔

فرنٹیئر کور

15 جب ہرمزئی کے مقام پر پولیس نے دہشت گردوں کے ٹھکانے کو گھیر لیا اور فرنٹیئر کور کو امداد کے لیے بلایا تو فرنٹیئر کور تین گھنٹوں کے بعد تک بھی انکی مدد کے لیے نہ پہنچی۔ تو ایسی صورتحال میں بلوچستان عدالت عالیہ کی طرف سے دہشت گردی کے مقدمے کے فیصلے کی ہدایات کو دہرانا ہی رہ جاتا ہے جو چار سال پہلے جاری کی گئی تھیں: "ہم وفاق کو بذریعہ وزارت داخلہ اور دفاع حکم جاری کرتے ہیں کہ وہ فرنٹیئر کور جو کہ بلوچستان میں ڈیوٹی پر مامور ہے کو ضروری ہدایات جاری کرے کہ جب مقامی قانون نافذ کرنے والے ادارے ان کو مدد کے لیے بلائیں تو یہ ان کی فوری مدد کو آئیں۔ اس سلسلے میں واضح ضابطہ کار بھی وضع کریں اور اس میں بتایا جائے کہ کس طرح مقامی قانون نافذ کرنے والے ادارے اور نزدیکی فرنٹیئر کور کی پوسٹ کے درمیان موثر تعاون پیدا کیا جا سکتا ہے"۔

حکومت اور اداروں کی اسٹیشنری

16 وفاقی وزارتیں اور صوبائی محکمے خط و کتابت کے حوالے سے ایسی اسٹیشنری استعمال کریں جس میں رابطہ کی تفصیلات میں خط و کتابت کا پتہ، ای میل اور ٹیلی فون نمبر شامل ہوں۔

میڈیا

17 اگر میڈیا دہشت گردوں کے پروپیگنڈے اور آراء کو نشر کرے یا ان کا پرچار کرے تو ایسے افراد کے خلاف قانون کے مطابق کارروائی کی جائے۔

معاوضہ / زرتلافی

18 پنجاب حکومت کی طرف سے معاوضے / زرتلافی کی مد میں بھیجی گئی رقم اور بلوچستان کی حکومت کی طرف سے مختص رقم کو شہداء کے قانونی ورثاء اور زخمیوں کے درمیان جلد سے جلد تقسیم کیا جائے۔

35 اختتامی کلمات

عدالت عظمیٰ نے آئین کے آرٹیکل (3)184 کے تحت حاصل اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے کمیشن قائم کرنے کا بروقت اور اہم فیصلہ کیا۔ کمیشن کی فوری تقرری کے بعد دہشت گردوں نے بلوچستان میں پھر حملے کیئے یعنی 24 اکتوبر 2016 کو پولیس ٹریننگ کالج پر حملہ، 12 نومبر 2016 کو شاہ نورانی کے مزار پر دھماکہ جن کے نتیجے میں سینکڑوں افراد موقع پر ہی جاں بحق ہوئے اور زخمی بھی ہوئے۔ دہشت گردی کی لعنت ابھی بھی جاری ہے۔ جن دو دہشتگر دانہ حملوں کی کمیشن نے تحقیقات کیں انہیں علیحدگی سے نہیں دیکھا جا سکتا اور یہ ثابت ہو گیا کہ جو دہشتگرد اِن دو حملوں میں ملوث تھے انہوں نے پہلے بھی مزید حملے کئے تھے۔

کمیشن نے 56 روز مسلسل اس رپورٹ کو مکمل کرنے کے لیے کام کیا۔ مطلوبہ افراد سے جانچ پڑتال اور متعلقہ وزارتوں، محکموں اور اداروں سے جوابات حاصل کیئے جانے کے بعد دہشگردی کا مقابلہ کرنے اور بنیادی پروٹوکولز کی انجام دہی کے حوالے سے یادگار ناکامی سامنے آئی۔

دہشت گرد حملوں کا سراغ لگانے کے لیے فرانزک آلات کا استعمال نہیں کیا گیا۔ جائے وقوعہ کی تحقیقات بنیادی طریقوں سے بھی نہیں کی جاتیں اور تحقیقات کے جدید اور معیاری طریقے نہیں اپنائے گئے۔

اگر مندرجہ ذیل امور پر اعلیٰ افسران کی مناسب نگرانی ہو اور فرانزک کے استعمال، عوام کی مدد کے حصول اور تفتیش کار محنت اور لگن سے کام کریں تو نتائج حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ 8 اگست 2016 کے دہشگردانہ حملے کا حل اس بات کا ثبوت ہے۔

ایک اور یادگار ناکامی انتہا پسندانہ تقریروں، لٹریچر اور پروپیگنڈے کو خاموش کرانے میں کی ہے۔ ایک انسدادی بیانیہ وضع کر کے دینے اور اس کے بارے میں آگاہی فراہم کرنے میں مکمل ناکامی دیکھنے میں آئی۔ کمیشن نے خود کوشش کی کہ اس خلاء کو پُر کیا جائے۔

انتہا پسندی اور دہشگردی سے مئوثر طور پر نمٹنے کے لیے عوامی حمایت کی ضرورت ہے؛ اس وجہ سے میں سفارش کروں گا کہ اس رپورٹ کو عوام اور میڈیا کے لیے دستیاب کیا جائے، اور عدالت عظمیٰ کی ویب سائٹ پر بھی اپ لوڈ (upload) کیا جائے۔ میں اس رپورٹ کا اُردو میں ترجمہ کرنا چاہتا تھا لیکن مقررہ وقت کے دوران ایسا نہ کر سکا۔ اس رپورٹ کا عدالت عظمیٰ کے عملے سے اُردو میں ترجمہ کروایا جائے اور اس ترجمے کی درستگی کیلئے میرے جائزے سے مشروط ہونا چاہیئے۔ یہ رپورٹ مذکور ہر وزارت، محکمے اور ادارے کو بھیجی جائے جس کا اس میں تذکرہ ہے۔

یہ ملک ایسے لوگوں نے بنایا تھا جو برصغیر کے مسلمانوں کی حالت میں بہتری اور ہر عقیدے کے لوگوں کی آزادی کو برقرار رکھنا چاہتے تھے۔ بدقسمتی سے اتحاد، ایمان اور نظم وضبط کا پیغام منافقین اور انتہا پسندوں نے بگاڑ/ سبوتاژ کر دیا جسے مسترد کرنے کی ضرورت ہے۔ اتحاد، ایمان اور نظم وضبط کے بنیادی پیغام پر دوبارہ سے عمل کرنے کی ضرورت ہے، اور ایسا کرنے سے ہم بنیادی آزادیوں کی حفاظت کو یقینی بنا سکیں گے۔

13 دسمبر 2016

جسٹس قاضی فائز عیسیٰ

MAP 1

PLACE OF MURDER OF MR. BILAL KASI
(FIRST CRIME SCENE)

MAP 2

SANDEMAN PROVINCIAL HOSPITAL
(SECOND CRIME SCENE)

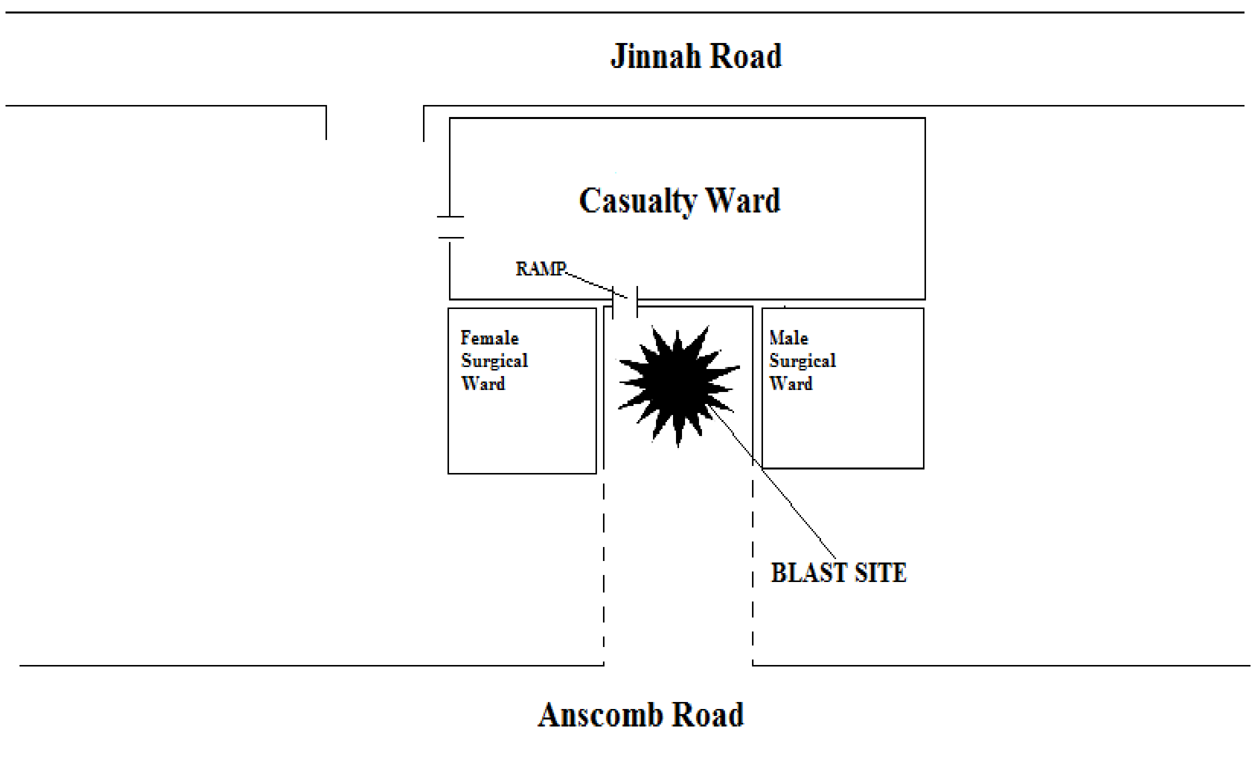

MAP 3

BOMB MAKING PREMISES
(THIRD CRIME SCENE)

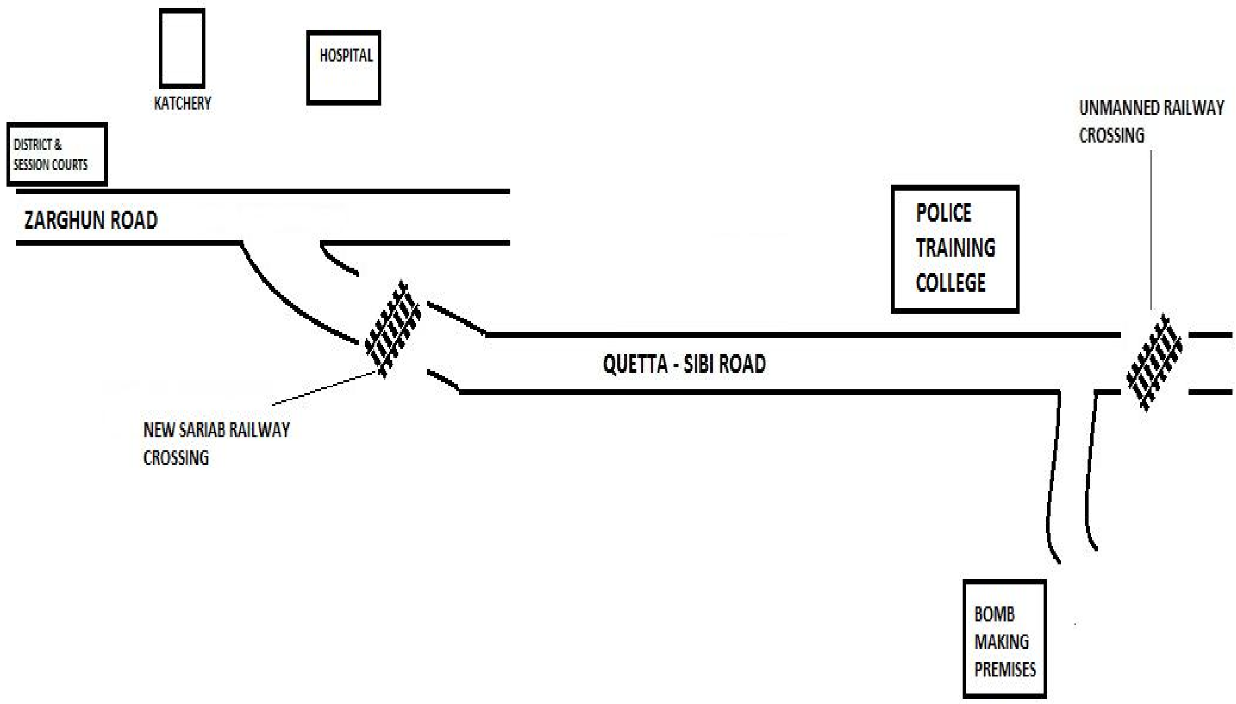

Distances:

District & Session Courts to Police Training College = 13.3KM

Police Training College to Bomb Making Premises = 4.7KM

MAP 4

HURAMZAI HIDEOUT
(FOURTH CRIME SCENE)

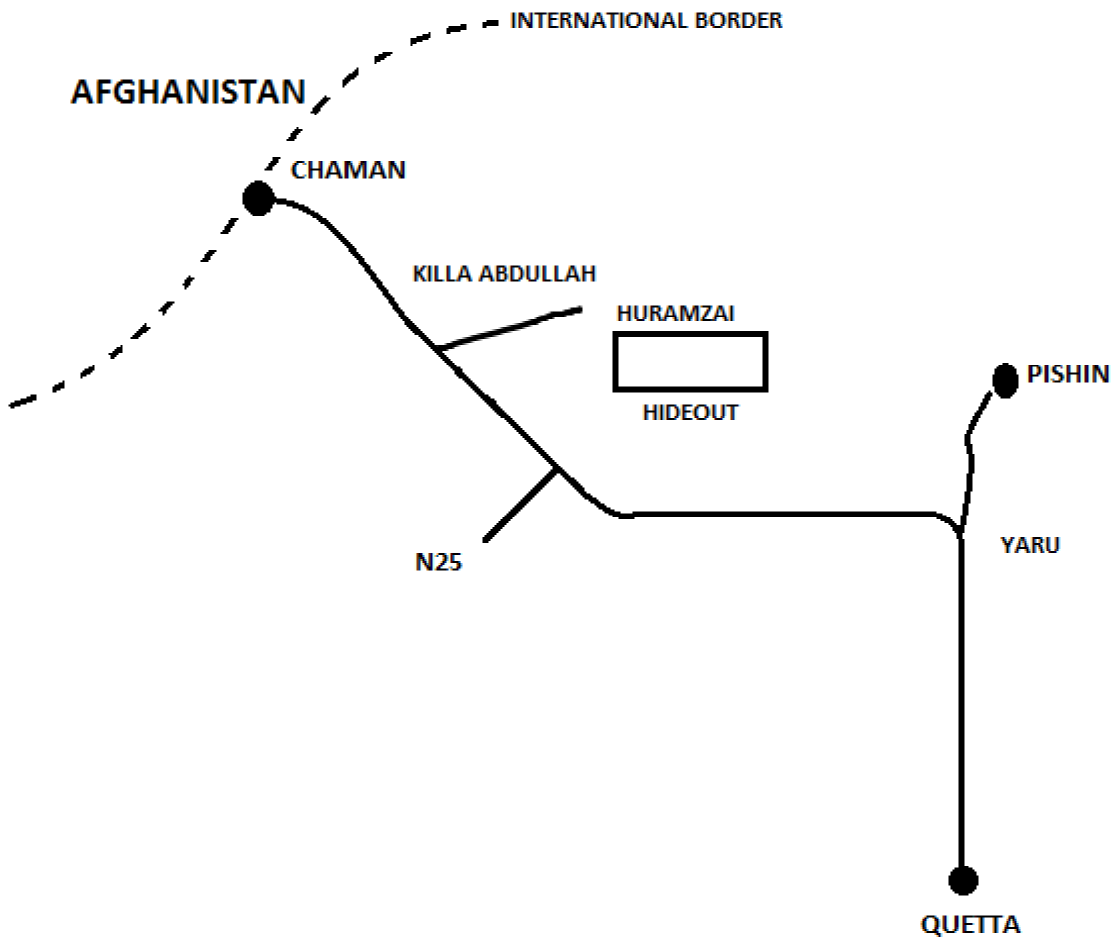

Recoveries made at the Bomb Making Premises

Image 1

Hand Grenades

Image 2

Detonator

Image 3

Manufacturing material for Suicide Vest

Image 4

Ball Bearings

Image 5

Detonating (Prima) Cord

Image 6

Kalashinokovs and Bandoliers

Image 7

Tools for manufacturing suicide vests

Image 8

Pistols and other recovered items

Image 9

Improvised Explosive Device

Image 10

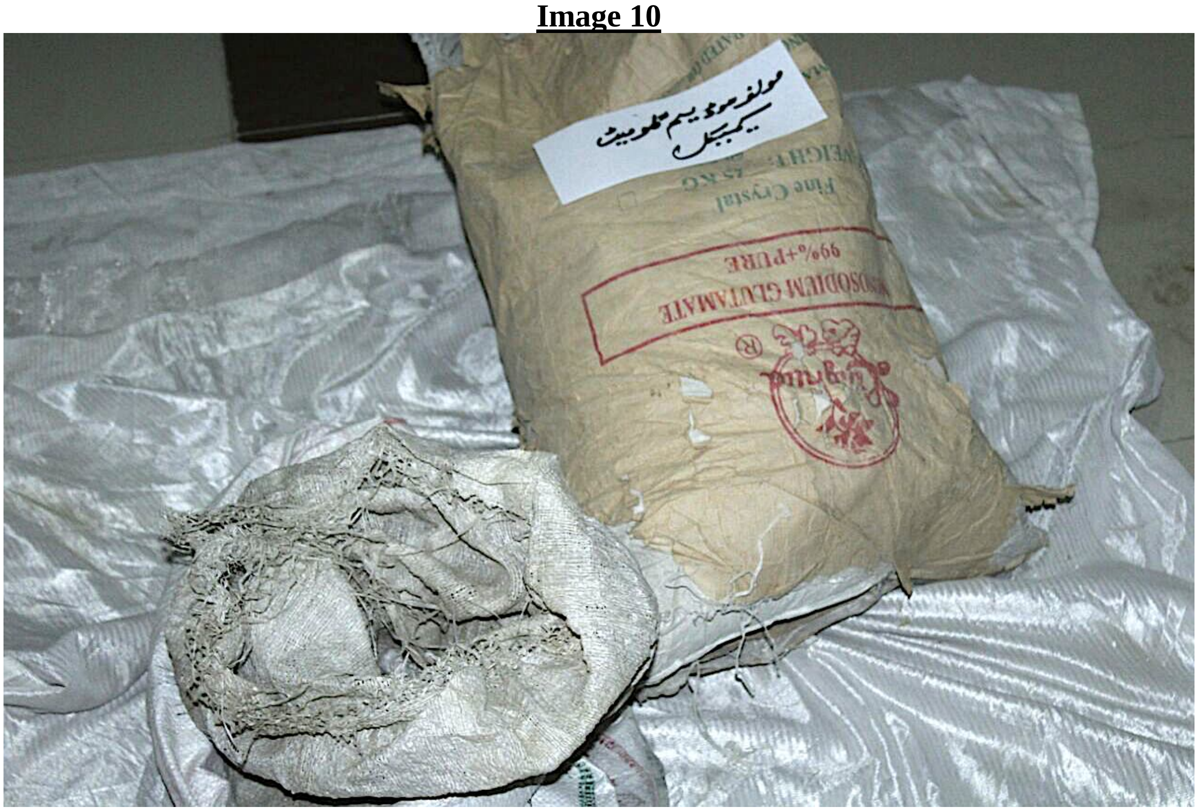

Sawdust

CNICs of the Terrorists

Image 11

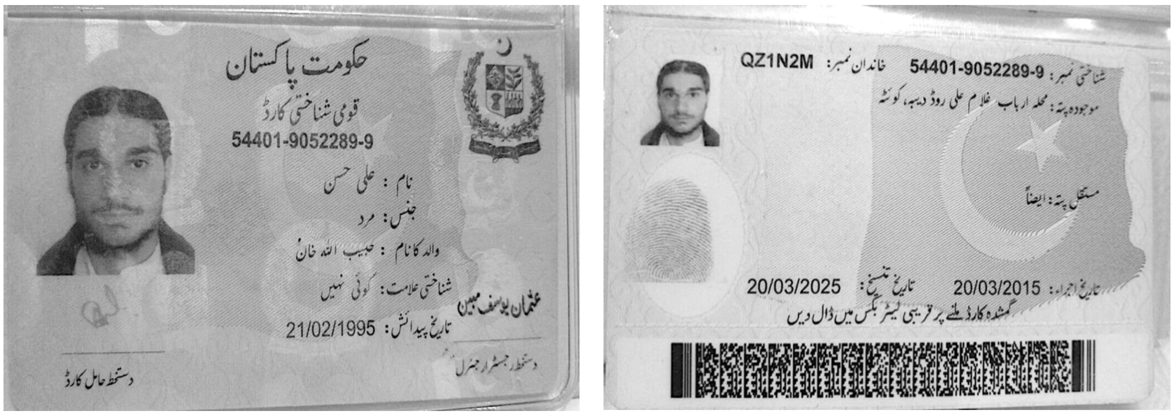

Image 12

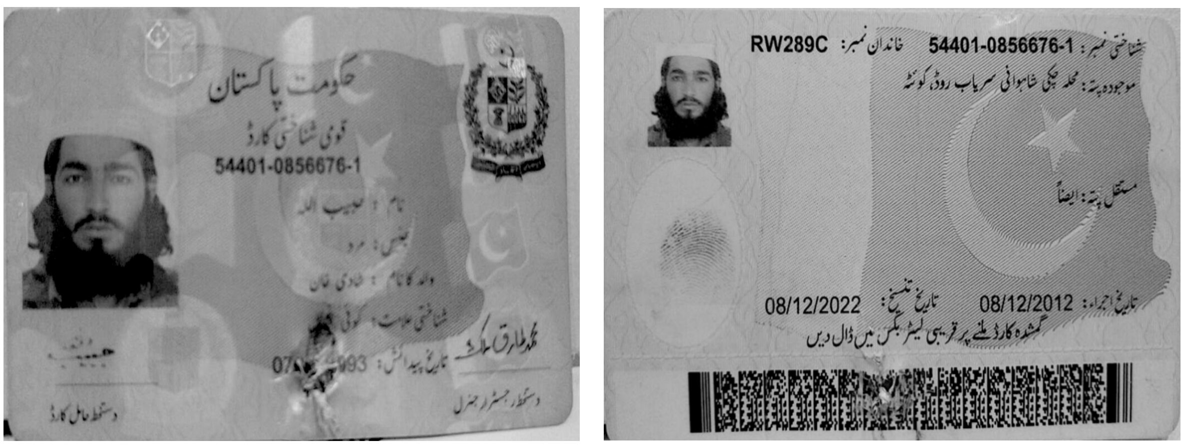

Image 13

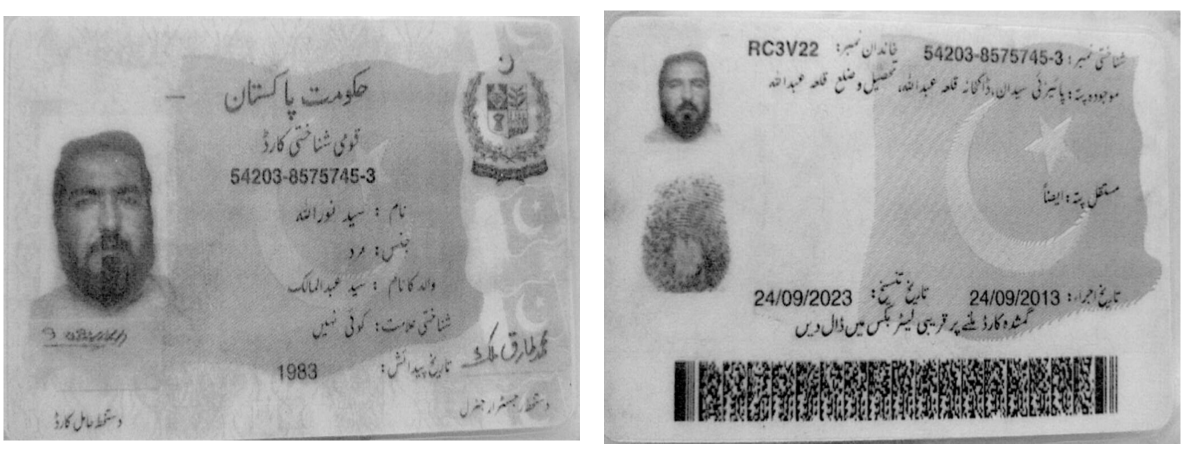

Image 14

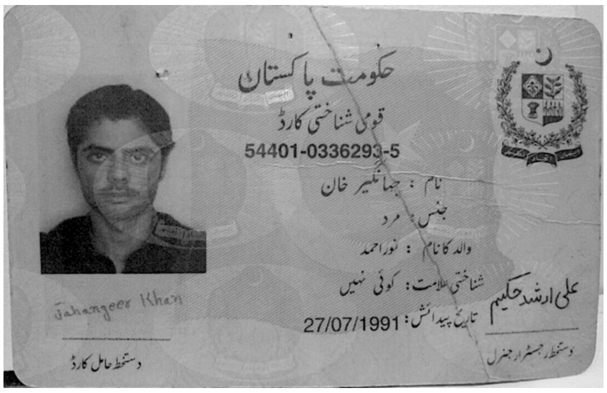
حکومت پاکستان
قومی شناختی کارڈ
54401-0336293-5
نام : جہانگیر خان
جنس : مرد
والد کا نام : نور احمد
شناختی علامت : کوئی نہیں
تاریخ پیدائش : 27/07/1991
Jahangeer Khan
دستخط حامل کارڈ
علی ارشد حکیم
دستخط رجسٹرار جنرل

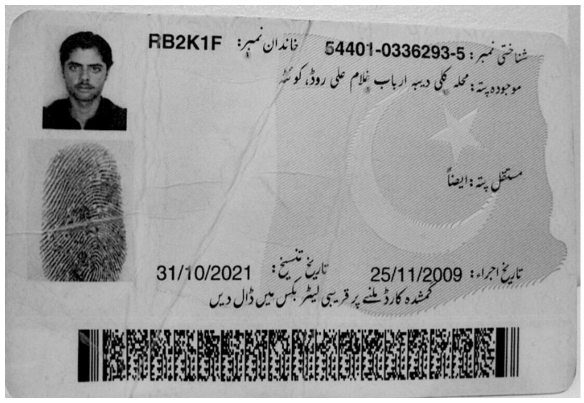
شناختی نمبر : 54401-0336293-5
خاندان نمبر : RB2K1F
موجودہ پتہ : محلہ کلی دیبہ ارباب غلام علی روڈ، کوئٹہ
مستقل پتہ : ایضاً
تاریخ اجراء : 25/11/2009
تاریخ تنسیخ : 31/10/2021
گمشدہ کارڈ ملنے پر قریبی لیٹر بکس میں ڈال دیں

Identification of the suicide bomber

Image 15

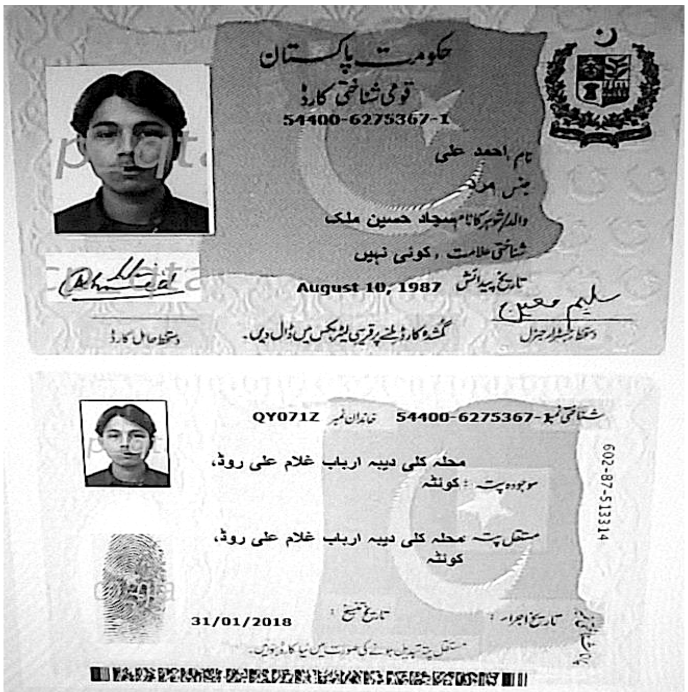

حکومت پاکستان
قومی شناختی کارڈ
54400-6275367-1
نام احمد علی
جنس مذکر
والد/شوہر کا نام سجاد حسین ملک
شناختی علامت ، کوئی نہیں
تاریخ پیدائش August 10, 1987
دستخط حامل کارڈ
گمشدہ کارڈ ملنے پر قریبی لیٹر بکس میں ڈال دیں۔
دستخط رجسٹرار جنرل

شناختی نمبر 54400-6275367-1 خاندان نمبر QY071Z
موجودہ پتہ : محلہ کلی دیبہ ارباب غلام علی روڈ، کوئٹہ
مستقل پتہ محلہ کلی دیبہ ارباب غلام علی روڈ، کوئٹہ
تاریخ اجراء
تاریخ تنسیخ 31/01/2018
مستقل پتہ تبدیل ہونے کی صورت میں نیا کارڈ بنوائیں۔
602-87-513314

Image 16

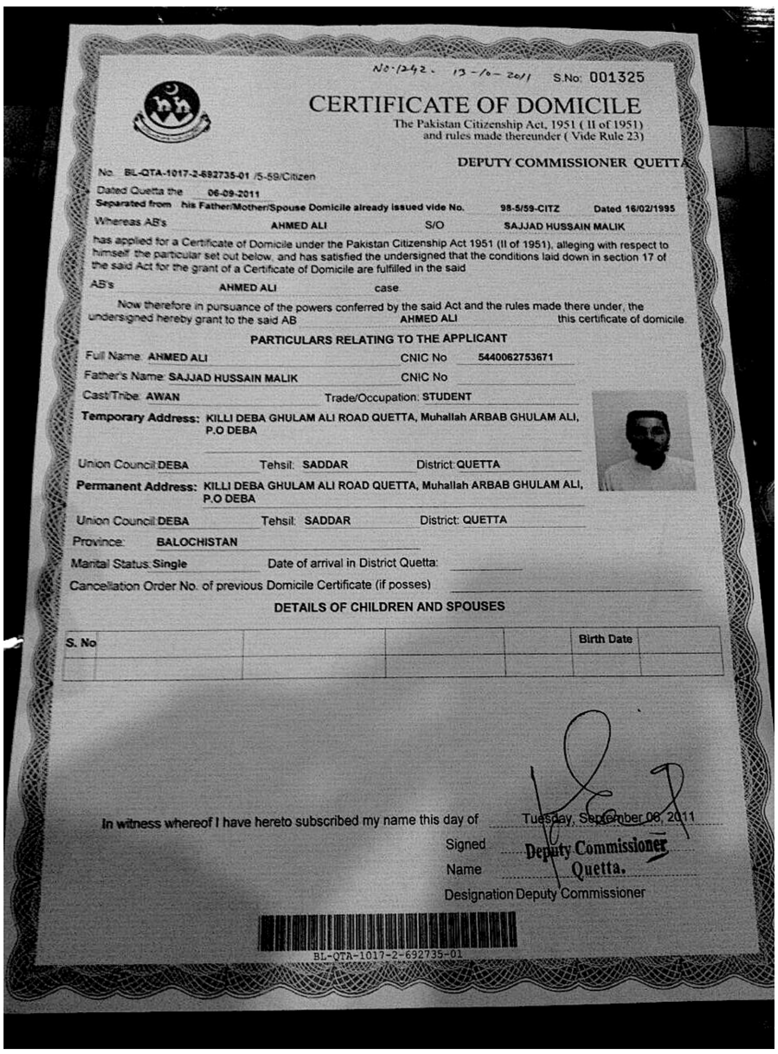

No. 1242. 13-10-2011 S.No: 001325

CERTIFICATE OF DOMICILE

The Pakistan Citizenship Act, 1951 (II of 1951)
and rules made thereunder (Vide Rule 23)

DEPUTY COMMISSIONER QUETTA

No. BL-QTA-1017-2-692735-01 /5-59/Citizen
Dated Quetta the 06-09-2011
Separated from his Father/Mother/Spouse Domicile already issued vide No. 98-5/59-CITZ Dated 16/02/1995
Whereas AB's AHMED ALI S/O SAJJAD HUSSAIN MALIK
has applied for a Certificate of Domicile under the Pakistan Citizenship Act 1951 (II of 1951), alleging with respect to himself the particular set out below, and has satisfied the undersigned that the conditions laid down in section 17 of the said Act for the grant of a Certificate of Domicile are fulfilled in the said
AB's AHMED ALI case

Now therefore in pursuance of the powers conferred by the said Act and the rules made there under, the undersigned hereby grant to the said AB AHMED ALI this certificate of domicile

PARTICULARS RELATING TO THE APPLICANT

Full Name: AHMED ALI CNIC No 5440062753671
Father's Name: SAJJAD HUSSAIN MALIK CNIC No
Cast/Tribe: AWAN Trade/Occupation: STUDENT
Temporary Address: KILLI DEBA GHULAM ALI ROAD QUETTA, Muhallah ARBAB GHULAM ALI, P.O DEBA
Union Council: DEBA Tehsil: SADDAR District: QUETTA
Permanent Address: KILLI DEBA GHULAM ALI ROAD QUETTA, Muhallah ARBAB GHULAM ALI, P.O DEBA
Union Council: DEBA Tehsil: SADDAR District: QUETTA
Province: BALOCHISTAN
Marital Status: Single Date of arrival in District Quetta:
Cancellation Order No. of previous Domicile Certificate (if posses)

DETAILS OF CHILDREN AND SPOUSES

S. No				Birth Date	

In witness whereof I have hereto subscribed my name this day of Tuesday, September 06, 2011
Signed
Name Deputy Commissioner Quetta.
Designation Deputy Commissioner

BL-QTA-1017-2-692735-01

Educational Record of the Suicide Bomber

Image 17

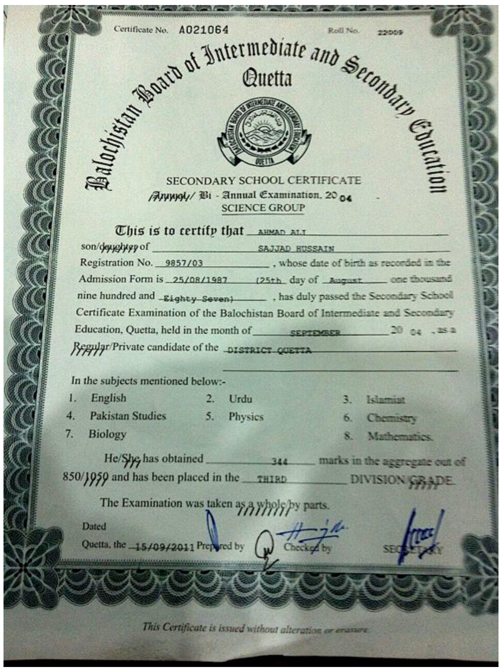

Certificate No. A021064 Roll No. 22009

Balochistan Board of Intermediate and Secondary Education
Quetta

SECONDARY SCHOOL CERTIFICATE
Annual / Bi - Annual Examination, 20 04
SCIENCE GROUP

This is to certify that AHMAD ALI
son/daughter of SAJJAD HUSSAIN
Registration No. 9857/03, whose date of birth as recorded in the Admission Form is 25/08/1987 (25th day of August one thousand nine hundred and Eighty Seven), has duly passed the Secondary School Certificate Examination of the Balochistan Board of Intermediate and Secondary Education, Quetta, held in the month of SEPTEMBER 20 04, as a Regular/Private candidate of the DISTRICT QUETTA

In the subjects mentioned below:-

1. English
2. Urdu
3. Islamiat
4. Pakistan Studies
5. Physics
6. Chemistry
7. Biology
8. Mathematics.

He/She has obtained 344 marks in the aggregate out of 850/1050 and has been placed in the THIRD DIVISION/GRADE.

The Examination was taken as a whole/by parts.

Dated
Quetta, the 15/09/2011 Prepared by Checked by SECRETARY

This Certificate is issued without alteration or erasure.

Image 18

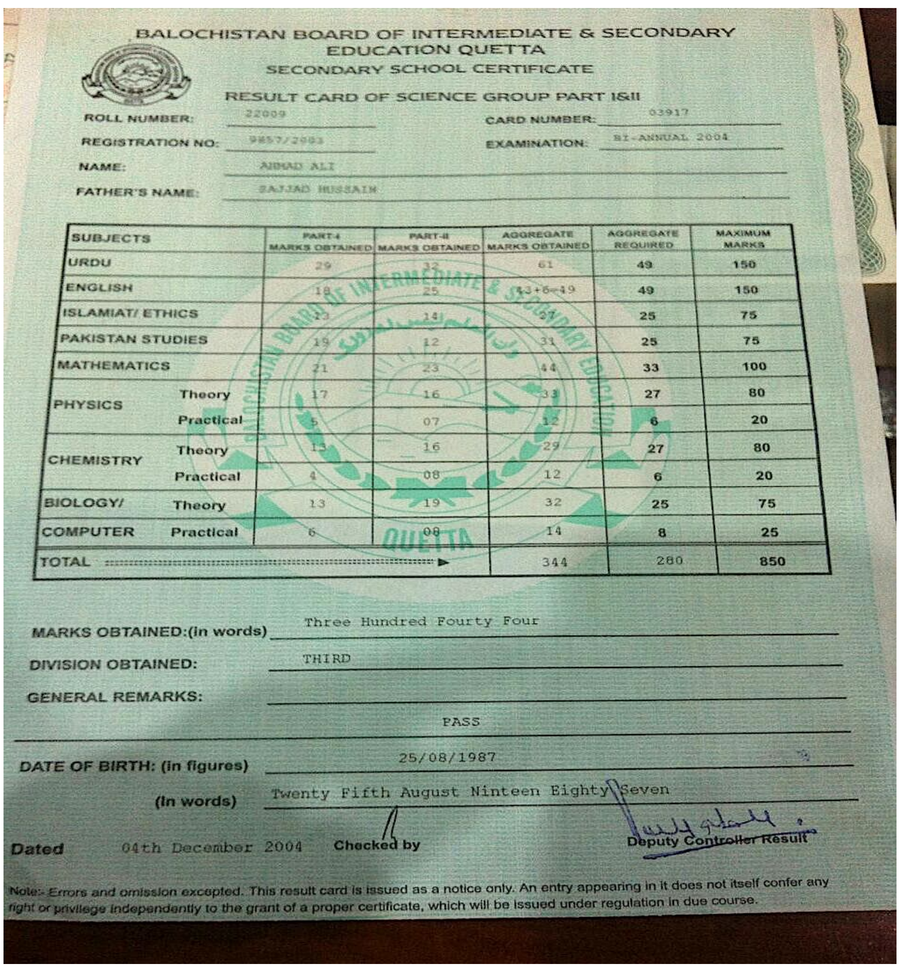

BALOCHISTAN BOARD OF INTERMEDIATE & SECONDARY EDUCATION QUETTA
SECONDARY SCHOOL CERTIFICATE
RESULT CARD OF SCIENCE GROUP PART I&II

ROLL NUMBER: 22009 CARD NUMBER: 03917
REGISTRATION NO: 9857/2003 EXAMINATION: BI-ANNUAL 2004
NAME: AHMAD ALI
FATHER'S NAME: SAJJAD HUSSAIN

SUBJECTS		PART-I MARKS OBTAINED	PART-II MARKS OBTAINED	AGGREGATE MARKS OBTAINED	AGGREGATE REQUIRED	MAXIMUM MARKS
URDU		29	32	61	49	150
ENGLISH		18	25	43+6=49	49	150
ISLAMIAT/ ETHICS		13	14	27	25	75
PAKISTAN STUDIES		19	12	31	25	75
MATHEMATICS		21	23	44	33	100
PHYSICS	Theory	17	16	33	27	80
	Practical	5	07	12	6	20
CHEMISTRY	Theory	13	16	29	27	80
	Practical	4	08	12	6	20
BIOLOGY/	Theory	13	19	32	25	75
COMPUTER	Practical	6	08	14	8	25
TOTAL				344	280	850

MARKS OBTAINED:(in words) Three Hundred Fourty Four
DIVISION OBTAINED: THIRD
GENERAL REMARKS:
PASS
DATE OF BIRTH: (in figures) 25/08/1987
(In words) Twenty Fifth August Ninteen Eighty Seven

Dated 04th December 2004 Checked by Deputy Controller Result

Note:- Errors and omission excepted. This result card is issued as a notice only. An entry appearing in it does not itself confer any right or privilege independently to the grant of a proper certificate, which will be issued under regulation in due course.

Image 19

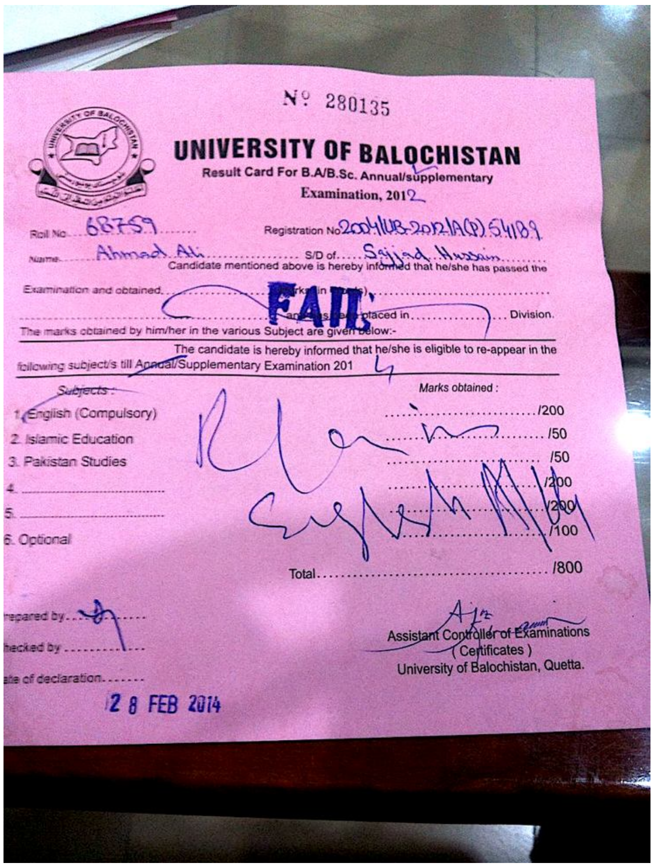

№ 280135

UNIVERSITY OF BALOCHISTAN

Result Card For B.A/B.Sc. Annual/supplementary

Examination, 2012

Roll No. 68759 Registration No 2004/UB-2012/A(P) 54189

Name Ahmad Ali S/D of Sajjad Hussain

Candidate mentioned above is hereby informed that he/she has passed the Examination and obtained ... marks (in figures) ... and has been placed in ... Division.

FAIL

The marks obtained by him/her in the various Subject are given below:-

The candidate is hereby informed that he/she is eligible to re-appear in the following subject/s till Annual/Supplementary Examination 2014

Subjects :	Marks obtained :
1. English (Compulsory)	/200
2. Islamic Education	/50
3. Pakistan Studies	/50
4.	/200
5.	/200
6. Optional	/100
Total	/800

Prepared by

Checked by

Date of declaration 28 FEB 2014

Assistant Controller of Examinations
(Certificates)
University of Balochistan, Quetta.

BOMB MAKING PREMISES

Image 20

Entrance to Bomb Making Premises

Image 21

Large Pit 10+ feet deep

Image 22

Blue Drums Buried in the Ground

HURAMZAI – TERRORIST HIDEOUT

Image 23

Front view of wall 12+ feet high

Image 24

Side view of wall

Image 25

Inside the hideout

Image 26

Inside the hideout

Image 27

Inside the hideout

Recoveries of weapons from Huramzai Hideout

Image 28

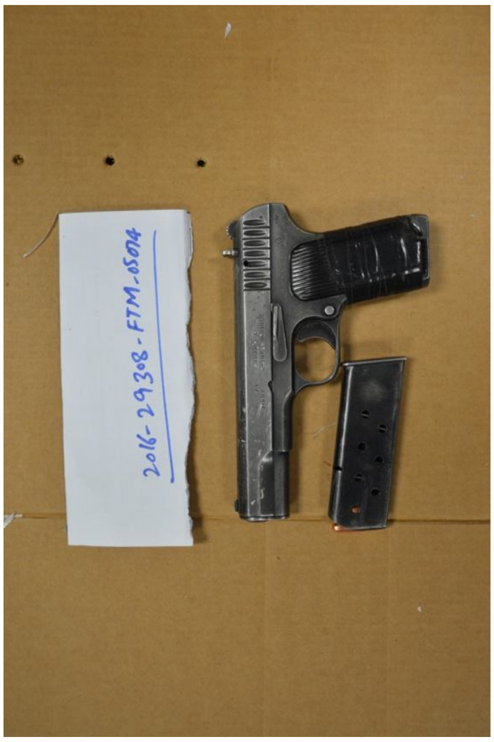

Image 29

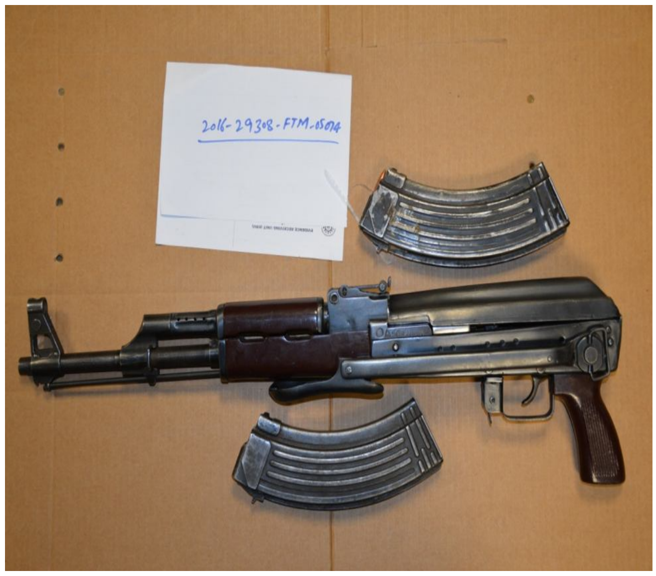

Image 30

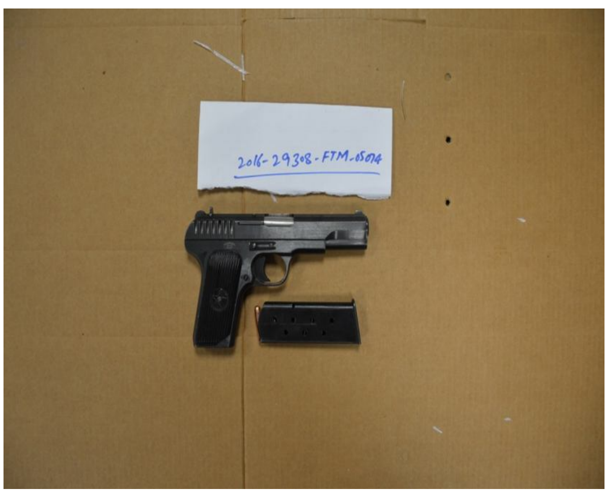

Image 31

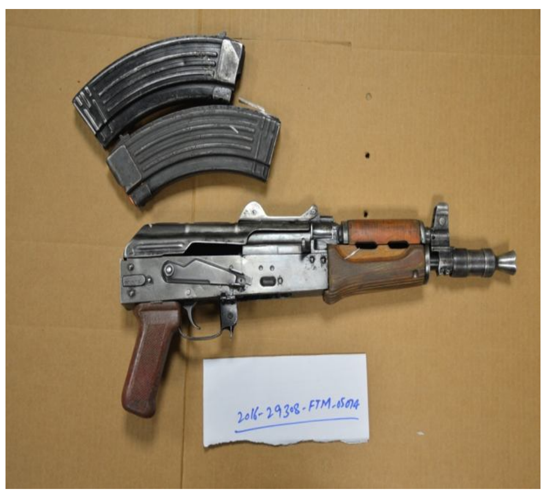

Image 32

1 Book No. 4, Letter No. 001: Letters, page 1
2 Book No. 4, Letter No. 002: Letters, pages 2 to 6
3 Book 3, Witness No. 33: Witness Statements – Part II, page 231
4 Book 3, Witness No. 41: Witness Statements – Part II, page 255
5 Book 3, Witness No. 41: Witness Statements – Part II, page 258
6 Book 3, Witness No. 41: Witness Statements – Part II, page 255
7 Book 3, Witness No. 41: Witness Statements – Part II, page 258
8 Book 3, Witness No. 41: Witness Statements – Part II, page 256
9 Book 3, Witness No. 41: Witness Statements – Part II, page 256
10 Book 3, Witness No. 41: Witness Statements – Part II, page 256
11 Book 3, Witness No. 41: Witness Statements – Part II, page 256
12 Book 3, Witness No. 41: Witness Statements – Part II, page 258
13 Book 3, Witness No. 41: Witness Statements – Part II, page 258
14 Book 3, Witness No. 42: Witness Statements – Part II, page 262
15 Book 11, Exhibit W14 – D: Exhibits, pages 160
16 Book 3, Witness No. 41: Witness Statements – Part II, page 256
17 Book 4, Letter No. 004: Letters, pages 13
18 Book 3, Witness No. 42: Witness Statements – Part II, page 261
19 Book 3, Witness No. 42: Witness Statements – Part II, page 261
20 Book 3, Witness No. 43: Witness Statements – Part II, page 269
21 Book 18, Exhibit W43 – A: Exhibits, page 5
22 Book 3, Witness No. 33: Witness Statements – Part II, page 228; Book 3, Witness No. 35: Witness Statements – Part II, page 234
23 Book 3, Witness No. 37: Witness Statements – Part II, page 241
24 Book 3, Witness No. 37: Witness Statements – Part II, page 241
25 Book 2, Witness No. 22: Witness Statements – Part II, page 172
26 Book 19, Disc 1, CCTV Footage, Exhibits,
27 Book 19, Disc 1, CCTV Footage, Exhibits,
28 Book 19, Disc 1, CCTV Footage, Exhibits,
29 Book 19, Disc 1, CCTV Footage, Exhibits,
30 Book 19, Disc 1, CCTV Footage, Exhibits,
31 Book 3, Witness No. 42: Witness Statements – Part II, page 263
32 Book 3, Witness No. 42: Witness Statements – Part II, page 263
33 Book 19, Disc 1, Borjan CCTV Footage, Exhibits,
34 Book 19, Disc 1, Borjan CCTV Footage, Exhibits,
35 Book 17, Exhibit W32 – E, Exhibits, page 19
36 Book 3, Witness No. 32: Witness Statements – Part II, page 281
37 Book 17, Exhibit W32 – G, Exhibits, page 21
38 Book 3, Witness No. 32: Witness Statements – Part II, page 281
39 Book 3, Witness No. 32: Witness Statements – Part II, page 282
40 Book 3, Witness No. 32: Witness Statements – Part II, page 282
41 Image 17 & 18, Educational Record, Report, Page 96
42 Image 19, Educational Record, Report, Page 97
43 Image 15, Identification of the suicide bomber, Report, Page 95
44 Image 16, Identification of the suicide bomber, Report, Page 95
45 Book 3, Witness No. 42: Witness Statements – Part II, page 262
46 Book 3, Witness No. 42: Witness Statements – Part II, page 262
47 Book 11, Exhibit W14 – E: Exhibits, pages 163
48 Book 4, Letter No. 004: Letters, pages 13
49 Book 3, Witness No. 42: Witness Statements – Part II, page 262
50 Book 3, Witness No. 42: Witness Statements – Part II, page 262
51 Book 3, Witness No. 32: Witness Statements – Part II, page 281
52 Book 3, Witness No. 32: Witness Statements – Part II, page 282
53 Book 3, Witness No. 43: Witness Statements – Part II, page 269

54 Book 3, Witness No. 41: Witness Statements – Part II, page 258
55 Book 19, Disc 1, CCTV Footage, Exhibits,
56 Image 11 to 14, CNICs of the terrorists, Report, Page 93-94
57 Book 3, Witness No. 32: Witness Statements – Part II, page 283; Map 3, Report, page 86
58 Book 3, Witness No. 32: Witness Statements – Part II, page 283; Image 20, Bomb Making Premises, page 98
59 Book 3, Witness No. 32: Witness Statements – Part II, page 283
60 Book 3, Witness No. 32: Witness Statements – Part II, page 283
61 Book 3, Witness No. 32: Witness Statements – Part II, page 283
62 Book 3, Witness No. 32: Witness Statements – Part II, page 283; Image 21, Bomb Making Premises, Report, page 98
63 Image 21, Bomb Making Premises, Report, page 98
64 Image 22, Bomb Making Premises, Report, Page 98
65 Book 3, Witness No. 32: Witness Statements – Part II, page 283
66 Book 3, Witness No. 32: Witness Statements – Part II, page 283
67 Book 3, Witness No. 32: Witness Statements – Part II, page 284
68 Image 23 to 24, Huramzai Hideout, page 99
69 Image 23 to 27, Huramzai Hideout, pages 99 to 101
70 Image 28 to 32, Recoveries of weapons from the Huramzai Hideout, Report, page 102
71 Book 19, FIR, page 6 to 7
72 Image 14, CNICs of the terrorists, Report, Page 94
73 Image 11, CNICs of the terrorists, Report, Page 93
74 Image 12, CNICs of the terrorists, Report, Page 93
75 Image 13, CNICs of the terrorists, Report, Page 93
76 Book 2, Witness No. 3: Witness Statements – Part I, page 39; Book 9, Exhibit W5 – D: Exhibits, page 12
77 Book 8, Exhibit W3 – B: Exhibits, pages 8 to 9; Book 19, Notification, page 4
78 Book 8, Exhibit W3 – E: Exhibits, page 12
79 Book 8, Exhibit W3 – F: Exhibits, page 13
80 Book 8, Exhibit W3 – E: Exhibits, page 13
81 Book 2, Witness No. 3: Witness Statements – Part I, page 27
82 Book 8, Exhibit W3 – B: Exhibits, pages 8 to 9; Book 19, Updated list of proscribed organizations, page 5 to 6
83 Book 3, Witness No. 44: Witness Statements – Part II, page 274 to 275
84 Book 3, Witness No. 30: Witness Statements – Part II, page 209
85 Book 18, Exhibit W44 – B: Exhibits, page 9
86 Book 4, Letter No. 036, Letters, pages 68 to 67
87 Book 18, Exhibit W44 – A: Exhibits, page 2
88 Book 2, Witness No. 3: Witness Statements – Part I, page 32
89 Book 9, Exhibit W5 – B: Exhibits, page 3
90 Book 9, Exhibit W5 – W: Exhibits, page 42
91 Book 8, Exhibit W4 – B: Exhibits, page 11
92 Book 4, Letter No. 58, Letters, page 92
93 Book 3, Witness No. 22: Witness Statements – Part II, page 172
94 Book 4, Letter No. 028, Letters, pages 52 to 53
95 Book 4, Letter No. 033, Letters, pages 62 to 63
96 Book 4, Letter No. 031, Letters, pages 58 to 59
97 Book 4, Letter No. 030, Letters, pages 56 to 57
98 Book 4, Letter No. 032, Letters, pages 60 to 61
99 Book 4, Letter No. 034, Letters, pages 64 to 65
100 Book 6, Wifaq ul Madaris Al Salafia: Response to Commission Letters, page 181
101 Book 6, Wifaq ul Madaris Al Arabia: Response to Commission Letters, page 204
102 Book 6, Wifaq ul Madaris Al Shia: Response to Commission Letters, page 195
103 Book 6, Tanzeem-ul-Madaris Ahle Sunnat: Response to Commission Letters, page 193
104 Book 6, Rabita-ul-Madaris Al-Islamia: Response to Commission Letters, page 201

105 Book 4, Letter No. 025, Letters, pages 48 to 49
106 Book 5, Ministry of Religious Affairs: Response to Commission Letters, page 178
107 Book 2, Witness No. 14: Witness Statements – Part I, page 142
108 Book 2, Witness No. 14: Witness Statements – Part I, page 143
109 Book 3, Witness No. 33: Witness Statements – Part II, page 228
110 Book 3, Witness No. 43: Witness Statements – Part II, page 269 to 270
111 Book 3, Witness No. 14: Witness Statements – Part I, page 145
112 Book 3, Witness No. 37: Witness Statements – Part II, page 242; Book 2, Witness No. 38: Witness Statements – Part II, page 247; Book 2, Witness No. 40: Witness Statements – Part II, page 253
113 Book 2, Witness No. 10: Witness Statements – Part I, page 117
114 Book 2, Witness No. 10: Witness Statements – Part I, page 117 to 124
115 Book 3, Witness No. 37: Witness Statements – Part II, page 242
116 Book 2, Witness No. 10: Witness Statements – Part I, page 123
117 Book 10, Exhibit W7 – B: Exhibits, pages 124 to 130
118 Book 2, Witness No. 1: Witness Statements – Part I, page 6
119 Book 2, Witness No. 1: Witness Statements – Part I, page 6
120 Book 7, Exhibit W1 – C: page 7 to 8; Exhibit W1 – D: page 9; Exhibit W1 – E: page 10; Exhibit W1 – F: page 11;
121 Book 19, Exhibit W16: Exhibits, Disc 2;
122 Book 3, Witness No. 16: Witness Statements – Part II, page 154 to 156
123 Book 2, Witness No. 1: Witness Statements – Part I, page 7
124 Book 7, Exhibit W1 – B: Exhibits, page 3 to 6
125 Book 3, Witness No. 19: Witness Statements – Part II, page 165
126 Book 3, Witness No. 23: Witness Statements – Part II, page 177
127 Book 3, Witness No. 19: Witness Statements – Part II, page 165
128 Book 3, Witness No. 30: Witness Statements – Part II, 205
129 Book 3, Witness No. 30: Witness Statements – Part II, 205; Book 2, Witness No. 9: Witness Statements – Part I, page 112
130 Book 19, Exhibit W23 – A: Exhibits, Disc 3
131 Book 2, Witness No. 23: Witness Statements – Part II, page 178
132 Book 19, Exhibit W23 – A: Exhibits, Disc 3
133 Book 4, Letter No. 059, Letters, pages 93
134 Book 2, Witness No. 23: Witness Statements – Part II, page 179
135 Book 2, Witness No. 1: Witness Statements – Part I, page 9
136 Book 3, Witness No. 23: Witness Statements – Part II, page 176
137 Book 3, Witness No. 23: Witness Statements – Part II, page 180
138 Book 3, Witness No. 23: Witness Statements – Part II, page 180
139 Book 2, Witness No. 1: Witness Statements – Part I, page 11
140 Book 2, Witness No. 1: Witness Statements – Part I, page 11
141 Book 2, Witness No. 1: Witness Statements – Part I, page 11
142 Book 3, Witness No. 34: Witness Statements – Part II, page 233
143 Book 3, Witness No. 35: Witness Statements – Part II, page 235
144 Book 2, Witness No. 9: Witness Statements – Part I, page 112
145 Book 5, State Bank of Pakistan: Response to Commission Letters, page 309
146 Book 3, Witness No. 30: Witness Statements – Part II, page 211
147 Book 3, Witness No. 32: Witness Statements – Part II, page 224; Book 17, Exhibit W32 – B: Exhibits, page 16
148 Book 3, Witness No. 32: Witness Statements – Part II, page 224
149 Book 3, Witness No. 32: Witness Statements – Part II, page 225
150 Book 3, Witness No. 32: Witness Statements – Part II, page 225
151 Book 3, Witness No. 30: Witness Statements – Part II, page 217
152 Book 3, Witness No. 30: Witness Statements – Part II, page 217
153 Book 3, Witness No. 30: Witness Statements – Part II, page 213
154 Book 2, Witness No. 4: Witness Statements – Part I, page 59
155 Map 4, Fourth Crime Scene, Report, page 87

BOOKS

BOOK NO.	CONTENT
1	Report
2	Witness Statements Part I
3	Witness Statements Part II
4	Letters
5	Response to Commission Letters – Part I
6	Response to Commission Letters – Part II
7	Exhibits W1 – A to K
8	Exhibits W2 – A to B Exhibits W3 – A to F Exhibits W4 – A to B
9	Exhibits W5 – A to E
10	Exhibits W7 – A to K
11	Exhibits W14 – A to E
12	Exhibits W14 – F to H
13	Exhibits W9 – A Exhibits W11 – A to P
14	Exhibits W16 – B to C Exhibits W22 – A to C Exhibits W25 – A to D Exhibits W26 – A Exhibits W28 – A
15	Exhibits W30 – A to D
16	Exhibits W30 – E
17	Exhibits W31 – A to E Exhibits W32 – A to D Exhibits W39 – A
18	Exhibits W43 – A Exhibits W44 – A to D
19	Miscellaneous Documents